

رمضان المبارک

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزہ

اسلام کا ایک اہم رکن اور فریضہ

صوم (روزہ) عربی میں رکنے اور باز رہنے کو کہتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں روزہ طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور ازدواجی تعلق سے باز رہنے کا نام ہے اسلام میں یہ دوسرا اہم فریضہ اور رکن ہے جو ملت مسلمہ پر عائد کیا گیا۔ روزہ کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیا کی سب سے زیادہ قدیم اور بین المذاہب عبادت ہے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی ملت کوئی شریعت اور کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں یہ فریضہ عائد نہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام ہر قمری مہینے کے ایام بیض میں پابندی سے روزے رکھتے تھے۔ یعنی یہ وہ دن ہیں جن کی راتیں سب سے زیادہ روشن اور منور ہوتی ہیں۔ اور وہ قمری مہینہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخیں ہیں۔ ایام بیض کے روزوں کا یہ سلسلہ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ تک اسی طرح جاری رہا۔ اور حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے گویا کہ آدم اول سے آدم ثانی تک ایام بیض کے روزہ کی عبادت قائم رہی۔ البتہ اس میں علماء نے کلام کیا ہے کہ آیا وہ روزے فرض تھے یا تطوع اور نفل کے طور پر رکھے جاتے تھے۔

پھر بنی اسرائیل کے زمانہ میں جس کو ملت یہود کہنا صحیح ہے عاشورہ یعنی محرم کی دسویں تاریخ یوم سبت یعنی ہفتہ اور چند اور روزے فرض تھے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو ٹھیک نو مہینے کے بعد جب پہلی مرتبہ محرم کا عاشورہ آیا تو آپ کو یہ خبر ملی کہ یہود مدینہ نے آج روزہ رکھا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر یہود نے یہ حقیقت ظاہر کی کہ عاشورہ فرعون کے قبضہ سے ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کی قوم کے چھٹکارے کا دن ہے۔ اسی احسان کے شکریہ میں ہماری قوم عاشورہ کا روزہ رکھتی ہے۔ اسی طرح نصاریٰ پر اسی ماہ رمضان کے

روزے فرض تھے۔ جنہیں سردی اور گرمی کی شدت کی وجہ سے مہینہ تبدیل کر کے اور دس روزوں کا اضافہ کر کے وہ روزہ رکھا کرتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور آپ کا پیش کیا ہوا دین نہایت حکیمانہ طریقہ پر بتدریج اور رفتہ رفتہ قائم کیا گیا ہے۔ اور یہ تخلیق کائنات اور تخلیق انسانی کی تدریج کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے توحید کے بعد ملت مسلمہ کو کوئی فریضہ اور کوئی رکن نہیں دیا گیا۔ یہاں تک کہ نبوت کے گیارہویں سال میں جب واقعہ معراج پیش آیا تو پہلی بار امت کو نماز کا فریضہ دیا گیا۔ اس تدریج اور تاخیر کی وجہ یہ تھی کہ دین اسلام محض فکر و نظر کی دقیقہ رسی یا ذہنی و دماغی نکتہ آفرینی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک عملی اور محض عملی دین ہے اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر عمل و کردار کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ:۔

"اگر ہمیں لکھنا نہ آئے یا حساب دانی میں مہارت نہ ہو تو یہ ہمارے وجود کو اتنا داغدار نہیں بناتا جتنا کہ بدخلقی، بدعملی یا بدکرداری ہمارے لئے موجب ننگ و عار ہو سکتی ہے"۔

آپؐ کا ارشاد گرامی ہے:۔

نَحْنُ اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ هٰكَذَا هٰكَذَا

(ہم ایک جماعت ہیں امی کہ نہ لکھنا جانتے ہیں نہ حساب اور ایسے ہی اور ایسے ہی)

معلوم ہوا کہ دین اسلام سراپا عمل اور کردار کا پیکر ہے۔ لہٰذا احکام و اوامر کو عمل و کردار کی شکل میں لانے کے لئے کچھ قدرتی نفسیات اور فطری تقاضے بھی ہیں ' اگر کسی قانون و حکم کیلئے اس کے موافق جذبات نہ پیدا کئے جائیں اور اس کیلئے ذہن اور فکر کو استوار نہ کیا جائے تو وہ قانون کتاب کی زینت تو بن سکتا ہے لیکن عمل و کردار کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اور دنیا میں وہ قانون اور حکم سب سے زیادہ ناکام ہے جس کے لئے نہ ذہن ہموار کیا گیا ہو اور نہ تربیت سے اس کے موافق جذبات پیدا کئے گئے ہوں۔ خداوند تعالیٰ جو احکم الحاکمین بھی ہے اور سب سے بڑا دانا اور حکیم بھی ہے ' حلال اور حرام کے احکام دینے کے سلسلے میں اس نے اپنے کلام میں سب سے پہلے وہ مضامین نازل فرمائے جو عمل کے محرکات اور جذبات و کردار کو ابھارنے والے تھے اور وہ جزا و سزا ' حشر و نشر ' موت و مابعد الموت اور جنت و جہنم کے مضامین ہیں۔ جب ان مضامین سے فکر و ذہن کی فضا سازگار ہو گئی تو اب اوامر و نواہی

اور احکام کا سلسلہ جاری ہوا' اور جس کا نتیجہ یہ ہوا اور یہی ہونا چاہئے تھا کہ حکم خداوندی کے سنتے ہی کسی تنبیہہ و سرزنش کے بغیر حسن عمل اور حسن اطاعت کے وہ خوش نما منظر آنکھوں کے سامنے آئے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی جابر حکومت یا کوئی ملت اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ شراب جیسی چیز جو عرب کی گھٹی میں شامل تھی حرمت کا حکم آتے ہی مدینہ کی گلیوں میں صرف شراب ہی بہتی ہوئی نظر نہیں آئی بلکہ جام و مینا اور اس کے تمام متعلقہ برتن بھی توڑ کر پھینک دیئے گئے۔ اسی لئے نبوت کے گیارہ سال کے بعد نماز کا حکم آیا جو توحید کے بعد اسلام کا پہلا رکن ہے اور ہجرت کے تقریباً ڈیڑھ سال گزر جانے کے بعد روزہ کی فرضیت کا حکم آیا' جو اسلام کا دوسرا اہم رکن ہے۔

روزہ کی ظاہری شکل فاقہ کشی اور بھوک و پیاس میں مبتلا ہونے کی سی ہے۔ اس وجہ سے روزہ اس دور اور اس زمانہ میں مسلمانوں پر فرض نہیں ہوا۔ جو مسلمانوں کی انتہائی فاقہ کشی اور غربت و ناداری کا دور تھا۔ بالخصوص نبوت کے ساتویں سال سے دسویں سال تک جب کہ بنو ہاشم کا مقاطعہ اور بائیکاٹ کر دیا گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو ہاشم کو لے کر شعب ابی طالب میں مقیم تھے۔ ان تین سالوں میں مسلمانوں پر غربت و ناداری اور فاقہ کی وہ قیامت ٹوٹی کہ شاید قیامت تک مسلمانوں پر فقر و فاقہ کا کبھی ایسا دور نہیں آئے گا۔ اگر اس زمانہ میں روزہ کا فریضہ عائد کر دیا جاتا تو ممکن تھا کہ مسلمانوں کا فقر و فاقہ عبادت کے پردہ میں چھپ جاتا۔ لیکن مستقبل میں آنے والی نسلیں یہ کہتیں کہ روزہ کوئی عبادت نہیں ہے بلکہ فقر و فاقہ کو چھپانے کے لئے ایک سیاسی حربہ اور وقتی تقاضا تھا۔ لہٰذا آج جب کہ مسلمان اس قسم کے فقر و فاقہ سے دوچار نہیں ہیں بلکہ ایک ایک فرد مسلم کے پاس اتنی دولت ہے کہ تنہا آج کے ایک مسلمان کی دولت کا موازنہ اگر حضورؐ کے زمانہ کے تمام صحابہ کی مجموعی دولت سے کیا جائے تو ایک مسلمان کی دولت ان سب کی مجموعی دولت سے بڑھ جائے۔ پس خوش حالی اور تنعم کے دور میں روزہ رکھنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اسی لئے روزہ اس دور اور اس زمانہ میں مسلمانوں پر فرض ہوا جب کہ مسلمان فقر و فاقہ کی اس آزمائش سے نکل کر خوش حالی کے دور میں داخل ہو گئے۔

ہجرت کے بعد انصار نے اپنے تمام مہاجر بھائیوں کے لئے کاروبار اور معاش مہیا کر کے ان کو ان کے پاؤں پر کھڑا کر دیا تھا۔ دوسرے کفار مکہ کا وہ قافلہ تجارت جو شام سے چل کر

تک آ رہا تھا' بطور مال غنیمت کے مسلمانوں کے ہاتھ آیا' اور مسلمان پہلے سے زیادہ آسودہ اور خوشحال ہو گئے۔ اب دنیا کا کوئی انسان اس عبادت پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ روزہ کا حکم وقتی یا فاقہ کشی پر پردہ ڈالنے کی سیاسی تدبیر تھی۔ بلکہ فرضیت صوم کے خوش حال دور کے پیش نظر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس عبادت کا تعلق فاقہ کشوں سے زیادہ شکم سیر اور خوش حال لوگوں سے ہے۔ کیونکہ فاقہ کشی خود اپنی جگہ ایک قسم کی ریاضت اور نفس کشی ہے جو بے چارے غریب کو روزہ رمضان کے علاوہ بھی سال بھر کے بہت سے دنوں میں حاصل ہوتی رہتی ہے۔ البتہ عیش و عشرت کے متوالے اور دولت و ثروت کے نشہ میں مخمور طبقہ کو روحانی ریاضت اور نفس کشی کا زندگی کے کسی لمحہ میں بھی موقع نہیں ملتا۔ حالانکہ اسی طبقہ کو سب سے زیادہ روحانی اصلاح اور شفا کی ضرورت ہے۔ پس حق تعالیٰ نے روحانی جہاد اور ریاضت نفس کیلئے رمضان المبارک کے مہینہ میں روزہ کی عبادت فرض فرمائی۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ دوسرے احکام اور عبادتوں کی طرح روزہ کی ایک ظاہری شکل ہے' اور ایک اس کی روح در حقیقت حق تعالے کے یہاں کوئی نیکی اور بندگی اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک کہ اس میں روح اور اس کی حقیقت موجود نہ ہو۔ کھانے پینے اور ازدواجی تعلق سے باز رہنا روزہ کی ظاہری شکل اور اس کی صورت ہے۔ لیکن روزہ کی روح اور اس کی حقیقت روحانی ریاضت اور جذبات معصیت پر کنٹرول اور قابو پانا ہے۔ جس کو شریعت کی اصطلاح میں مجاہدہ" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے روزہ رکھا اور اس نے روزہ میں نہ جھوٹ چھوڑا اور نہ بری اور بیہودہ باتوں سے پرہیز کیا' تو اللہ کو اس کے روزہ کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ یعنی اللہ کی نظروں میں وہ روزہ روزہ کہلانے کا مستحق نہیں جس میں کھانا پینا تو چھوڑ دے مگر معصیت و گناہ نہ چھوڑے' کیونکہ روزہ کا مقصد اور روزہ کی حقیقت نفس پر کنٹرول اور ترک معصیت ہے۔ جذبات معصیت اور نفسانی تقاضوں پر قابو حاصل کے بغیر سیرۃ و کردار کی تعمیر تو کیا ہوتی کوئی شخص سوسائٹی کا مہذب فرد اور انسانی معاشرہ میں ایک متمدن شہری بھی نہیں بن سکتا۔ انسانی نفسیات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو قسم کے جذبات اور محرکات انسان میں بے پناہ قوت کے ساتھ ابھرتے ہیں اور عام طور پر یہی دو تقاضے اسے معصیت و گناہ کے غار میں دھکیل دیتے ہیں۔ ایک طلب اور خواہش کا جذبہ جو کسی مفید حسین اور جاذب چیز کو حاصل کرنے کے لئے دلوں میں ابھرتا ہے'

اور دوسرا غضب اور مدافعت کا جذبہ جو حصول مقصد اور کامیابی کی راہ میں کسی رکاوٹ اور رخنہ کو دیکھ کر راستہ سے دور کرنے کے لئے ابھرتا اور پیدا ہوتا ہے۔ اگر روحانی تربیت اور ریاضت نفس کے ذریعہ سے پہلے داعیہ اور جذبہ پر قابو نہ پایا جائے تو انسان حرص و طمع کے مظاہرہ میں جانوروں اور مویشیوں کو بھی شرما دے۔ اور اگر غیض و غضب کی مشتعل قوتوں کو نفس کشی سے کنٹرول نہ کیا جائے تو انسان وحشت و بربریت اور چنگیزی کا مجسمہ بن جائے۔ لہٰذا تعمیر انسانیت اور مہذب و متمدن بننے کے لئے ضروری ہے کہ روحانی تربیت اور ریاضت نفس اختیار کی جائے' جس کی بہترین اور کامل صورت روزہ کی عبادت ہے۔

تزکیہ نفس اور اخلاقی تربیت کے ماہرین حضرات صوفیہ نے لکھا ہے کہ تزکیہ نفس اور روحانیت کی مکمل اصلاح کے لئے چار قسم کی ریاضتوں کی ضرورت ہے کم کھانا' کم سونا' کم بولنا اور لوگوں سے کمی کے ساتھ ملنا۔ کیونکہ روحانی بیماریوں اور اس کے اسباب کا تجزیہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ زیادہ کھانے' زیادہ سونے' زیادہ بولنے اور زیادہ ملنے جلنے کی وجہ سے طرح طرح کی اخلاقی کمزوریاں اور بری عادتیں انسان میں پیدا ہوتی ہیں۔ زیادہ کھانے سے جسمانی بیماریوں کے علاوہ روحانی طور پر طبیعت میں سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ کیفیات بعض اخلاقی کمزوریوں کا یا کم سے کم عملی کوتاہیوں کا سبب بن جاتی ہیں۔ اس لئے اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لئے مختصر خوراک اور کم کھانے کا علاج تجویز کیا گیا۔ علیٰ ہذا کثرت نوم اور زیادہ سونا بھی انسان کے ذہن اور فکر کو کند کر دیتا ہے۔ اور روحانیت پژمردہ ہو جاتی ہے۔ پس قلت نوم اور کم سونا بھی اخلاقی اصلاح اور روحانی تربیت کے لئے ضروری اور ناگزیر ہوا۔ اسی طرح کثرت کلام اور زیادہ بولنا انسان کو خفیف اور غیر ذمہ دار بنا دیتا ہے' اور عام طور پر زیادہ بولنے سے روحانیت پست اور مردہ ہو جاتی ہے۔

دل ز پر گفتن بمیرد در بدن — گرچہ گفتارش بود در عدن

(زیادہ بولنے سے دل بدن کے اندر مر جاتا ہے۔ اگرچہ اس کی گفتگو عدن کے موتی ہی کیوں نہ بکھیر رہی ہو)

اس کمزوری کی اصلاح کے لئے تلاوت قرآن اور دور تجویز کیا گیا تاکہ اس طرح انسان ہر وقت کی بک بک اور زیادہ بولنے سے محفوظ رہ سکے۔ علیٰ ہذا غیر ضروری تعلقات اور میل جول کی کثرت بھی روحانی اور اخلاقی اعتبار سے اچھے نتائج پیدا نہیں کرتی۔ علماء اخلاق نے

اس موضوع پر کافی بحث کی ہے کہ غیر ضروری مراسم و تعلقات کیا کیا خرابیاں پیدا کرتے ہیں۔ اور اگر ہم انسانی زندگیوں میں گوناگوں انقلابات کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ تبدیلی اور انقلاب کا واحد سبب مراسم و تعلقات اور انسانوں کا باہمی میل جول ہے۔ نیکوں کی صحبت انسان کو نیک بناتی ہے' اور بروں کے ساتھ میل جول انسان کو برا بنا دیتا ہے۔ اسی لئے علماء اخلاق نے میل جول رکھنے کا یہ زریں اصول دیا ہے۔

اَلْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ وَالْجَلِیْسُ الصَّالِحُ خَیْرٌ مِّنَ الْوَحْدَۃِ

(یعنی برے آدمی کے ساتھ ہم نشینی اور رفاقت سے تنہائی اور خلوت بہتر ہے اور بھلے اور نیک آدمی کے ساتھ ہم نشینی خلوت و تنہائی سے بہتر ہے)

پس معلوم ہوا کہ غیر ضروری مراسم و تعلقات اور میل جول کی کثرت اخلاقی اور روحانی اعتبار سے ناپسندیدہ اور مضر ہے۔ پس میل جول کی کمی بھی روحانی و اخلاقی ریاضتوں میں ایک ریاضت اور علاج تجویز کیا گیا ہے۔ اور وہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے۔ جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت اور پابندی اختیار کی۔

روزہ کا یہ وہ اہم پہلو بھی ہے جو تزکیہ نفس اور روحانی تربیت سے متعلق ہے۔ روزہ کے بعض اور بھی قابل توجہ پہلو ہیں۔ وہ یہ کہ ہر عبادت کی ایک ایسی امتیازی شان اور خصوصیت ہوتی ہے جو دوسری عبادتوں میں نہیں پائی جاتی۔ مثال کے طور پر سر جیسی عظمت والی چیز زمین میں ڈال کر اظہار عبدیت کی جو شان نماز میں ہے وہ کسی دوسری عبادت میں موجود نہیں۔ مال و دولت کی محبت کو دل سے دور کرنے کی جو خاصیت زکوۃ میں ہے وہ اور کسی عبادت میں نہیں۔ اسی طرح روزہ بندہ اور خدا کے درمیان ایک مخفی راز ہے۔ جس کی کسی تیسرے کو خبر نہیں اور یہ خصوصیت روزے کے سوا کسی اور عبادت میں نہیں پائی جاتی۔ اسی لئے یہ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ مقبول عبادت ہے۔

اعتکاف!

رمضان کا آخری عشرہ اور اس کی عبادتیں

آخری عشرہ کی فضیلت و برتری باقی عشروں کے مقابلہ میں اس قدر زیادہ ہے کہ یہ عشرہ دوگنا اور دوچند قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کی راتیں بھی عبادتوں سے ایسی ہی پر ہیں جیسے کہ

اس کے دن عبادتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ آخری عشرہ کی عبادتوں میں سے ایک نہایت اہم اور روحانی اصلاح کے لئے اکسیر عبادت اعتکاف ہے۔ عربی میں اس لفظ کے معنی ہیں گوشہ گیری اور خلوت و تنہائی اختیار کرنا۔ جیساکہ قرآن کریم کی ایک آیت میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ

(یعنی تمہارے لئے ازدواجی تعلق روا نہیں ہے اس حالت میں کہ تم مسجد میں خلوت گزیں اور معتکف ہو)۔

شریعت کی اصطلاح میں اعتکاف سے مراد یہ ہے بہ نیت عبادت مسجد میں خلوت گزیں ہونا۔ کم سے کم ایک دن رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور ان کی راتیں' اعتکاف میں دن کا شمار غروب آفتاب سے لگاکر اگلے دن غروب آفتاب تک ہے۔ کیونکہ اسلام میں قمری نظام کے پیش نظر دن اور تاریخ کی ابتداء غروب آفتاب سے ہوتی ہے' اور اگلے دن غروب آفتاب پر ختم ہو جاتی ہے۔

اعتکاف کے بارے میں علماء نے تصریح کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آخری زندگی تک ہمیشگی اور مداومت اختیار کی اور کسی ایک سال بھی آپ نے ناغہ نہیں فرمایا۔ بلکہ بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اول عشرہ کا بھی اعتکاف فرمایا۔ پھر دوسرے اور تیسرے عشرے کا بھی۔ گویاکہ رمضان کے پورے مہینہ کا اعتکاف بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لیکن جس پر پابندی اور دوام اختیار فرمایا وہ آخری عشرہ کا اعتکاف ہے۔ اسی لئے فقہاء نے کہا ہے کہ اعتکاف موکدہ علی الکفایہ ہے۔ موکدہ سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اعتکاف کی اہمیت اور اس کے ضروری ہونے کو ثابت فرمادیا۔ اور علی الکفایہ سے مراد یہ ہے کہ اگر محلے کے کسی ایک مسلمان نے بھی اعتکاف نہ کیا تو محلے کے تمام مسلمان ترک اعتکاف اور ترک سنت کے گنہگار ہوں گے۔ البتہ کسی ایک شخص نے بھی سنت اعتکاف پر عمل کرلیا تو محلہ کے تمام مسلمان ترک سنت کے وبال سے بچ جائیں گے۔ لیکن کسی مسلمان کو وبال سے بچنے پر اکتفا اور قناعت نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ سعادتوں اور برکتوں کے حصول میں سب کو پیش قدمی اور مسابقت اختیار کرنی چاہئے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے اعتکاف کی بہت سی فضیلتیں اور اس کا اجر و ثواب بیان فرمایا ہے۔ مردوں کو اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا چاہئے جہاں پنج وقتہ نمازیں جماعت سے ادا کی جاتی ہوں۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ مسجد جامع میں اعتکاف کیا جائے۔ تاکہ جمعہ کی نماز کے لئے اعتکاف کی جگہ نہ چھوڑنی پڑے۔ عورتوں کیلئے بھی اعتکاف اتنی ہی اہم عبادت ہے جیسی مردوں کے لئے۔ البتہ عورتوں کو اپنے گھروں میں اعتکاف کے لئے خلوت کی کوئی جگہ بنالینی چاہئے۔ اور اسی جگہ اعتکاف کا پورا وقت گزارنا چاہئے۔

● اعتکاف کے لئے روزہ بھی ضروری ہے اور مسجد بھی۔ مسجد کی پابندی سے صرف عورتوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اور اعتکاف اپنی پوری پابندیوں کے ساتھ ایک دن کا ہو یا اس سے زیادہ کا ہر حال میں یہ اعتکاف کی ظاہری صورت اور قالب ہے۔ اس اہم عبادت کا ثواب یا اس کی تاثیر اسی وقت ظہور پذیر ہو سکتی ہے جب اعتکاف اپنی حقیقت اور روح کے ساتھ کیا جائے۔ اور اعتکاف کی حقیقت یا اس کی روح دینی اعتبار سے ناجنس اور ناموافق ماحول سے علیحدگی اور یکسوئی حاصل کر کے خلوت و تنہائی کو اختیار کرنا' قلب و ذہن کی توجہ کو اللہ کے ساتھ وابستہ کر دینا' معرفت خداوندی کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا اور ان کو ترقی دینا ہے۔ کیونکہ خلوت اور گوشہ نشینی تو فلاسفہ اور حکماء کی اصطلاح اور ان کا معمول رہا ہے' مگر اسلام کی نظر میں اشراقی حکماء کی یہ خلوت اور تنہائی روحانی اصلاح اور تربیت باطن کے لئے نہ صرف یہ کہ ناکافی ہے' بلکہ بعض اوقات اس سے مضر اور مہلک نتائج اور اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اشراقی حکماء اور جوگیوں میں خلوت سے اور انسانوں سے دور کسی غار اور کھوہ میں

● طرح الگ تھلگ بیٹھنا ہے کہ کوئی پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔ ممکن ہے کہ اس طرز اور طریقہ سے فکر کی ریاضت پوری ہو جائے اور اس ریاضی فکر سے طرح طرح کے عجائبات اور شعبدہ بازیاں ظاہر ہونے لگیں مگر روحانیت اور فکر کی وہ تعمیری تربیت اس خلوت سے نہیں حاصل ہو سکتی جو اسلام کا مقصد ہے اور جس کی تکمیل کی خاطر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اسلام کے پیش نظر فکر کی ریاضت سے نگاہوں کو فریب دینے والے حالات اور شعبدوں کا اظہار نہیں بلکہ فکر انسانی کی سب سے بڑی ریاضت یہ ہے کہ اس میں اللہ اور اللہ کا رسول رچ جائے۔ اور ماسوا اللہ سے فکر انسانی پاک ہو جائے۔ اسی لئے اسلام نے قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے ذریعہ سے کائنات عالم میں غور و فکر کی دعوت دی ہے۔

ان کائنات عالم میں غور و فکر کے بے شمار طریقے اور بہت سے انداز ہو سکتے ہیں' مثال کے طور پر اگر کسی سنسان راستے میں اونٹ کی مینگنی پڑی ہوئی نظر آئے تو اس پر غور و فکر کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آدمی اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس راستہ سے ضرور کوئی اونٹ گذرا ہو گا۔

ابھی اس راہ سے گذرا ہے کوئی
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

اور فکر کا یہ انداز بھی غلط ہے نہ قابل اعتراض۔

غور و فکر کا دوسرا انداز یہ ہے کہ اس کو کسی معمل اور تجربہ گاہ (لیبارٹری) میں لے جا کر اس کے اجزاء اس کی تاثیر اور اس کے نقصانات اور فائدوں پر غور کیا جائے کہ آیا کھاد کے اعتبار سے یہ مفید ہے یا مضر اور نباتات کے نشو نما میں یہ کہاں تک اثر انداز ہو سکتی ہے' غور و فکر کا یہ انداز بھی نہ معیوب ہے نہ قابل الزام بلکہ انسانی ضروریات میں معاون اور مفید ہے۔

علیٰ ہذا راستے میں پڑی ہوئی اونٹ کی مینگنی پر سوچ بچار کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انسان اس پر غور کرے کہ اونٹ ببول کے درخت اور پتے کھاتا ہے اور اس کا فضلہ پیٹ میں کروی اور گول شکل کیسے اختیار کر لیتا ہے۔ اس سے تشریح الابدان کا ماہر ڈاکٹر آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اندرون شکم بناوٹ اور ساخت کیسی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرز فکر سے بھی نہ کوئی نقصان ہے اور نہ اس میں کوئی برائی۔ مگر فکر و ذہن کے مذکورہ بالا تمام اندازوں کو جائز اور صحیح ماننے کے باوجود یہ بڑی حیرت کی بات ہے' بلکہ نعمت فکر کی انتہائی قدر ناشناسی اور ناشکری ہے کہ اس پر اس واضح انداز اور طریقہ سے غور نہ کیا جائے' کہ جس نے ایسا جانور بنایا اور جس نے پیٹ کے اندر فضلہ کے اجزاء کو ایسی ساخت اور بناوٹ دی اور جس نے اس کے فضلہ میں نباتات کے نشو و نما کے لئے اعلیٰ درجہ کی کھاد کی خاصیت عطا فرمائی' وہ خود کتنا بڑا احسن الخالقین اور دانا اور حکیم ہو گا۔ اہل فکر کی کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ اللہ کی ہر مخلوق پر ہر حیثیت سے غور کرنے کو تیار لیکن مخلوقات سے خالق کو پہچاننے اور خالق کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ حالانکہ اس کائنات میں اللہ نے آسمان و زمین میں جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان کی خواہ کتنی ہی خاصیتیں اور تاثیریں ہوں لیکن تخلیق کائنات کا سب سے بڑا مقصد معرفت اور خدا شناسی کی نشاندہی کرنا اور رہنمائی کرنا ہے۔ اسی لئے ایک مومن اور عارف ہر چیز کو اللہ کے وجود کی نشانی سمجھتا ہے۔ اور اس کی نظر میں وہ معرفت اور خدا شناسی کا زینہ

ہے۔ ایک گلقند بنانے والا عطار یا عطر فروش ممکن ہے کسی باغ اور چمن میں پھولوں کو دیکھ کر اپنی غرض اور اپنے مقصد کے بارے میں کسی نتیجہ پر پہنچے۔ لیکن ایک عارف اور ولی جس کو نہ دوا سازی سے کوئی واسطہ ہے اور نہ عطر سے پھولوں کو دیکھ کر اسے اپنے محبوب کی خوبو نظر آنے لگتی ہے۔

گلستاں میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا   تری ہی سی رنگت تری ہی سی بو ہے

یہی عارف اور اللہ کا ولی جب کسی کھیت سے گذرتا ہے تو زمیندار اور مزارع کی نگاہ سے نہیں معرفت کی نگاہ سے دیکھ کے بے ساختہ اس کے منہ سے نکل جاتا ہے۔

ہر گیاہے کہ از زمیں روید   وحدہ لاشریک لہ گوید

یہی وہ انداز فکر ہے جس کی تربیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عطا فرمائی۔ اور یہ تربیت حیات طیبہ اور اچھے کردار کی بنیاد ہے۔

پس اعتکاف حکماء اور فلاسفہ کی تجویز کی ہوئی رہبانیت یا جوگیوں کی خلوت و تنہائی کا نام نہیں ہے اسی لئے اعتکاف کا مقام اور اعتکاف کی جگہ پہاڑوں کی کھوہ اور ان کے غار نہیں تجویز کئے گئے' جہاں کسی انسان کا بھی گذر نہ ہو سکے۔ بلکہ محلّہ کی وہ مسجد یا جامع مسجد تجویز کی گئی جس میں پانچوں وقت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے اہل محلّہ یا اہل شہر آتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ' مسجد کی حالت یہ ہوتی ہے کچھ لوگ مغرب کے بعد صلوۃ اوابین میں مصروف ہیں' کچھ رات کو نماز تہجد میں مصروف ہوں گے' کچھ اشراق و چاشت کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے ہوں گے اور کچھ لوگ تلاوت قرآن اور دوسرے اذکار الٰہیہ میں مشغول ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ مقصد اعتکاف محض خلوت نہیں ہے بلکہ اللہ سے غافل کرنے والے ماحول کو چھوڑ کر اللہ والوں کے ماحول میں رہنا اور توجہ الی اللہ کو قائم کرنا ہے۔

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار
بگذارند و خم طرہ یارے گیرند

حکماء اشراقیین اور جوگیوں کی تجویز کی ہوئی خلوت' نہ صرف یہ کہ روحانی تربیت کے اعتبار سے پوری اور مکمل نہیں ہے' بلکہ اس میں بہت سی خرابیاں اور نقصانات بھی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کہ اس طرح کی خلوت سے ایک انسان تحصیل علوم اور کسب کمالات سے محروم رہتا ہے۔ کیونکہ علوم و فنون اور فیوض روحانی اہل علم اور اولیاء اللہ کے ساتھ صحبت

وہم نشینی اور اختلاط ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے باطن اور روحانیت کے اعتبار سے اس قسم کی خلوت و تنہائی میں انسان کی نظر صرف اپنے کمال اور اپنی ریاضت پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح عبادت کی راہ سے انسان میں کبر و نخوت اور غرور آجاتا ہے اور نخوت و پندار اللہ کی نظر میں اتنا بڑا مبغوض اور سنگین جرم ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے جنت میں داخلہ ممکن نہیں۔

حدیث میں آیا ہے۔

لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ

جنت میں وہ شخص ہرگز داخل نہ ہو گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو گا۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عظمت و کبریائی حق تعالیٰ کی ممتاز صفت اور مخصوص شان ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے اپنی اس خصوصیت کا اظہار قرآن کریم میں خود ہی فرمایا۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اور اسی کے لئے ہے کبریائی زمین اور آسمانوں میں اور وہی غلبہ والا حکمت والا ہے۔

پس جو شخص نخوت و غرور میں مبتلا ہے وہ عظمت و کبریائی میں شریک ہو کر اللہ سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ ابلیس اور شیطان کے گرنے اور مردود ہونے کی اصل وجہ بھی قرآن کریم نے اسی انانیت اور کبر و نخوت کو قرار دیا ہے۔

أَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِينَ

یعنی شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے شاید اسی آیت کا اس طرح ترجمہ کیا ہے۔

تکبر عزازیل را خوار کرد　　　　بزندان لعنت گرفتار کرد

پھر نخوت و پندار میں بھی وہ نخوت سب سے زیادہ بری اور معیوب ہے، جو حسن و جمال کی یا ثروت و کمال کی راہ سے نہیں، بلکہ عبادت و بندگی کی راہ سے انسان کے دل و دماغ میں داخل ہو جائے۔ کیونکہ بندگی کا اصل مقصد اور اس کا مطلب ہی اپنی انتہائی عاجزی و انکساری کا اظہار کرنا اپنے کو ہیچ در ہیچ سمجھنا اور اپنے اندر عبدیت کی شان پیدا کرنا ہے۔ لیکن اگر عبادت و بندگی سے اپنی بزرگی اور برتری اور بڑائی کا خیال پیدا ہو جائے تو مقصد بندگی فوت ہو

گیا۔

ادھر علماء اخلاق نے یہ لکھا ہے کہ کبرو خودپسندی تمام رذائل کی جڑ ہے۔ جس سے ہر قسم کی روحانی برائی اور اخلاقی خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا خلوت و تنہائی کی وہ شکل جس میں انسان صرف اپنے کمال اور اپنی بزرگی کو دیکھے' یقینی طور پر کبرو غرور اور نخوت پیدا کردے گی ۔ لیکن اگر اللہ کے نیک بندوں سے میل ملاقات اور اختلاط رکھے گا تو اپنے کمال کو دیکھنے کی بجائے دوسرے کے کمال کا مشاہدہ کرے گا۔ اور اپنے کمال سے نظر ہٹ جائے گی۔ پس اسلام نے روحانیت اور باطن کو نقصان پہنچانے والی خلوت و تنہائی سے بچایا ہے۔ اس کے علاوہ بسا اوقات خلوت و تنہائی میں وساوس اور برے خیالات انسان پر مسلط ہو جاتے ہیں اور جوں جوں تنہائی کا وقفہ بڑھتا جاتا ہے معصیت و نافرمانی کے خیالات بھی زور پکڑتے جاتے ہیں اور اس طرح کی خلوت روحانی اعتبار سے تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔

خیالات ناداں خلوت نشیں　　　بہم بر زند عاقبت کفرو دیں

پس اسلام نے جس قسم کی خلوت و تنہائی تجویز کی ہے وہ حکماء اشراقین کی خلوت اور جوگیوں کی تنہائی سے بہت اعلیٰ اور بلند ہے۔ جس کے لئے جنگل و بیابان اور پہاڑوں کے بجائے بستی اور شہر کی مسجد کو تجویز کیا گیا ہے' جس میں روزہ کی عبادت کو شرط قرار دیا گیا ہے ۔ اور جس میں نہ میل ملاقات کو ممنوع قرار دیا گیا اور نہ بولنے بات کرنے سے روکا گیا۔ بلکہ صرف ایسے ماحول ایسی فضا اور ایسی مصروفیتوں سے الگ تھلگ رکھا گیا ہے جو عام طور پر توجہ الی اللہ میں رکاوٹ بنی رہی ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے متعلق ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔

یَعْتَكِفُ الذُّنُوبَ

معتکف وہ ہے جو گناہوں سے علیحدگی اور گوشہ گیری اختیار کرے

صالحین اور اولیاء اللہ کے ساتھ جلوت و صحبت اس خلوت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ جس میں فیوض و کمالات سے بھی محروم رہے اور شیطان کے پھندے میں پھنسنے کا خطرہ بھی لاحق رہے۔ کسی عارف نے سچ کہا ہے۔

چو ہر ساعت از تو بجائے رود دل　　　بہ تنہائی اندر صفائی نہ بینی!

ورت مال و جاہست و زرع و تجارت　　　چو دل با خدا ایست خلوت نشینی!

اس سے قبل پیش کی جانے والی تشریح اور وضاحت سے یہ بات صاف ہو گئی کہ اشراقیین اور جوگیوں کی خلوت و تنہائی یا رہبانیت الگ چیز ہے' اور اعتکاف کی گوشہ گیری اور عزلت نشینی بالکل مختلف اور دوسری چیز ہے۔ اسی لئے اسلام میں لفظ بھی خلوت یا رہبانیت کا اختیار نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے لئے لفظ اعتکاف اختیار کیا گیا ہے۔ اور اس سے یہ حقیقت بھی سامنے آ گئی کہ اسلام کے پیش نظر حکماء اشراقیین کی طرح فکر میں کوئی غیر معمولی یافت پیدا کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس کے نزدیک فکر کی ریاضت یا فکر کی تربیت اور فکر کی وہ عبادت ملحوظ ہے' جس سے توجہ الی اللہ اور دھیان اللہ کی طرف ہمیشہ کے لئے قائم ہو جائے اس لئے اعتکاف کی غرض و غایت اور اس کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے محققین علماء نے لکھا ہے کہ مقصد اعتکاف تحنث اور فکر کی عبادت ہے۔ اس لئے کہ فکر کی عبادت پر انسانی زندگی کے انقلاب اور تعمیر اخلاق کا دارومدار ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی سے کچھ روز پہلے غار "حرا" میں تشریف لے جاتے تھے اور بیشتر وقت وہیں تنہائی میں گذار کر واپس آتے تھے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اس وقت تک نہ قرآن کریم کی کوئی سورۃ نازل ہوئی تھی کہ جس کی تلاوت آپ غار حراء میں کرتے ہوں نہ ابھی نماز کا حکم آیا تھا' کہ آپ تنہائی میں سر بسجود ہوں۔ پھر وہ کونسی عبادت تھی جس کے لئے آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے لئے کھانے پینے کا سامان بھی ساتھ کر دیا کرتی تھیں۔ غار حراء کی عبادت خالص فکر اور تحنث کی عبادت تھی جس کا مقصد تھا اللہ کا دھیان قائم کرنا۔ اور اللہ کو دل میں بسانا جس کو صوفیہ کی اصطلاح میں "مراقبہ" بھی کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ اعلیٰ روحانیت جو تربیت اور تزکیہ کی ضرورت سے بے نیاز اور اصلاح و درستگی کے الفاظ سے بلند و بالا تھی تنہائی و فکر کی عبادت سے آزاد اور بے نیاز نہ ہو سکی۔ چنانچہ غار "حراء" کی اس فکری عبادت کے علاوہ حق تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا۔

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ

اور جب آپ تبلیغی کاموں سے فارغ ہو جائیں تو عبادت میں لگ جائیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں

اس آیت میں دو قسم کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔ ایک کا تقاضا جلوت ہے اور دوسرے کا

تقاضا خلوت ہے۔ تعلیم دین اور تبلیغ احکام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا وہ فریضہ اور پیغمبرانہ کام ہے، جس کی تکمیل کے لئے آپ دنیا میں تشریف لائے' اور ظاہر ہے کہ یہ مجلس اور جلوت کے بغیر انجام نہیں دیا جا سکتا۔ دوسرا حال دھیان اور توجہ الی اللہ قائم کرنے سے متعلق ہے' جس کے لئے خلوت و تنہائی اور یکسوئی ناگزیر اور ضروری ہے۔ حالانکہ مجلس اور جلوت میں فرائض کی انجام دہی بھی خالصتاً اللہ کی عبادت اور توجہ الی اللہ ہے۔ مگر ایک توجہ تعمیل فرائض کی وساطت سے ہے اور دوسری توجہ براہ راست اور بغیر کسی واسطے کے ہے۔ حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں نبیؐ کے فرائض کی انجام دہی اور جلوت والی توجہ کو مقام نبوت کہا جاتا ہے اور بلاواسطہ اور براہ راست توجہ الی اللہ کو نبیؐ کے مقام ولایت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ہر وقت دینی اور نیک کاموں میں مصروف ہونے کے باوجود پھر بھی تنہائی اور یک سوئی میں اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ جس کا آیت میں مطالبہ کیا گیا ہے۔

عامر بن عبد قیس نے فرمایا کہ میں نے بہت سے صحابہ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ایمان کی روشنی فکر کی عبادت میں ہے۔ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک ساعت فکر کی عبادت' پوری رات کھڑے ہو کر عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

اس تحقیق کی بنا پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف اور عبادت کی ضرورت سب سے زیادہ ان لوگوں کو ہے جو اپنے کاروبار اور مشاغل میں اتنے منہمک ہیں کہ ان کو زندگی کے برے بھلے پہلو پر نہ سوچنے کا موقع ملتا ہے' اور نہ اپنی زندگی کا جائزہ لینے کا۔ اور اس طرح دنیا میں منہمک ہیں کہ سوتے وقت عالم خواب میں بھی ان کو دنیا کے وہی کاروبار دکھائی دیتے ہیں

ع چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

دنیا کے انہی متوالوں کے بارے میں اکبر الہ آبادی مرحوم نے ٹھیک کہا۔

موت کو بھول گیا دیکھ کے جینے کی بہار   دل نے پیش نظر انجام کو رہنے نہ دیا

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرات صوفیہ اور عارفین کے نزدیک اعتکاف کی غرض و غایت اور تحت فکر کی عبادت ہے' جو زندگی میں انقلاب اور صلاح پیدا کرنے کی بنیاد ہے۔ بعض دوسرے محققین علماء نے لکھا ہے کہ اعتکاف کا مقصد انتظار صلوٰۃ اور نماز کے لئے چشم

براہ رہتا ہے کیونکہ مسجد نماز اور جماعت کی جگہ ہے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز و جماعت کے انتظار میں کچھ دیر مسجد میں گزارے تو انتظار کی ساعتوں کا مجموعی وقت کل کا کل نماز میں شمار ہو گا۔ اور اس وقت کا ثواب بھی ایسا ہی ملے گا جیسا کہ نماز میں مشغول ہونے سے ملتا ہے۔ پس ایک معتکف جب مسجد میں ایک عشرہ کے لئے قیام کر لیتا ہے تو گویا وہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لئے منتظر اور چشم براہ ہے اور جب وہ اعتکاف سے فارغ ہوتا ہے تو اجر و ثواب کے اعتبار سے ایسا سمجھنا چاہئے کہ جیسے کسی شخص نے اکیسویں شب کو غروب آفتاب سے پہلے نماز کی نیت باندھی اور عشرہ کے آخری دن غروب آفتاب کے وقت سلام پھیرا۔ پس پورے عشرہ کے اعتکاف کا ثواب اتنی مقدار میں ملے گا جتنی مقدار میں مسلسل اتنی طویل اور لمبی نماز پڑھنے کا ملتا۔

بعض دوسرے محققین علماء نے اعتکاف کی حقیقت پر دوسرے انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اعتکاف درحقیقت یہ ہے کہ ایک بندہ اپنے آقا کے آستانہ پر اپنا بوریا بستر لے کر آ پڑا ہے کہ آخر کبھی نہ کبھی تو میری صدا سنی جائے گی اور کبھی نہ کبھی نظر کرم سے ضرور نوازا جاؤں گا۔

بقول امیر خسرو۔

خسرو غریب است و گدا افتادہ در کوئے شما
باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

پس معتکف آستانۂ خداوندی کا گدائے مبرم ہے۔ جس نے عہد کیا ہے کہ بغیر لئے اس آستانہ کو چھوڑے گا نہیں۔ اور اس آستانہ سے جو کچھ روحانی خزانے اور دولت ملے گی وہ دنیا و مافیہا کی دولت سے بہتر ہو گی۔

بعض دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ مقصد اعتکاف لیلۃ القدر کی تلاش اور جستجو ہے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاش لیلۃ القدر کے لئے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا' پھر دوسرے عشرہ میں اعتکاف کیا اور پھر تیسرے عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔ چونکہ لیلۃ القدر صرف اس مہینہ کی راتوں ہی میں مقدس اور بابرکت نہیں ہے' بلکہ خیر و برکت میں سال بھر کی کوئی رات بھی اس کی ہمسری اور برابری نہیں کر سکتی' اس کا پانا بہت بڑے شرف اور بہت بڑی فضیلت کو پالینا ہے اور وہ رمضان کے آخری

عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی سی ایک رات ہے۔ بعضوں نے جفت رات میں ہونا بھی نقل کیا ہے' لیکن مشہور اور صحیح قول یہی ہے کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے۔ اس کی تلاش اور اس کی جستجو کے لئے مسجد کا ایسا ماحول اختیار کیا جاتا ہے' جس میں غفلت کا امکان کم ہے' اور شب بیداری اور سحر خیزی کا امکان زیادہ۔ بہر صورت مذکورہ بالا مقاصد اور حکمتوں میں سے کوئی ایک مقصد بھی ہو اور یا ممکن ہے کہ تمام مقاصد اس میں شامل ہوں' اعتکاف اپنی جگہ نہایت اہم ہے اور زندگی کی کایا پلٹنے کے لئے نہایت اکسیر عبادت ہے۔ اس عبادت کے فوائد گنتی نہیں ہیں کہ الفاظ سے سمجھائے جا سکیں بلکہ چشیدنی ہیں کہ تھوڑی دیر خلوت و تنہائی میں اللہ کی طرف متوجہ ہو کر ایمان کی جلا اور ایمان کے نور کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ع ذوق ایں بادہ نہ دانی بخدا تانہ چشی

مذکورہ بالا وضاحت سے اگرچہ یہ بات بالکل صاف ہو گئی کہ اعتکاف ترک دنیا' رہبانیت یا حکمائے اشراقیین کی ریاضت فکر نہیں ہے' بلکہ خلوت در انجمن قسم کی ملی جلی عبادت کا نام ہے۔ پھر بھی مادی دور کی بے بنیاد مصروفیتوں میں کم فرصتی یا عدیم الفرصتی کا عذر ضرور پیش کیا جا سکتا ہے۔ متواتر اس کے لئے صرف اتنی گذارش ہے کہ اگر موسم بہار میں تبدیل آب و ہوا کے لئے کسی پہاڑ پر جانے کو وقت نکالنا بھی مصروفیتوں میں سے اہم مصروفیت قرار دیا جا سکتا ہے تو روحانی اعتبار سے تبدیل ماحول کرنے کے لئے تھوڑا سا وقت کیوں نہیں نکالا جا سکتا یاد رکھئے جسم اپنی تمام تندرستیوں کے باوجود ایک نہ ایک دن خاک ہو کر فنا ہو جائے گا۔ اور روحانیت یا روحانیت سے پیدا ہونے والا کردار ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے' شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے' اس شب میں فرشتے اور روح القدس یعنی جبرئیل علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اترتے ہیں' سراپا سلام ہے وہ شب اسی صفت و برکت کے ساتھ طلوع فجر تک۔

لیلۃ القدر

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی عبادتوں میں سے اعتکاف کے بعد دوسری اہم عبادت شب بیداری اور قیام لیلۃ القدر ہے۔ یوں تو زمانے کے اوقات اور اس کی ساعتوں میں سے شب کا حصہ بندگی اور تقرب کے لئے خاص قسم کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مگر پھر بھی سال بھر میں بعض راتیں نہایت مقدس اور محترم ہیں۔ جن میں سے ایک رات ماہ رجب کی ۲۷ ستائیسویں رات ہے۔ جس کو شب معراج کہا جاتا ہے۔ اور دوسری ماہ شعبان کی پندھرویں رات ہے۔ جس کو بعض مفسرین کے قول کی بناء پر سورہ دخان میں برکت والی رات کہا گیا ہے۔ اور تیسری رات ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں کوئی سی ایک رات ہے۔ جس کو شریعت نے متعین اور مقرر کر کے نہیں بتلایا۔ اس مقدس رات کے نام پر قرآن کریم میں ایک مستقل سورت نازل کی گئی' جس کا نام ہی سورۃ القدر ہے۔ سورۃ قدر میں اس رات کی پہلی خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں اللہ کی طرف سے کلام الٰہی اور قرآن کریم نازل کیا گیا۔ اور نزول قرآن کی یہ فضیلت خود اپنی جگہ اس قدر غیر معمولی اور عظیم الشان ہے کہ جس کی وجہ سے یہ رات سال بھر کی تمام راتوں میں سب سے زیادہ ارفع اور اعلیٰ ہے۔ نزول قرآن کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک صرف ایک رات میں کل کا کل قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ اور وہ لیلۃ القدر ہے اور آسمان دنیا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک تک تیس سال کی مدت میں رفتہ رفتہ اور تدریجی طور نازل ہوا ہے۔ لہذا نزول قرآن کی اصل افضلیت اسی شب قدر کو حاصل ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کے ایک شخص سمون یا شمعون نامی عابد و زاہد کا تذکرہ فرما رہے تھے جس نے ایک ہزار راتیں جاگ کر عبادت میں بسر کی تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حسرت و یاس کے انداز میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ؐ امت محمدیہ کا ظہور دنیا کی زندگی کے آخری حصہ میں ہوا ہے جب کہ نسبتاً عام انسانوں کی عمریں بھی کم اور مختصر ہو گئی ہیں۔ پھر کچھ حصہ بچپن اور بڑھاپے میں گزرتا ہے اور کچھ بیماری اور غفلت میں' تو ہمارے لئے یہ بات کسی طرح ممکن نہیں کہ

پچھلی امتوں کے عابدوں کی طرح ہمیں بھی طویل اور لمبی عبادتوں کا وقت مل سکے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس امت کا بڑے سے بڑا عابد و زاہد بھی دوسری امتوں کے عابدوں اور زاہدوں پر برتری اور فوقیت تو کیا حاصل کر سکے گا' برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اس امت کو جہاں اور بہت سی خصوصیتوں سے نوازا ہے وہاں یہ بھی اس امت کا طرہ امتیاز ہے کہ اللہ نے ایک ایسی رات عطا فرمائی ہے کہ جس میں جاگنا اور عبادت کرنا ہزار راتوں کے جاگنے اور عبادت کرنے کے برابر ہے اور وہ لیلۃ القدر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دوسری امتوں کے عابدوں اور زاہدوں نے ہزار راتوں کی ریاضت اور عبادتوں سے جو مقام اور جو درجہ حاصل کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام اور ایک امتی صرف ایک رات کی عبادت سے اس مقام اور اس درجہ کو پا سکتا ہے بلکہ اس سے بہتر پا سکتا ہے۔

ہر عبادت و طاعت میں ایک اس کی ظاہری اور محسوس شکل و صورت ہوتی ہے اور ایک اس کی غرض و غایت اور عبادت کا مقصود ہوا کرتا ہے' عمل عبادت مختصر ہو یا طویل' ہر طاعت کی غرض و غایت اور ہر عبادت کا مقصد اللہ کی نزدیکی اور اس کا قرب ہے۔

لیلۃ القدر کا ماحصل یہ نکلا کہ دوسری ملتوں کے عابد و زاہد طویل اور لمبی لمبی عبادتوں سے قرب کی جس منزل کو حاصل کرتے ہیں امت مسلمہ کو وہی منزل ایک مختصر سے لمحہ طاعت و بندگی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ پس قابل لحاظ عمل کی صورت و مقدار یا عمل کی محنت و مشقت نہیں ہے بلکہ مقصد قرب خداوندی ہے جو کسی کو طویل عمل پر میسر آتا ہے اور کسی کو چھوٹے اور مختصر عمل سے نصیب ہو جاتا ہے۔

منزل عشق بے دور و دراز است ولے
طے شود جادہ صد سالہ بآہے گاہے

لیلۃ القدر میں قدر کے علماء نے دو معنی لکھے ہیں ایک قدر و منزلت اور رتبہ دوسرے عظمت و شرف' اول معنی کے اعتبار سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہا گیا کہ نوع انسانی کے ہر عابد و زاہد کا مرتبہ قرب اور اللہ کے یہاں اس کی قدر منزلت کا ظہور ہوتا ہے۔ اور پورے سال میں قرب خداوندی کا جو مرتبہ عطا کیا جاتا ہے اس کی اطلاع ملائکہ اور فرشتوں کو دی جاتی ہے' بلکہ درجات قرب کے علاوہ دوسرے اہم امور کا تصفیہ اور فیصلہ بھی اسی

شب میں کیا جاتا ہے جیسے عمر، معاش، تندرستی اور موت و حیات۔ اسی لئے علماء کے ایک گروہ نے

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ

(اسی رات میں تمام حکیمانہ کام فیصل کئے جاتے ہیں)

والی رات کا مصداق بھی لیلۃ القدر ہی کی رات کو بتلایا ہے۔ اور یہ بالکل قدرتی بات ہے کہ جو وقت اور جو ساعت زندگی کے اہم امور کے فیصلہ کی ہوتی ہے اس میں صاحب معاملہ کو ہمہ تن التفات اور مجسم انتظار بننا پڑتا ہے۔ چنانچہ وہ شب جس میں سال بھر کے اہم امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے اس میں غفلت سے سونا اور کسی دوسرے لایعنی مشاغل میں مصروف رہنا ناپسندیدہ اور برا ہے۔ اور اس شب کا استقبال اور خیر مقدم کا طریقہ صرف شب بیداری اور عبادت ہے۔

دوسرے معنی کے پیش نظر لیلۃ القدر سے مراد عظمت و بزرگی اور شرف والی رات ہے۔ اور جہاں تک اس رات کی عظمت و بزرگی کا تعلق ہے اس کے لئے نزول قرآن کا شرف کافی ہے۔ علاوہ اس کے شرف کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اس رات میں غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک حق تعالیٰ کی تجلیات بندوں پر نازل ہوتی رہتی ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ غروب آفتاب کے بعد ہی سے حق تعالیٰ دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں۔ اور بندوں میں اپنی فیاضی کرم اور فضل کا اعلان فرماتے ہیں۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَىٰ سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا مِنْ مُسْتَرْزِقٍ فَأَرْزُقَهُ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ أَلَا كَذَا أَلَا كَذَا حَتَّىٰ يَطْلُعَ الْفَجْرُ (ابن ماجہ، بیہقی)

(ترجمہ):۔ اس رات کو اللہ تعالیٰ مغرب کے وقت سے آسمان دنیا پر اپنی رحمت کے ساتھ نزول فرماتا ہے اور یوں ارشاد فرماتا ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تو اس کو بخش دوں کوئی رزق مانگنے والا ہو تو اس کو رزق سے مالا مال کر دوں کوئی بیمار ہو تو اس کو صحت عطا کر دوں اسی طرح صبح صادق تک پکارتے رہتے ہیں۔

گویا کہ سال بھر کے تمام دن اور راتوں میں بندہ اپنے پروردگار کی جستجو اور تلاش میں رہتا ہے۔ اور الطاف و اکرام کا متمنی رہتا ہے۔ لیکن ایک رات ایسی بھی ہے کہ اللہ اپنے

بندوں کی طرف خود بخود متوجہ ہے۔ اور بندوں کو پکار پکار کر اپنی دین اور عطا سے نواز رہا ہے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ لِلّٰہِ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٍ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَھَا

(بلاشبہ تمہاری زندگی کے کچھ ایام میں اللہ کی خصوصی تجلیات ہیں تم ان کی طرف متوجہ رہو)

پس ایسی رات میں اور حق تعالیٰ کی خصوصی توجہ کے موقع پر غافل رہنا یا سو جانا ایک انسان کی سب سے بڑی کم نصیبی اور محرومی ہے۔

لیلۃ القدر کی عظمت و بزرگی اور اس رات کا شرف عظیم یہ بھی ہے کہ اس مبارک رات میں حق تعالیٰ نے ملائکہ اور فرشتوں کی تخلیق فرمائی جو مجسم خیر اور سراپا نور ہی نور ہیں۔ نیز علماء نے لکھا ہے کہ باغ بہشت اور جنت کو بھی اسی مبارک شب میں وجود عطا کیا گیا ہے۔ جو صالحین اور فرماں بردار بندوں کے لئے ابدی آرام گاہ ہے۔ اس رات کی عظمت اور فضیلت میں یہ امر بھی داخل ہے کہ اس میں حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق کے لئے خمیر تیار کیا گیا۔ اور مخلوقات عالم میں انسان سے زیادہ اشرف اور بزرگ ترین کوئی مخلوق نہیں پیدا کی گئی۔ نیز یہ کہ اس رات میں ملائکۃ اللہ اور ارواح کا نزول ہوتا ہے۔ گویا کہ اس مبارک رات میں عالم دنیا عالم بالا کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ اور فرش زمین پر عرش کے مقدس فرشتوں کا ورود ہوتا ہے' اور ملائکہ اور فرشتوں کے اجتماع کی وجہ سے زمین کا موسم اس طرح تبدیل ہو جاتا ہے کہ سخت سے سخت دل نرم اور موم ہو جاتے ہیں۔ اور بڑے بڑے نڈر اور بے باک لوگوں کے دل خوف الٰہی اور خشیت الٰہی سے پتے کی طرح کانپنے لگتے ہیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کا ایک سیلاب سا امنڈ آتا ہے۔ اسی وجہ سے اس رات کی عبادت میں وہ حلاوت و کیفیت ہے جو زمانہ کی کسی ساعت میں یا کسی شب میں موجود نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے۔ کہ عثمان بن ابی العاص کا ایک غلام تھا جس نے اپنی طویل زندگی جہاز رانی اور ملاحی میں گزاری تھی۔ اس نے عثمان بن ابی العاص سے کہا کہ میں نے دریا کے بے شمار عجائبات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔ ان میں ایک چیز سب سے زیادہ عجیب اور حیرت انگیز ہے' وہ یہ کہ سمندر کا کڑوا پانی سال بھر کی راتوں میں سے ایک رات میں شیریں اور میٹھا ہو جاتا ہے۔ عثمان بن

ابی العاص نے کہا کہ آئندہ جب بھی ایسا ہو تو مجھے ضرور اطلاع کرنا۔ تاکہ میں دیکھوں کہ وہ کونسی رات ہے اور اس رات کا کیا درجہ اور مقام ہے۔ چنانچہ ان کے غلام نے رمضان کی ستائیسویں شب کو خبر دی کہ یہ وہی رات ہے جس کے متعلق میں نے سمندر کا پانی میٹھا ہو جانے کی خبر دی تھی۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس رات حق تعالیٰ اپنی مخصوص شان رحمت کے ساتھ نزول اجلال فرماتے ہیں۔ میٹھا پانی رحمت خداوندی اور انعام کا مظہر ہے اور تلخ پانی عذاب الٰہی اور غضب کا مظہر ہے۔ پس حق تعالیٰ کی مخصوص شان رحمت سے اگر سمندر کا تلخ پانی میٹھا ہو سکتا ہے تو اس مخصوص رحمت خداوندی سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے گناہ اور معصیت اور نافرمانی کے ان اثرات کو زائل فرما دیں جو اس کے غضب اور عذاب کا سبب بن سکتے ہیں اور ان کے قلوب میں نرمی اور توبہ کی وہ کیفیت پیدا فرما دیں جو ان کے فضل اور بے پایاں رحم و کرم کا باعث بنے۔

لیلۃ القدر اپنی جامعیت اور عظمت کے لحاظ سے قبولیت کی ایسی مقدس رات قرار پائی کہ جس میں تھوڑی سی عبادت بھی برسہا برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اجر و ثواب کا دارومدار کسی کار خیر اور نیک عمل کے کمی بیشی اور مقدار پر نہیں ہے' بلکہ بعض اوقات چھوٹے سے چھوٹا عمل خیر اجر و ثواب کے لحاظ سے بڑی بڑی نیکیوں سے بڑھ جاتا ہے۔ اسی لئے کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی معمولی اور حقیر سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہئے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ہماری اس معمولی سی نیکی میں قبولیت کی ایسی شان پیدا ہو جائے کہ بڑے بڑے اعمال اس کے سامنے ہیچ اور بے وقعت ہو جائیں۔ کسی عمل میں اجر و ثواب کا چند در چند اضافہ بالعموم جگہ اور مقام کی خصوصیت کی بنا پر ہوتا ہے یا ساعت عمل اور اوقات کی تقدیس کی بنا پر ہوتا ہے۔ جیسے نماز کہ اگر گھر میں پڑھی جائے تو اس کا اجر و ثواب اور ہے اور جو مسجد میں ادا کی جائے تو اس کا ثواب گھر کی نماز سے کہیں زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ یہی عبادت نماز اگر بیت اللہ میں ادا کی جائے تو جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملے گا۔ کیونکہ گھر سے کہیں زیادہ مسجد میں اللہ کی تجلیات کا ظہور ہوتا ہے اور عام مسجدوں سے کہیں زیادہ مسجد حرام اور بیت اللہ میں تجلیات خداوندی کا ظہور ہوتا ہے' بلکہ خانہ کعبہ تجلیات خداوندی کا مرکزی مقام ہے۔ اسی طرح زمانہ کی بعض ساعتیں اور اوقات بھی ہیں' جیسے لیلۃ القدر کہ خداوند قدوس کے نزول اجلال

کی بنا پر اور ملائکۃ اللہ کے ورود کی وجہ سے اس ایک شب کی عبادت کا ثواب ہزار ہا راتوں کی عبادت سے کہیں زیادہ ہے۔

رہی یہ بات کہ عظمت و شرف کی یہ مقدس رات رمضان کی کون سی مخصوص اور معین رات ہے؟ سو روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات کا صحیح مصداق اور اس کی تعین وحی کے ذریعہ بتلائی گئی تھی۔ اور اس قسم کی خبر آپ کی پیغمبرانہ عظمت و بزرگی کے شایان شان بھی تھی۔ لیکن بعد میں امت کی حکیمانہ مصلحتوں کی خاطر آپ کے ذہن سے فراموش کرادی گئی اور اس طرح لیلۃ القدر کی تعین میں ابہام اور اخفا کی شان پیدا ہو گئی۔

اس نظام کائنات میں بعض مخصوص چیزیں انسانوں کے علم اور ان کی دانست سے مخفی رکھی گئی ہیں۔ جن میں خود بندوں کی بڑی بڑی مصلحتیں پوشیدہ ہیں جیسے حدیث میں آتا ہے کہ جمعہ کی ساعتوں میں سے ایک ساعت دعا کی قبولیت اور اجابت کی ساعت ہے لیکن اس مخصوص ساعت کو انسانوں کے علم سے مخفی اور پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ یا پانچ نمازوں میں صلوٰۃ وسطیٰ یعنی درمیانی نماز کی بڑی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ لیکن اس کی تعین پوشیدہ اور مبہم ہے۔ یا اسی طرح اللہ کے ناموں میں سے ایک نام "اسم اعظم" ہے، جس کے بڑے عجیب عجیب خواص ہیں مگر اس کی تعین کو مبہم اور مخفی رکھا گیا ہے اور جس طرح اللہ کا ولی اور اللہ کا مقرب بندہ یا وقت وفات اور ساعت قیامت ان سب چیزوں کو شریعت نے انسانی علم کے اعتبار سے غیر معین اور مخفی رکھا ہے اور مصلحت یہ ہے کہ اگر جمعہ کی ساعتوں میں سے قبولیت کی ساعت حاصل کرنا ہے تو اس کے حصول کے آسان طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کی تمام ساعتیں عبادت و بندگی میں گزاری جائیں یا "صلوٰۃ وسطیٰ" کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے اس احتمال پر کہ ہر نماز صلوٰۃ وسطیٰ کا مصداق بن سکتی ہے تمام نمازوں کی پابندی اور ان کا اہتمام کرنا چاہئے۔ ایسے ہی اللہ کے ناموں میں اسم اعظم کو تلاش کرنے کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ تمام اسماء الٰہیہ کو پڑھے اور ان کا ورد کرے۔ علیٰ ہذا اللہ کے مقرب اور ولی کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تمام انسانوں کو اپنے سے بہتر، نیک اور اللہ کا ولی سمجھے۔

پس لیلۃ القدر کے اخفاء میں بھی یہی مصلحت کار فرما ہے کہ ایک شب کی فضیلت حاصل کرنے کی خاطر رمضان کے آخری عشرہ کی تمام راتوں کو جاگ کر گزارنا چاہئے۔ کسی

عارف نے مخفی اور مجسم صورت میں ہمارا کیا عمل ہونا چاہئے اس کے متعلق بہت اچھا مشورہ دیا ہے۔

چو ہر گوشہ تیر نیاز افگنی ﴿ بہ ناگاہ بنی کہ صیدے کنی

اگر تمہارا مرغوب شکار کسی مخصوص اور معین جگہ پر نہیں ہے اور تمہیں اس کا حاصل کرنا ضروری ہے تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ شوق و نیاز کے تیر ہر سمت میں چلاؤ' تاکہ آخر کار وہ مرغوب شکار تمہیں مل سکے۔

اخفا اور ابہام کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ ایک شب کی خاطر پورا عشرہ شب بیداری' عبادت اور بندگی میں گذرتا ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ لیلۃ القدر ہر سال بدلتی رہتی ہے اور آخری عشرہ کی مختلف طاق راتوں میں دائر رہتی ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "لیلۃ القدر" کے لفظ میں نو حروف ہیں اور یہ لفظ سورہ قدر میں تین مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝

بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

پس مذکورہ بالا تین الفاظ کو ان کے حروف کی تعداد کے مطابق اگر نو سے ضرب دیا جائے تو ستائیس کا عدد نکلتا ہے۔ لہذا لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے اور یہی قول مشہور بھی ہے اور اکابرین سلف کا تعامل بھی اسی پر ہے۔

جس رات کی عظمت و تقدیس کی یہ شان ہے اور جس میں ایک لمحہ کی عبادت بھی بندہ کو اللہ سے قریب کر دیتی ہے۔ اس بارے میں غور کرنا پڑے گا اس میں کون سی عبادت اور کونسا عمل خیر اختیار کرنا چاہئے' کیونکہ صرف جاگنا یا جاگ کر لایعنی اور بیہودہ مشاغل میں لگ جانا اس رات کی سب سے بڑی ناقدری اور اپنی محرومی ہے۔ اس رات کی عبادت اور بندگی کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ اگر مجھے یہ رات مل جائے تو میں کونسی عبادت اور کونسا عمل اختیار کروں۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قُولِي اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي

(اے اللہ تو بیشک خطاؤں سے درگذر کرنے والا ہے اور معاف کر کے تو بہت خوش ہوتا ہے۔ پس میرے گناہوں کو بھی معاف کر دے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ اس شب میں کوئی مخصوص اور معین قسم کی عبادت نہیں ہے بلکہ ہر قسم کی عبادت اختیار کی جا سکتی ہے خواہ وہ نوافل کی قسم سے ہو یا تلاوت قرآن' یاد الٰہی میں مصروف ہو یا انسانوں کی ہمدردی اور غمزاری میں البتہ حضرت عائشہ صدیقہ کے سوال کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ ارشاد فرمائے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ توبہ واستغفار اور دعا اس رات کی خاص عبادتیں ہیں۔ کیونکہ ارشاد نبویؐ سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حق تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور بندوں کو پکار پکار کر مانگنے اور دعا کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔

تاکہ حق تعالیٰ ایک طرف خطاؤں کو بخش دیں اور دوسری طرف دعاؤں کو قبول فرمالیں۔ ویسے بھی آقا سے قریب ہونے کا موقع دعا کے لئے سب سے مبارک موقع ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ میرے بارے میں پوچھتے ہیں کہ آیا وہ قریب ہے یا دور' تو آپ ان کو بتلا دیجئے کہ میں صرف قریب ہی نہیں ہوں بلکہ۔

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

(تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں)" اور اظہار قرب کے بعد حق تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا کہ تم اپنی اپنی عرضیاں اور درخواستیں لے کر میرے پاس آؤ' میں انہیں قبول کروں گا۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا

(منظور کر لیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی بلکہ وہ میرے حضور میں درخواست دے سوان کو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں۔)

پس قرب کا سب سے بڑا تقاضا اللہ سے مانگنا اور دعا کرنا ہے۔ مگر درخواست دینا یا دعا مانگنا اس وقت تک مفید نہیں ہے جب تک کہ معصیت کے سیاہ داغ اور گناہ کے دھبے دور نہ ہو جائیں۔ جس کا طریقہ توبہ اور استغفار ہے۔ کیونکہ ہر گناہ اور معصیت جس سے دنیا کا نہ کوئی انسان خالی ہے اور نہ ہو سکتا ہے اللہ اور بندے کے درمیان حجاب اور پردہ بن جاتا

ہے۔ اور جب تک کوئی بندہ اپنے اور خدا کے درمیان حائل شدہ دیوار کو دور نہیں کرتا' اس وقت تک نہ کسی عبادت وطاعت میں نور پیدا ہوتا ہے اور نہ عبادت کے ذریعہ سے قرب میسر آتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہمارے کسی خورد اور چھوٹے سے ہماری شان میں گستاخی ہو گئی یا کسی نوکر اور ملازم نے آقا کی نافرمانی کی تو اظہار معذرت کے بغیر وہ خورد اور ملازم جتنی خدمت اور کام کرے گا' اس سے ملازم و آقا یا خورد بزرگ کے دلوں میں شگفتگی اور پذیرائی پیدا نہیں ہو سکے گی' کیونکہ نافرمانی اور گستاخی کا حجاب سد راہ بنا ہوا ہے اور اس حقیقت کی طرف وہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے۔ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ

خاک آلودہ ہو ناک اس کی' خاک آلودہ ہو ناک اس کی' بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس خفگی اور محرومی کا اظہار کس کے لئے ہے تو آپ ؐ نے فرمایا کہ جس جوان بیٹے نے اپنے بوڑھے اور معذور ماں باپ کو پایا اور محتاج ہونے کے باوجود اس بیٹے نے اپنے ماں باپ کی خدمت نہیں کی تو وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔ اور اللہ کی رحمت سے محروم رہے گا۔

ویسے بھی توبہ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی برتن کو قلعی کرنے کے لئے پہلے مانجھنا اور اس کے میل کچیل کو زائل کرنا اور دعا کی مثال ایسی ہے جیسے اس پر قلعی اور پالش کرنا جس طرح برتن پر پالش وغیرہ کی رونق اور آب و تاب اسی وقت ظاہر ہو سکتی ہے کہ پہلے اس کے میل اور زنگ وغیرہ کو دور کر دیا جائے۔ اسی طرح دعا کے اثرات اور عبادت کا نور بھی اسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے کہ پہلے توبہ کے ذریعے معصیت اور گناہ کے میل کچیل اور زنگ کو دور کر لیا جائے۔

توبہ و استغفار

لیلۃ القدر میں ہر قسم کی عبادت جائز اور روا ہونے کے باوجود اس کی مخصوص اور اہم عبادتیں دو ہیں۔ ایک توبہ و استغفار اور دوسری دعا۔ اور ان دونوں عبادتوں میں توبہ دعا سے مقدم ہے۔ جیسا کہ پچھلی سطروں میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔

باقی لفظ توبہ عام و خاص کی زبانوں پر جس قدر کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ اسی قدر لوگ اس کے مفہوم اور اس کی حقیقت سے نا آشنا اور دور ہیں۔ کیونکہ عام طور پر توبہ سے مراد زبان سے لفظ توبہ کا اظہار سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ توبہ کا تعلق زبان سے زیادہ قلب اور باطن سے ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات میں ارشاد فرمایا ہے کہ زبان سے توبہ کرنا اور دل کا اس کے ساتھ شامل نہ ہونا یہ توبہ نہیں بلکہ توبہ و استغفار کا مضحکہ اور اس کے ساتھ استہزا ہے اور اپنی جگہ ایسی توبہ خود ایک سنگین جرم ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اسی موقف کے لئے کسی عارف نے کہا ہے۔

سبحہ برکف توبہ برلب دل پراز ذوق گناہ
معصیت راخندہ می آید بر استغفار ما

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ کی حقیقت اس طرح ارشاد فرمائی ہے کہ:

اَلتَّوْبَةُ نَدَمٌ وَهُوَ تَحَرُّقُ الْحَيَاءِ عَلَى الْخَطَاءِ وَتَلَوُّ الْقَلْبِ عَلَى الْإِثْمِ

یعنی توبہ کی روح اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے دل اور ہمارے باطن خجالت اور شرمندگی سے اس طرح ڈوب جائیں کہ معصیت و خطا پر دلوں میں ایک قسم کی بے کلی اور بے چینی پیدا ہو جائے۔ اور ایسی کھرچن سی لگ جائے کہ تلافی مافات میں کوشاں اور سرگرداں ہو جائیں۔

ظاہر کہ کہ اس قسم کی کیفیت کا تعلق زبان سے نہیں دل سے ہے اور جب تک دل میں خجالت و شرمندگی نہ پیدا ہو اس وقت تک توبہ کا مفہوم ہی حاصل نہیں ہوتا۔

متکلمین اسلام بالخصوص امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تین چیزوں کے مجموعہ کا نام توبہ ہے۔ ایک ترک معصیت' دوسرے صدور فعل پر ندامت و شرمندگی' اور تیسرے مستقبل میں اس گناہ سے باز رہنے کا آہنی عزم۔ ان تینوں اجزاء میں اہم جز ندامت و شرمندگی اور دل کی بے کلی ہے۔ اسی کیفیت پر اللہ کی مغفرت اور شان رحمت متوجہ ہو جاتی ہے۔ اور جرم کے داغہائے سیاہ کو مٹا کر صاف کر دیتی ہے۔ اور توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے نومولود اور معصوم بچہ' جو ابھی ابھی شکم مادر سے پیدا ہوا ہو۔

حدیث میں آتا ہے

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ

(گناہ سے توبہ کرنے والا مثل گناہ نہ کرنے والے کے ہو جاتا ہے۔)

قرآن کریم میں ایک سورۃ توبہ کے نام سے نازل ہوئی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے کعب بن مالک ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع جیسے جلیل القدر صحابہ کی توبہ اور حق تعالیٰ کی طرف سے قبول توبہ کا واقعہ بیان کیا ہے۔ یہ تینوں جلیل القدر صحابی بڑے مخلص اور جاں نثار مسلمان ہیں۔ لیکن غزوہ تبوک میں امروز و فردا کے التوا کی بنا پر شرکت نہ کر سکے۔ حق تعالیٰ کے حکم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو ان تینوں سے مقاطعہ اور سلام و کلام بند کرنے کا حکم دے دیا۔ اور آپ نے خود بھی ان سے کنارہ کشی اور علیحدگی اختیار فرمائی۔ تینوں جاں نثار عاشقوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم تو دیکھی تھی لیکن چشم غضب سے واقف نہ تھے ؎

ہم نے الفت کی نگاہیں دیکھیں جانیں کیا چشم غضبناک کو ہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجسم رحمت ہونے کے ساتھ ساتھ معلم اخلاق اور مربی بھی تھے۔ اور تعلیم و تربیت میں سرزنش اور تنبیہ بھی ایسی لازمی اور ضروری ہے جیسے اولاد یا شاگرد کے ساتھ شفقت و محبت۔ کسی عارف نے اس موقع پر خوب کہا ہے۔

وہی نگاہ جو رکھتی ہے مست رندوں کو
غضب یہ ہے کہ کبھی محتسب بھی ہوتی ہے

یہ تینوں جاں نثار صحابہ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کی کوتاہی میں ندامت میں غرق تھے اور ہر وقت ان کا دل بھی روتا تھا اور آنکھیں بھی۔ چنانچہ اللہ کی سنت کے عین مطابق اس کی رحمت و مغفرت جوش میں آگئی اور پورے پچاس دن بعد وہ آیت نازل ہوئی جس میں ان تینوں کی توبہ قبول کرنے کا اعلان کیا گیا۔

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب یہ نوبت پہنچی کہ زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا کی گرفت سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جاوے' پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع رہا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والا

مندرجہ بالا واقعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قبول توبہ کا دارومدار زبان اور الفاظ پر نہیں ہے' بلکہ دل کی بے چینی' بے کلی اور شرمندگی پر ہے پھر معصیت و گناہ کا بڑے سے بڑے انبار ہی کیوں نہ ہو چشم زدن میں صاف ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی شخص نے اتنے گناہ کیئے کہ روئے زمین اس کے گناہوں سے بھر گئی اور پھر وہ اللہ کی بارگاہ میں ندامت و شرمندگی کا اظہار کرے یعنی توبہ کرے تو حق تعالیٰ اتنی بڑی مقدار میں مغفرت لے کر آتے ہیں کہ اس سے زمین و آسمان دونوں بھر جاتے ہیں اور کسی گناہ گار کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ میرے گناہ بہت ہیں یا کئی مرتبہ توبہ کر کے توڑ چکا ہوں تو اب اللہ کی بارگاہ میں کیسے حاضر ہوں' محض شیطانی وسوسہ اور رکاوٹ ہے۔ جو بندہ کو خدا سے قریب نہیں ہونے دیتی اس پر کبھی التفات نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ نبی اور پیغمبر کے سوا کوئی شخص بھی خطاؤں سے خالی نہیں ہے۔ انسان بار بار توبہ کر کے گناہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر مرتبہ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں اور ایسے ایسے باغی مجرموں کو حق تعالیٰ بخش دیتے ہیں جن کے سنگین جرائم کو دیکھ کر مغفرت اور بخشش کا خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ بقول داغ دہلوی مرحوم۔

داغ کو بھی جو تو نے بخش دیا
پھر جہنم کو کیا دیا تو نے

لیلۃ القدر کی اہم عبادتوں میں سے توبہ کے بعد دوسری عبادت دعا اور اللہ سے مانگنا ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو عبادت کی روح اور مغز فرمایا ہے۔ ارشاد نبوی کے الفاظ یہ ہیں۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

(دعا عبادت کا مغز ہے)

قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے ان لوگوں پر شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے جو اپنے آپ کو دعا سے بالاتر اور برتر سمجھتے ہیں یا دعا سے گریز کرتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝

(تحقیق وہ لوگ کہ تکبر کرتے ہیں عبادت میری سے شتاب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر)

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں عبادت سے مراد دعا اور سوال کرنا ہے ارشاد خداوندی کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ اللہ سے مانگنے اور دعا کرنے سے کتراتے ہیں یا اپنے آپ کو بلند و بالا سمجھتے ہیں وہ عنقریب نار جہنم میں داخل ہوں گے۔

عبادت دعا میں دو پہلو خاص طور پر قابل التفات ہیں۔ ایک اپنی جگہ دعا کا فریضہ ہے جو ہر بندہ پر اظہار بندگی کے لئے عائد کیا گیا ہے قطع نظر اس سے کہ دعا کا نتیجہ اور انجام کیا ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے اجابت دعا کا حاصل اور اس کا نتیجہ۔ دعا کرنا اور مانگنا بندہ کا کام ہے جس کا مقصد اپنی بے چارگی اور بندگی کا اظہار ہے۔ اور قبول کرنا نہ کرنا یہ اللہ کا کام ہے۔ اگر کسی شخص نے دعا مانگی اور قبول نہ ہوئی تو فریضہ دعا کی ادائیگی کی سعادت اس کو بہر حال حاصل ہو گئی اور اگر کسی نے سرے سے دعا ہی نہ مانگی تو وہ سعادتوں سے محروم ہو گا۔ ایک فریضہ دعا کی ادائیگی اور دوسرے اجابت و قبولیت۔

حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ کا ارشاد ہے۔

محروم گشتن از دعا سخت تر از حرمان اجابت

پس بندہ کا فریضہ قبولیت و عدم قبولیت کے خیال سے بے نیاز ہو کر صرف مانگنا اور دعا کرنا ہے' اور اس کی ضمانت اللہ نے خود اپنے کلام میں دی ہے کہ وہ بندہ کی دعا کو لامحالہ اور یقینی طور پر قبول کر لیتا ہے' ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ

یعنی میں مانگنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے مانگے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ

یعنی تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

پس ایک مسلمان کو قرآن کریم کی ان آیتوں کی روشنی میں بحیثیت مسلمان کے یہ عقیدہ رکھنا لازمی اور ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا کو ضرور قبول کرتا ہے۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ کسی کی دعا کو قبول نہ کرے۔ جب کہ اس نے خود ہی بندوں کو مانگنے اور سوال کرنے کی دعوت دی ہے۔ اگر کوئی بااختیار حاکم کسی شخص کو عرضی دینے کی تحریک از خود کرتا ہے تو

پھر عرضی کو رد کر دینا شرافت و مروت کے خلاف ہے تو حق تعالیٰ جو احکم الحاکمین ہیں اور اپنے بندوں کا پکار پکار کر عرضی پیش کرنے اور سوال کرنے کی دعوت دے رہے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ عرضی پیش کرنے پر وہ اسے رد کر دیں۔ پس ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا کو ضرور قبول کرتا ہے۔ البتہ خداوند قدوس کی بارگاہ میں عرضی پیش کرنے کی کچھ شرائط اور آداب ہیں۔ جن پر قبولیت اور عدم قبولیت کا دارومدار ہے۔ سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ عرضی ایسے مقصد اور مدعا کے لئے پیش کی جائے جو اللہ اور اس کے رسول ؐ کی نظروں میں جائز اور مباح ہو۔ کسی ناجائز اور حرام مدعا کا سوال گستاخی اور شوخ چشمی کے مترادف ہے۔ جس پر قبولیت کی امید سے زیادہ عذاب الٰہی کا اندیشہ اور اس کے وبال کا ڈر ہونا چاہئے۔ اسی سلسلہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ جو چیز اللہ سے مانگی جا رہی ہے اس کے حاصل ہونے کے اسباب اور اس کی بنیادی تدابیر پہلے پہلے اختیار کرنی چاہئے۔ کیوں کہ عالم اسباب کے حکیمانہ نظام کے خلاف مانگنا خود اللہ کے نظام کی توہین ہے۔ الا یہ کہ تصدیق نبوت کے لئے عالم اسباب سے بلند ہو کر خداوند تعالیٰ کی قدرت کا اظہار مقصود ہو جس کو معجزہ کہتے ہیں اور جو نبی کے لئے مخصوص ہے۔ دعا کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ دعا مانگنے والا ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اور لگ لپٹ کر دعا مانگے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَجِیْبُ الدُّعَاءَ عَنْ قَلْبٍ لَاہٍ

کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی دعا کو قبول نہیں فرماتے جس کی زبان پر دعا کے الفاظ ہوں اور دل اس کا اللہ سے غافل ہو۔

احکام و مسائل
رمضان المبارک و صدقۃ الفطر

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا۔ اس توقع پر کہ تم روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ متقی بن جاؤ۔

روزہ کے احکام

روزہ ہر عاقل اور بالغ پر فرض ہے' پاگل اور نابالغ بچے اس عبادت کے مکلف نہیں ہیں۔ مگر قریب البلوغ بچوں کو نماز کی طرح روزہ کی عادت بھی ڈلوانی ضروری ہے۔ صوم کے اصل معنی رکنے کے ہیں شریعت کی اصطلاح میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے آپ کو بہ نیت عبادت کھانے پینے اور صحبت سے بچائے رکھنا روزہ کہلاتا ہے۔ حیض و نفاس کے ایام میں عورتوں کے لئے روزہ کی ممانعت ہے' بعد میں ان ایام کی قضا ضروری ہے۔ روزہ کے لئے نیت یعنی دل کے ارادہ کا ہونا شرط ہے' بغیر نیت کے روزہ نہیں ہوتا' زبان سے نیت کے الفاظ کہہ لینا بہتر ہے۔ نیت کے الفاظ یہ ہیں۔ نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

روزہ سے معذوری کے حالات

مسافر شرعی' وہ مریض جس کے روزہ رکھنے سے مرض بڑھ جانے' صحت ہونے میں دیر لگ جانے یا ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں جن کو خود اپنا یا اپنے بچہ کا اندیشہ ہو' ان سب کو جائز ہے کہ رمضان میں روزوں کو ملتوی کر دیں اور عذر دور ہونے پر بعد میں ان کی قضا کریں۔ مگر جسمانی اور روحانی نقصان کا اندازہ قائم کرنے میں خود اپنی رائے معتبر نہیں ہے بلکہ کسی ماہر طبیب و ڈاکٹر کی شہادت ضروری ہے جو مسلمان ہو اور دیندار بھی۔ اگر معالج غیر مسلم ہے یا روزہ خور مسلمان ہے اور وہ روزہ رکھنے سے منع کرتا ہے تب بھی کسی مسلم اور دیندار طبیب سے بطور مشورہ تصدیق کرانا ضروری ہے۔ وہ بوڑھا جو بڑھاپے کی ایسی حد میں پہنچ گیا ہے کہ اب روزہ کی طاقت نہیں ہے اور نہ آئندہ طاقت آنے کی امید ہے تو اس کو اپنے روزہ کا فدیہ دینا چاہئے۔ یعنی ہر روزہ کے عوض دونوں وقت کا کھانا کسی مسکین کو کھلا دینا یا ایک شخص کے فطرہ کے برابر غلہ یا نقد دے دینا۔

جن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

روزہ کی حالت میں اگر قصداً ایسی چیز کھالی یا پی لی جو بطور غذا یا دوا کے استعمال ہوتی ہے۔ یا صحبت کا ارتکاب کیا تو ایسی حالت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی قضا و کفارہ دونوں ضروری ہیں' روزہ کا کفارہ لگاتار ساٹھ روزے رکھنا ہے' اگر درمیان میں کوئی روزہ ناغہ ہو گیا

تو از سر نو رکھنا۔ ہاں ایام حیض میں ناغہ تواتر کے خلاف نہیں لیکن نفاس سے وہ تواتر باقی نہیں رہتا۔ اگر روزہ بھی نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا نقد ہر مسکین کو بقدر صدقہ فطر کے دے دے۔ کھانا خواہ ایک دم کھلائے یا مختلف اوقات میں اور اگر کوئی ایسی چیز کھائی جس کا استعمال بطور غذا یا دوا کے نہیں ہے تو روزہ کی صرف قضا ضروری ہے کفارہ نہیں' اسی طرح کان یا ناک میں پچکی دوا ڈالنا' انیما لینا یا کسی اور ذریعہ سے اجابت کے مقام سے دوا پیٹ میں پہنچانا' قصداً منہ بھر کر قے کرنا اور سگریٹ و سگار اور حقہ پینا وغیرہ نیز وہ چیزیں جن سے دھواں منہ میں لیا جائے استعمال کرنا حتی کہ دھونی لینا بھی کلی کرتے وقت یا منہ دھوتے وقت بلا قصد حلق میں پانی چلا جانا ان سب صورتوں میں روزہ فاسد ہو گیا' صرف قضا لازم ہو گی' کفارہ واجب نہیں' لیکن افطار کے وقت تک بقیہ وقت بھی روزہ کی طرح گذارنا چاہئے۔

جن باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

ٹوتھ پیسٹ' ٹوتھ پاؤڈر یا کوئی اور منجن استعمال کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر مکروہ ہے۔ لہٰذا پرہیز کرنا ضروری ہے۔ ہاں مسواک کرنا' تیل لگانا' سرمہ لگانا یا مہندی لگانا' عطر سونگھنا' بھولے سے کھا پی لینا بلا قصد قے ہو جانا' بلا قصد گرد و غبار' دھواں وغیرہ حلق میں چلا جانا انجکشن لگوانا نہ مفسد صوم ہیں نہ مکروہ' ہاں طاقت کا انجکشن جو اس لئے لگوایا جائے کہ روزہ معلوم نہ ہو خلاف اولیٰ ہے' جس کو نفس پر قدرت ہو اس کے لئے بیوی کے پاس اٹھنے بیٹھنے میں حرج نہیں جس کو اپنے نفس پر قابو نہ رہنے وغیرہ کا خوف ہو اس کو اجازت نہیں' اگر تھوک کے ساتھ خون پیٹ میں جاتا محسوس ہو تو اگر خون تھوک پر غالب ہے تو روزہ جاتا رہا' اس کی قضا ادا کرے۔ اگر خون معمولی ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوا۔

افطار و سحر کے آداب

روزہ رکھنے کے لئے سحری کھانا مسنون اور ثواب ہے' سحری آخری وقت کھانا اور اول وقت افطار افضل ہے' کھجور سے روزہ افطار کرنا سنت ہے یا کم از کم شیریں چیز سے۔ افطار کی دعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ اور روزہ کھولنے کے بعد یہ دعا پڑھیں:۔ ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ

تسہیل المواعظ

دعوۃ الحق
سلسلہ نشرواشاعت نمبر 159

تسہیل المواعظ

از: مولانا انوار الحق صاحب مرحوم امروہی رحمۃ اللہ

رمضان کا خالص رکھنا

تسہیل

بعد نظر اصلاحی: حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ
محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ
نور اللہ مرقدہ

اس تسہیل المواعظ کے متعلق حضرت حکیم الامتؒ کا ارشاد

احقر کا مشورہ ہے کہ مثل بہشتی زیور کے کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیے اس کا نفع گھر والوں کی درستی میں بہت جلد آنکھوں سے نظر آجاتے گا۔ ان شاء اللہ تعالے

زیر سرپرستی: یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ پوسٹ بکس نمبر: 2074 جامع مسجد قدسیہ
بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہ قائد اعظم لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 ☎ 042 - 6373310
042 - 6370371

ناشر: انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)
نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54920 ☎ 042-6861584-042-6551774

دو جہاں کی راحت کی کنجی

رکھ ہمیشہ نظر میں دو باتیں
اے دو عالم کی خیر کے طالب
طبع غالب نہ عقل پر ہو کبھی
اور نہ ہو عقل شرع پر غالب

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

صفحہ نمبر ۱

تسهيل المواعظ

○

رمضان کا خاص رکھنا

○

حکیم الامّت مجدد الملّت مولانا
شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب
نوّر اللہ مرقدہٗ

ناشر:

انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ) نغیر آباد - باغبان پورہ - لاہور پوسٹ کوڈ: 54920
فون :- 6551774 -
Mobile:0300-9489624 E-mail: dramuqueem@yahoo.com

سلسلہ نشر اشاعت 159

نام کتاب ——— تسہیل المواعظ

عنوانِ وعظ ——— رمضان کا خالص رکھنا

واعظ ——— حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہ

تسہیل ——— مولانا انوار الحق صاحب امروہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کتابت ——— محمد علی زاہد لاہور

ملنے کے پتے

لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
جامع مسجد قدسیہ بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہ قائد اعظم لاہور۔ پوسٹ بکس نمبر: 2074
پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 فون: 042 - 6373310
E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنہ
نصیر آباد ۰ باغبانپورہ ۰ لاہور
پوسٹ کوڈ نمبر 54920 فون: 042 - 6551774

زیرِ نگرانِ اشاعت
ڈاکٹر عبد المقیم
خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
32۔ راجپوت بلاک نصیر آباد باغبانپورہ لاہور پوسٹ کوڈ نمبر 54920 فون: 042 - 6551774
Mob: 0300-0321-0334-0313-9489624 ,

فہرست

رمضان کا خالص رکھنا

منتخب از تطہیر رمضان وعظ اوّل دعوات عبدیت جلد دوم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ ط وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ط وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا - اَمَّا بَعْدُ

چونکہ رمضان شریف کا زمانہ نزدیک آگیا ہے اس لیے مناسب ہے کہ اس کے کچھ حکم بیان کر دیئے جائیں - یہ تو سب کو معلوم ہے کہ روزہ فرض ہے اس کے تو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور ایسے ہی تراویح کو بھی سب لوگ جانتے ہیں کہ ضروری ہے اس کے بھی بیان کرنے کی حاجت نہیں -

روزہ میں بُرے کام کرنے کیسے ہیں

ہاں اسبات کے بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ بعض لوگوں نے اس مہینہ میں کچھ بری باتیں بڑھا رکھی ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں کو یا بالکل علم نہیں یا ہے تو مگر کم ہے یا جانتے بھی ہیں مگر احتیاط نہیں کرتے بڑے

تعجب کی بات ہے کہ اس مہینہ میں بھی بُرے کاموں سے نہیں رکتے سوچتے نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے تو اس مہینہ میں ان چیزوں کو بھی حرام کر دیا جو پہلے حلال تھیں پھر جو چیزیں پہلے ہی سے حرام ہیں وہ کس قدر زیادہ حرام ہوگئی ہوں گی۔ اللہ تعالےٰ نے تو روزہ رکھنے کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ روزہ اس واسطے ہے کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ اب ہر شخص سوچ لے کہ رمضان میں پہلے سے کتنا زیادہ پرہیزگار ہوگیا۔ پہلے کی حالت میں اور اب کی حالت میں کتنا فرق ہوا۔ بدنگاہی کو چھوڑ دیا یا نہیں۔ غیبت سے یعنی کسی کو پیٹھ پیچھے برا کہنے سے رُکا یا نہیں مگر دیکھا جاتا ہے کہ کوئی بات بھی نہیں چھوڑی دونوں حالتیں ایک سی ہیں کسی بات میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔ بس فقط ایک کام یہ کیا کہ کھانا کھانے کے وقت بدل دیئے ہیں۔ کچھ کھانے میں کمی بھی نہیں کی جتنا پہلے کھاتے تھے اتنا ہی رمضان میں بھی کھاتے ہیں غرض کہ اللہ تعالیٰ نے تو روزہ اس واسطے ہم پر فرض کیا تھا کہ بُرائیاں کم ہو جائیں مگر لوگوں نے کچھ بھی کم نہ کیں۔ اللہ والے تو کھانا بھی اس مہینہ میں پہلے سے کم کھاتے ہیں اور بعض تو فقط اتنا ہی کھاتے ہیں کہ اس سے زندگی باقی رہے اور اس سے زیادہ نہیں کھاتے انہوں نے سوچ لیا کہ ہمیشہ اچھی طرح کھایا ایک مہینہ عبادت ہی کے واسطے سہی اسی وجہ سے تو انہوں نے کچھ حاصل بھی کر لیا غرض کہ ان لوگوں نے کھانے میں بھی کمی کر دی مگر یہ بات ضروری نہیں ایک ثواب کا کام ہے اس کو وہی لوگ کر سکتے ہیں جو بڑے دیندار ہیں یہ ہر شخص سے نہیں ہو سکتا۔ مگر گناہ تو چھوڑ دو۔ خیر کھانا اگر پہلے کے برابر ہی کھاؤ تو جائز ہے مگر گناہ تو کسی طرح جائز نہیں لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ دن بھر گناہوں میں گھرے رہتے ہیں بلکہ بعضے تو رمضان میں اور زیادہ گناہ کرنے لگتے ہیں۔ اسی کو دیکھ لیجئے کہ صبح کی نماز اس مہینہ میں اپنے وقت پر ہوتی ہے یا نہیں سو کہیں بھی نہیں ہوتی اس نماز کو تو وقت سے دیر کر کے پڑھنے کی

عادت ہوگئی ہے۔ بہتیروں کی تو قضا ہوتی ہے اور قضا نہ بھی ہو تو اتنی دیر تو ضرور ہی ہوجاتی ہے کہ جس سے جماعت رہ جاتی ہے۔ خوش ہیں کہ ہم نے روزہ رکھ لیا بڑا تعجب ہے کہ نماز کو چھوڑ دیا بھلا فقط روزہ اس کے لیے کیسے کافی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالے نے تو اپنی بخشش کو اس قدر بڑھا دیا کہ دس گنا ثواب دینے کا وعدہ فرما لیا اور ہم اس قدر گناہ کرتے ہیں کہ نیکیوں کو دس گنا کر دینے پر بھی ہمارے گناہ ہی زیادہ رہتے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ نیکیاں بڑھی رہتیں اور اس کو بھی اگر جانے دیجئے تو برابر تو رہتیں کیونکہ اس حالت میں بھی ان کے یہاں نیکیاں ہی زیادہ سمجھی جاتیں۔ اس لیے کہ ان کی مہربانی ان کے غصہ سے بہت بڑھی ہوئی ہے تو جب برائیاں اور بھلائیاں دونوں برابر ہوں گی تب بھی رحمت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے بھلائیوں ہی پر نظر کریں گے اور جب ہماری یہ حالت ہے کہ وہ تو ایک نیکی کو دس نیکیاں بنا دیتے ہیں اور پھر بھی ہمارے گناہ ہی بڑھے رہتے ہیں تو پھر ہمارا کیا حال ہونا ہے اچھا اس کو بھی جانے دیجئے اگر ہمیشہ ہم گناہوں کو گھٹا نہیں سکتے تو رمضان میں تو ایسا کر لیا جائے

رمضان کے مہینہ میں جو عبادت کرلیجاتی ہی اس کا اثر تمام سال رہتا ہے

تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ عبادت کا اثر اس کے بعد گیارہ مہینہ تک رہتا ہے جو کوئی رمضان میں نیکی طبیعت پر زور دے کر بھی کر لیتا ہے تو اس کے بعد آسانی سے نیکی کر سکتا ہے اور جو کوئی رمضان میں کسی گناہ سے بچا رہے تو تمام سال آسانی سے اس سے بچ سکتا ہے اور اس مہینہ میں گناہ چھوڑنے کچھ مشکل نہیں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں۔ پس جب شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں۔ پس جب شیطان قید ہو گئے تو گناہ آپ ہی کم ہو جائیں گے اور ان کا چھوڑ دینا آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ گناہ کی رغبت دلانے

والی دو چیزیں ہیں ایک تو شیطان دوسرے نفس۔ پس شیطان تو قید کر دیئے گئے اب صرف ایک نفس گناہوں کی طرف رغبت دلانے والا رہ گیا پس ایک کو روک لینا آسان ہے پہلے کی طرح رمضان میں دونوں کے روکنے کی مشقت نہیں اٹھانی پڑے گی۔ اس ایک مہینہ میں یہ تکلیف اٹھا لینی کوئی بڑی بات نہیں اور جب اس مہینہ میں گناہ چھوڑے رکھو گے تو پھر تمام سال بچا رہنا آپ ہی آسان ہو جاتے گا۔ غرض اس مہینہ میں ہر عضو کو گناہ سے بچایا جاوے۔

جھوٹ

ایک زبان ہی کے بیس گناہ ہیں جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ ایک ان میں سے جھوٹ بھی ہے۔ جس کو لوگوں نے ایسا بنا رکھا ہے جیسے ماں کا دودھ ہوتا ہے کہ اس سے کوئی بچا ہوا نہیں ہوتا اور جھوٹ وہ چیز ہے کہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اور پھر اس کو مسلمان کیسا مزہ دار سمجھتے ہیں حالاں کہ جھوٹ کے ذرا سے لگاؤ ہو جانے سے بھی گناہ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ صحابیہ رضی اللہ عنہا نے ایک بچہ سے بہلانے کے طور پر یوں کہا کہ لے یہاں آ چیز دیں گے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ آجائے تو کیا چیز دو گی۔ انہوں نے دکھایا کہ یہ کھجور ہے میرے ہاتھ میں۔ فرمایا اگر تمہاری نیت کچھ دینے کی نہ ہوتی تو یہ گناہ لکھا جاتا۔ دیکھا آپ نے جھوٹ ایسی بُری چیز ہے۔ خیر یہ تو بڑے لوگوں کی باتیں ہیں اگر اس سے نہ بچ سکے تو جو کھلم کھلا جھوٹ ہے اس سے تو بچنا چاہیے اور پھر خاص کر روزہ میں

غیبت

دوسرا گناہ زبان کا یہ ہے کہ لوگوں کے پیٹھ پیچھے ان کی ایسی باتیں کرے جن سے وہ بُرا مانیں اسے غیبت کہتے ہیں۔ لوگ یوں کہا کرتے ہیں کہ میاں ہم تو اس کے منہ پر کہدیں۔ اجی اگر منہ پر عیب نکالو گے تو کون سا اچھا کرو گے

ہاں اتنی بات ہے کہ اگر منہ پر کہو گے تو بدلا بھی پاؤ گے۔ وہ شخص تمہیں بُرا کہہ لے گا یا اپنے سے اس دھبہ کو مٹا دے گا۔ پیچھے بُرائی کرنا تو دھوکے سے مارنا ہے۔ یاد رکھو جیسا کہ دوسروں کے مال کی قدر اور عزت ہے ایسی ہی بلکہ اس سے زیادہ آبرو کی عزت ہے۔ دیکھو نا جب آبرو پر بنتی ہے تو مال تو کیا چیز ہے جان تک کی پرواہ نہیں رہتی تو جب دوسروں کے مال ہی پر ہاتھ ڈالنا جائز نہیں تو آبرو پر ہاتھ ڈالنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ مگر غیبت ایسی پھیل گئی ہے کہ باتوں میں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ غیبت ہو گئی یا نہیں اس سے بچنے کی ترکیب تو بس یہی ہے کہ کسی کا بھلا یا برا کچھ بھی ذکر نہ کیا جائے کیونکہ بھلائی کا ذکر بھی اگر کرو گے تو شیطان دوسرے کی بُرائی تک پہنچا دیتا ہے اور کہنے والا سمجھتا ہے کہ میں بھلائی کا ذکر کر رہا ہوں حالاں کہ برائی کے مل جانے سے وہ بھلائی کری بے کری برابر ہو گئی۔ اجی حضرت آپ کو تو اپنے ہی کام بہتیرے ہیں پہلے ان کو پورا کیجئے آپ کو دوسرے کی کیا پڑی اور گناہ ہونے کے سوائے غیبت میں کچھ مزہ بھی تو نہیں اور دُنیا میں بھی نقصان ہے کیونکہ جب دوسرا آدمی سنے گا تو عداوت پیدا ہو جاوے گی پھر آپ خود سمجھ لیجئے کہ اس کا کیا اثر ہو گا۔ اسی طرح زبان کے بہت گناہ ہیں سب سے بچنا ضروری ہے اور ایک گناہ روزہ کے ساتھ خاص ہے کہ حرام مال سے روزہ افطار کیا جاوے۔ بڑے تعجب کی بات ہے خیال تو کیجئے کہ اس مہینہ میں حلال کھانا بھی ایک وقت میں حرام ہو گیا پھر یہ کونسی عقل کی بات ہے کہ دن بھر تو اسے لوگ چھوڑے رہیں اور شام کو حرام سے افطار کریں۔

غلطی ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ رزقِ حلال نہیں ملتا

اصل میں بات یہ ہے کہ بعض لوگوں نے خبط میں ڈال دیا ہے یوں کہتے ہیں کہ رزق حلال تو پایا نہیں جاتا سوائے اس کے کہ دریا میں سے مچھلی شکار کر کے کھائی جاوے یا سبزی کھا کر یا گھاس چر کر پیٹ بھر لیا جاوے

اور اس کے بارہ میں کچھ قصے مشہور کیے ہیں۔ وہ ایک بزرگ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا بیل لڑتے لڑتے دوسرے کے کھیت میں چلا گیا۔ تو انھوں نے اس کھیت کا غلہ کھانا چھوڑ دیا نہ معلوم دوسرے کے کھیت کی مٹی جو میرے بیل کے کھُر میں لگ کر بلا اجازت چلی آئی کون سے دانہ میں شامل ہو گئی۔ اگر یہ قصہ سچا ہے تو وہ ان کا حال تھا اس کی وجہ سے وہ مجبور تھے دوسروں پر ایسا کرنا ضروری نہیں۔ اگر خود اپنے اختیار سے ایسا کرے تو یہ تقوے کا ہیضہ ہے جب اتنے شبہ کو بھی حرام میں داخل سمجھا جاتے گا اور ظاہر ہے کہ اس سے بچنا مشکل ہے تو گمان یہ ہو گا کہ حرام سے بچنا مشکل ہے تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ سب کے سب حرام میں پھنسے ہوئے ہیں اور حلال کو بالکل چھوڑ رکھا ہے میں کہتا ہوں کیا سب مولوی حرام کھاتے ہیں۔ ایک بزرگ تھے مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی ان کو حرام مال دھو کے سے بھی کھلا دیتا تھا تو قے ہو جایا کرتی تھی لیکن پھر بھی وہ دونوں وقت کھانا کھاتے تھے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حلال بھی دنیا میں ضرور ہے ورنہ وہ کیا کھاتے تھے اور اگر حرام ہی کھاتے تھے تو طبیعت کو حرام سے یہ نفرت نہیں ہو سکتی تھی تو پھر کہنا پڑے گا کہ ہمیشہ قے ہی کیا کرتے ہوں گے اور اس کا غلط ہونا ظاہر ہے۔ غرض دنیا میں حلال بھی ہے حرام بھی ہے اگر مسئلے پوچھتے رہیں تو سب معلوم ہو جائیں مگر لوگ پوچھتے ہی نہیں اور اسی کا سارا فساد بھی ہے کہ لوگوں نے پوچھنا چھوڑ دیا جو جی میں آیا کرتے رہے یہاں تک کہ اس کی عادت ہو گئی اب جو کسی نے حرام چیز سے منع کیا تو اس کا چھوڑنا نہایت دشوار معلوم ہوا۔ بس کہدیا کہ میاں یہ لوگ تو خواہ مخواہ بھی حلال کو حرام ہی کہا کرتے ہیں۔ ان کی تو غرض یہی ہے کہ مال نہ بڑھے اور مسلمان مالدار نہ ہوں۔ بس ہوتے ہوتے یہ ذہن میں جم گیا کہ ان کے یہاں تو سب چیز حرام ہی ہے حلال کوئی چیز بھی نہیں اور اس سے حلال چیزوں کو بھی حرام ہی سمجھنے لگے اور خوف سے

مولویوں کے پاس جانا چھوڑ دیا کہ دیکھنا چاہیے ہمارے کس معاملہ کو حرام بتادیں اور یہ خیال کر لیا کہ اگر کسی معاملہ کو حلال بھی بتائیں گے تو وہ ہماری خاطر ہی سے کہہ دیں گے اور ہوگا تو وہ حرام ہی کیونکہ حلال کا تو پتہ نہیں سو یہ خیال بالکل غلط ہے جس کو مولوی حلال بتادیں وہ اللہ کے نزدیک حلال ہے اور جس کو حرام بتا دیں وہ اللہ کے نزدیک حرام ہے۔ شیطان کے بہت جال ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ سب حرام ہے۔ پھر بعض لوگ حرام حلال میں خواہ مخواہ شبہ کر کے حلال کو بھی چھوڑ دیتے ہیں کہ جب اس میں شبہ ہوتا ہے تو چھوڑ ہی دو چاہے مولوی کتنا کہیں کہ یہ حلال ہے خیال تو کرو کہ وہ کوئی ظالم نہیں ہیں کہ ناجائز کو جائز بتلا کر خواہ مخواہ تم کو گناہ میں ڈال دیں وہ جائز ہوگا جب ہی تو وہ تم کو بھی جائز بتلاتے ہیں اور یہ خیال مت کرو کہ حلال موجود ہی نہیں۔ مولویوں سے پوچھتے رہا کرو پھر جس بات سے وہ منع کیا کریں اسے ہمت کر کے چھوڑ دیا کرو۔

نفس کی کم ہمتی کا عمدہ علاج

اگر نفس کم ہمتی کرے تو اسے یہ سمجھاؤ کہ دُنیا کے بادشاہوں کی تو فرمانبرداری تو کرتا ہے پھر جو سب سے بڑا بادشاہ ہے اس کی تابعداری کیسے نہ کرے گا اس کے حکم کو تو ضرور ہی ماننا چاہیے اور جب تم خود اپنی ہمت مضبوط کر لو گے تو دوسرے لوگ بھی تم کو اس سے نہ روکیں گے لوگ تو سب مان جاتے ہیں آدمی پکا چاہیے اور خود اللہ تعالےٰ ایسے سامان کر دیتے ہیں جس سے ان کے حکموں پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ خیال کر لیجئے کہ حاکم جب کسی کو مشکل کام کا حکم دیتا ہے تو خود اس کی مدد بھی کیا کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دل کو مضبوط کر لو اور پکا ارادہ کر لو کہ ہم کوئی کام بلا پوچھے نہ کریں گے۔ ہاں اس پوچھنے سے بعض باتیں ناجائز بھی نکلیں گی جس سے آمدنی کم ہو جائے گی مگر اس سے گھبرانا مت کیونکہ اس کم میں ہی برکت ہوگی جب چاہو آزمالو۔

رزق میں برکت کے معنی

اور برکت ہونے کے یہ معنی نہیں کہ تھوڑی چیز زیادہ ہو جاتی ہے کہ بازار سے تو لاتے ایک من اور گھر پر آ کر اترے دو من۔ اگرچہ کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔

ایک شخص کے مسجد بنوانے کی حکایت

ایک سخی شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ مسجد بنواتے تھے اور ایک تھیلی میں روپیہ رکھتے تھے اور کام انھوں نے شروع کرا دیا تھا۔ جب ضرورت ہوتی اسی تھیلی میں سے ہاتھ ڈال کر نکال لاتے یہاں تک کہ سب کام بن گیا حساب جو لگایا تو جتنا روپیہ تھا اس سے کم نہیں ہوا۔ لیکن یہ بہت کم ہوتا ہے۔ زیادہ تو برکت کی یہ صورت ہوتی ہے کہ جو کچھ تمہاری آمدنی ہے وہ سب تمہارے خرچ میں آئے بے کار خرچ نہ ہو نہ بیماری میں خرچ ہو نہ فضول خرچیوں میں نہ فضول مقدموں میں۔ نہ بے کار تکلف کی چیزوں میں خراب ہو۔ جو کچھ بھی تمہاری آمدنی ہو وہ تمہاری ہی ذات پر خرچ ہو ایسی تھوڑی آمدنی اس زیادہ آمدنی سے اچھی ہے کہ تمہارے اوپر خرچ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تمام دُنیا کی چیزوں سے ہزار درجہ بہتر ہے

اور آخر میں مَیں کہتا ہوں کہ برکت بھی نہ سہی خود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہی کیا کچھ کم ہے اس کے سامنے تو تمام دُنیا کی چیزوں کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ اجی اللہ تعالیٰ ملیں پھر کیا حقیقت ہے کسی چیز کی۔ مال و دولت کے مقابلہ میں کیا اللہ تعالیٰ کی کچھ عزت نہیں سمجھتے ہو دنیا کے بادشاہوں کی رضامندی کے واسطے کتنے کتنے سفر کرتے ہو اور کیا کیا خرچ کرنا پڑتا ہے تب کہیں وہ رضامند ہوتے ہیں اور وہ بھی تھوڑی دیر کے لیے کیونکہ ذرا سی بات پر بگڑ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے

مہربان ہیں کہ فرماتے ہیں کہ ہم شکر کرنے والے ہیں۔ اس لفظ کو ذرا خیال تو کیجئے اگر کوئی شخص بادشاہ کے سامنے کوئی چیز لے جائے اور بادشاہ اس کی منظوری یا نامنظوری کچھ ظاہر نہ کرے مگر ہاں اس میں کوئی عیب بھی نہ نکالے اور صرف اپنے خزانچی کو حکم دیدے کہ اسے رکھ لو تو لے جانے والے کے دماغ آسمان پر پہنچ جاویں گے اور سناتا پھرے گا کہ بادشاہ نے ہمارا ہدیہ رکھ لیا اور اللہ تعالےٰ کو دیکھتے کہ ہم ان کے یہاں اپنے عمل لے جاتے ہیں اور وہ ان پر شکر کرتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ ہمارے عمل ہیں کس قابل۔ ایک نماز ہی کو لے لیجئے کہ کھڑے تو ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ سے باتیں کرنے کو اور دل ہی دل میں تمام جہان سے باتیں کرنے لگتے ہیں۔ کہیں کسی چیز کا خیال ہے کہیں کسی چیز کا دھیان ہے۔

ہماری نماز کی حالت

ہماری حالت ایسی ہے کہ ایک بادشاہ نے صرف اپنی مہربانی سے اپنے غلام کو دربار میں آنے کی اجازت دی اور جب خود نہ آیا تو پکڑوا کر بلوایا اور جب پکڑے ہوئے دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے مہربانی کی اور محبت سے باتیں کیں تاکہ ساری رعایا میں اس کی عزت ہو جاوے بس ہماری بھی یہی حالت ہے کہ وہ زبردستی اپنے دربار میں ہمیں بلاتے ہیں صرف ہمارے نفع کے لیے ان کا کچھ نفع نہیں اور جب دربار میں پہنچے تو کیا کیا کہ پہنچتے ہی تو منہ پھیر کر کھڑے ہو گئے اور کانوں میں اُنگلیاں دے لیں مگر بادشاہ تو ایسا مہربان ہے کہ اس پر بھی خفا نہیں ہوتا بلکہ اپنے خادموں کو حکم دیتا ہے کہ اس بے وقوف کی انگلیاں کانوں سے نکال دو بلکہ ہاتھ باندھ دو کہ پھر انگلیاں کانوں میں نہ دے سکے اور منہ اس کا ہماری طرف کر دو اور بادشاہ جلدی سے مہربانی کے ساتھ باتیں کرنے لگے تاکہ ایک دفعہ اس کے کان میں پڑ جائیں مگر یہ تو قسم کھا کر چلے ہیں کہ الٹا ہی کریں گے بس انھوں نے چٹ سے پھر اُنگلیاں کانوں کی طرف بڑھائیں مگر ہاتھ بندھے ہوتے تھے۔ اس وجہ سے مجبور

ہو گئے مگر انہیں یہ خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں محبوب کا کلام کان میں نہ پڑ جائے اس لیے اس جگہ سے بھاگ کر گھوڑوں کے بندھنے کی جگہ جا پہنچے اور وہاں گھوڑے کے پاس چھپ گئے وہاں آدمی پکڑنے کے لیے پہنچا تو آپ وہاں سے نکل کر گدھے کے پاس چھپ گئے ایک گھنٹہ بھر یہی حالت رہی کہ یہ بھاگا کیے اور بادشاہ کے نوکر بلکہ خود بادشاہ ان کے پیچھے پھرا کیا مگر یہ اپنی نالائقی سے نہ باز آتے۔

جیسی ہماری نماز ہے اس پر سزا ہی نہ ہو تو بڑی رحمت ہے

اب آپ بتلائیے کہ یہ شخص کسی سزا کے لائق ہے یا اب بھی بادشاہ کو اس پر رحم آنا چاہیے اس کی تو یہ سزا تھی کہ جب پہلی ہی مرتبہ اس نے نالائقی کی تھی اسی وقت اس کو مجرم بنا کر دربار سے نکال دیتے اور کبھی دربار میں آنے کی اس کو اجازت نہ ہوتی اور بادشاہ کی ہتک کرنے کی سزا دی جاتی۔ بس اب ہم دیکھ لیں کہ ہماری تو اس غلام کی سی حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہمارے ساتھ کیسی مہربانی کا برتاؤ ہے ان کی طرف سے تو حاضری کی ہر وقت اجازت ہے جب جی چاہے نفل نماز پڑھو سوائے دو تین وقت کے کہ ان میں تو اجازت نہیں جیسے کہ سورج نکلنے کے وقت اور مثل اس کے باقی سب وقتوں میں اجازت ہے مگر ہمیں توفیق نہیں ہوتی کہ اس اجازت کو غنیمت سمجھیں یہاں تک پکڑ کر بلانے کی نوبت پہنچی۔ یعنی فرض نماز کا وقت آیا۔ ہم تب بھی کاہلی کے ساتھ گرتے پڑتے پہنچے، بُرا بھلا وضو کیا اور مجبوری سے نماز کی نیت کی یعنی سامنے باتیں کرنے کو کھڑے ہوتے ہی ایسا منہ پھیرا کہ کچھ خبر نہیں رہی صرف زبان سے لفظ پڑھ رہے ہیں دھوکہ دینے کے واسطے بادشاہ کی تعریف کر رہے ہیں۔ یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس منہ پھیرنے پر نظر کی اور باتیں کرنی شروع کیں۔ الحمد شریف کی ہر آیت پر جواب

دینا شروع کیا جیسے کہ حدیث میں آیا ہے ہمارے کان میں جو ذراسی بھنک ان کے جواب کی پڑی تو ایسے بھاگے کہ سیدھے گھر آکر دم لیا کبھی بیوی کے پاس کبھی بچوں کے پاس کبھی مکان میں پھرا کیے کبھی کہیں کا خیال کبھی کہیں کا غرض یہی مسخرا پن کرتے رہے یہاں تک کہ بڑی مشکل سے دربار کی حاضری ختم تک پہنچی۔ یعنی سلام پھیرا کہ بڑی خیر ہوئی کہ بادشاہ کی ہم کلامی سے بچ گئے جانے وہ کاٹ کھاتا یا کیا کرتا مگر یہ خبر نہیں کہ ہم کلامی ہو جاتی تو کیا کچھ ملتا صاحبو اب ان گستاخیوں بھری ہوئی نماز سے ہم کو وہی سزا ملنی چاہیے جو اس غلام کو ملنی چاہیے تھی کہ اگر ایک دفعہ بھی ہم ایسی نماز پڑھتے تو کبھی اللہ تعالےٰ کے یہاں ہم کو گھسنے نہ دیا جاتا اور دربار سے نکلتے ہی فوراً حکم جاری ہو جاتا کہ اس کو ہمیشہ کے واسطے جیل خانہ بھیج دو مگر اب ان کی مہربانی کو دیکھئے کہ حکم فرمایا تو یہ فرمایا کہ کَانَ سَعْیُکُمْ مَّشْکُوْرًا کہ اس نے بہت اچھی طرح کام کیا۔ ہمارے لیے مرجانے کی بات ہے جیسا کہ ہم نے اچھا کام کیا ہے اسے تو ہمارا دل ہی خوب جانتا ہے ہے اور جو لوگ وہاں حاضر تھے انہوں نے ہمارے کام کو دیکھا تھا ان کے سامنے ہماری شرم رکھنے کے واسطے فرماتے ہیں کہ ان کی برائیوں کو ہم نیکیوں سے بدلے دیتے ہیں۔ یہ بے وقوف ہے گو اس نے کتنی ہی گستاخیاں کیں مگر ہم اس آنے کو بھی حاضری میں لکھ لیتے ہیں اور اس کی وہی عزت کی جاتی ہے جو تمیز کے ساتھ آنے والے کی جاتی ہے۔ اب فرمائیے کہ ایک مرتبہ ایسا معاملہ بادشاہ کسی کے ساتھ کرے تو کیا دوبارہ اس شخص کی ہمت پڑ سکتی ہے کہ پھر اس بدتمیزی سے دربار میں جاوے ہرگز نہیں بلکہ شرم کی وجہ سے سر سے پیر تک پسینہ میں ڈوب جائے گا اور ایسا کرنے کی کبھی ہمت نہ ہوگی مگر ہم ایسے ناشکرے ہیں کہ ایک دو دفعہ کیا یعنی سیکڑوں بار بلکہ ہر روز پانچ بار یہی بدتمیزی کرتے ہیں مگر ادھر سے کچھ بھی اس کا خیال نہیں کیا جاتا اور اس پر طرہ یہ کہ ایک تو ہمارے یہ عمل لنگڑے لولے ہیں ہی دوسرے ان

پر پابندی بھی نہیں کرتے بلکہ اور اُلٹے ناجائز کام کرتے ہیں۔ صاحبو! ذرا شرماؤ اور نیک کام کرو اور حرام سے بچو خاص کر رمضان کے مہینہ میں۔ یہ تو روزہ کے اندر جو خرابیاں کر رکھی ہیں اُن کا بیان تھا۔

تراویح میں جو خرابیاں کر رکھی ہیں ان کا بیان

اب ایک عمل خاص رمضان کا اور ہے جیسے دن کا عمل روزہ ہے ایسے رات کا عمل تراویح ہے۔ اس میں یہ خبط کر دیا ہے کہ تراویح کی بیس رکعت گنتی میں تو پوری کر لیتے ہیں مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان میں توریت پڑھی جاتی ہے یا انجیل پڑھی جاتی ہے۔ اتنا تیز پڑھتے ہیں کہ یا تو شروع کا حرف سمجھ میں آتا ہے یا رکوع میں جانے کے وقت جو اللہ اکبر کہتے ہیں وہ سمجھ میں آتا ہے ایک حافظ کا قصہ ہے کہ قرآن شریف پڑھتے پڑھتے جہاں بھولے وہاں اپنی طرف سے بنا کر پڑھ دیا۔ مدتوں تک بڑی تعریف ہوتی رہی کہ ان کو کہیں تشابہ بھی نہیں لگتا لاحول ولاقوۃ صاحبو! اللہ تعالےٰ کو دھوکہ مت دو جیسے کہ پوری بیس رکعت گناتے ہو ایسے ہی انہیں ڈھنگ سے بھی کر لو۔ ایک یہ ظلم ہوتا ہے کہ حافظ نمازیوں کو بھگاتا ہے اتنی اتنی لمبی رکعتیں کرتا ہے کہ کوئی ٹھہر ہی نہ سکے پانچ پانچ سیپارہ ایک ایک رکعت میں بھلا پھر کون رُکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ خوشخبری سناؤ اور نفرت مت دلاؤ اور آسانی کرو اور تنگی میں مت ڈالو ہاں ایسا ہی شوق ہے تو تہجد میں جتنا چاہو پڑھو اور اگر اور کسی کا بھی شریک ہونے کو دل چاہے تو اس میں شریک ہو جاوے مگر اس میں امام کے سوا تین سے زیادہ جماعت میں نہ ہوں کیوں کہ کتابوں میں اس کو بھی مکروہ لکھا ہے۔

شبینہ میں جو خرابیاں کر رکھی ہیں اُن کا بیان

بعضے لوگ ایک ہی رات میں پورا قرآن ختم کرتے ہیں جسے شبینہ کہتے ہیں۔ اس میں تو کئی بدعتیں ہیں غور کر کے دیکھ لیجئے کہ اس میں دکھلاوا کی نیت ہوتی ہے جو اس کا انتظام کرتا ہے اس کی بھی یہی نیت ہوتی ہے اور امام اور سننے والوں کی بھی، امام تو تعریفوں کے امیدوار ہوتے ہیں کہ جہاں سلام پھیرا اور لوگوں نے منہ پر تعریف کر دی تو خوش ہو گئے اور اگر کسی نے تعریف نہ کی تو پڑھا بھی نہیں جاتا حدیث میں حکم کیا ہے کہ تعریف کرنے والے کے مُنہ پر خاک جھونک دو اور جو امام ہوتے ہیں ان پر بھی اس تعریف کا اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض امام تو تعریف کرانے کو لقمہ تک نہیں لیتے اپنا ہی پڑھے چلے جاتے ہیں اس خیال سے کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ اچھا یاد نہیں اور جو لوگ انتظام کرتے ہیں وہ تو نماز میں آن کر شامل بھی نہیں ہوتے انہیں چائے پانی ہی سے فرصت نہیں ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں کہ شبینہ چائے پانی کے لیے کیا ہے یا قرآن شریف سننے کے لیے بس معلوم ہوا غرض ان کی یہ ہے کہ لوگ جان لیں کہ ہمارے یہاں فلانی مسجد سے اچھا انتظام رہا بس چائے پانی اچھا رہا مگر اصل چیز تو چھوٹ گئی۔ اب رہے سننے والے تو انصاف سے کہ دیکھئے وہ قرآن شریف سننے کے لیے آتے ہیں یا نماز کے ساتھ دل لگی کرنے کو کچھ کھڑے ہیں کچھ بیٹھے ہیں کچھ کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں کبھی بیٹھ جاتے ہیں۔ کبھی کچھ لوگ بیٹھ بھی نہ سکے تو نیت توڑ کر لیٹے لیٹے سُن رہے ہیں اور کریں بھی کیا بیچارے گھنٹوں تک کیسے کھڑے رہ سکتے ہیں اور بعضے جو ہمت کر کے کھڑے بھی ہیں تو امام کی غلطیوں کو چھوڑتے جاتے ہیں خواہ وہ کیسی ہی غلطی کرتا چلا جائے بتلا نہیں سکتے کیوں کہ بتلانے سے حرج ہوگا اور قرآن شریف ختم ہونے سے رہ جائے گا۔ بعضے یہ غضب کرتے ہیں کہ نماز میں تو شریک نہیں ہوتے ویسے ہی بیٹھے بیٹھے

امام کو لقمہ دیئے جاتے ہیں اس صورت میں اگر امام نے لقمہ لے لیا تب بھی نماز سب کی ٹوٹ جاوے گی اور اگر نہ لیا تو غلطی رہ گئی اور غلطی سے اگر معنٰی خراب ہو گئے تب بھی نماز درست نہ ہو گی اب ان سننے والوں کی ساری محنت بے کار گئی مفت میں بے چاروں کو تکلیف بھی ہوئی غرض کہ ایسی حالت میں اگر لقمہ لیا تب بھی نماز نہ ہوگی اور اگر نہ لیا تب بھی درست نہ ہوگی۔ اب ان سب حالتوں کو ملا کر آپ ہی کہہ دیجئے کہ یہ نماز ہے یا کھیل ہے اور جب شرع کے قاعدہ سے نماز ہی نہ ہوئی تو پھر قبول کیا ہوتی اور ایک خرابی شبینہ میں یہ بھی ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نفل کی جماعت کرتے ہیں۔ کیونکہ بعض ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اس کو تراویح کی جماعت میں کر سکتے ہوں زیادہ نمازی تو ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اول سے آخر تک شریک رہیں اور اس میں تراویح کو پوری کریں اس لیے اول سب امام اور مقتدی تراویح علیحدہ پڑھ لیتے ہیں اور پھر نفلوں میں پڑھتے ہیں اور نفلوں میں جماعت مکروہ ہے۔ غرض کہ بہت سی خرابیاں شبینہ میں کر رکھی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض حافظ اپنا اپنا پڑھنے کے بعد آن کر شریک ہوتے ہیں تاکہ امام کو غلطی میں ڈالیں اور اسے چکرا دیں یہاں تو آپ کہہ دیں گے کہ یہ سننے کو آتے ہیں اس میں تو کچھ بے ادبی نہیں ہے مگر ذرا نیت تو دیکھ لو اور اسی قسم کی بہت سی بدعتیں اس میں شامل کر رکھی ہیں۔ ہاں اگر شبینہ میں تمہاری صرف یہی نیت ہو کہ قرآن شریف پُورا ہو جائے تو اچھی بات ہے مگر نیت کو اچھی طرح دیکھ لیجیو کہ اس میں دکھاوٹ وغیرہ اور تو کچھ نہیں مل رہا ہے اور اس کی شہرت بھی نہ دو کہ ہمارے یہاں شبینہ ہو گا ورنہ پھر وہی دکھلاوا ہو جاوے گا خالص نیت نہ رہے گی اور جتنی ہمت ہو قرآن شریف پڑھو امام کو گڑبڑ میں نہ ڈالو اور جتنی خرابیاں کر رکھی ہیں ان سے بچے رہو۔

غیر عورتوں کو قرآن شریف تراویح میں سُنانا بُرائی سے خالی نہیں

ایک بدعت

رمضان میں یہ رکھی ہے کہ حافظ گھروں میں جاکر غیر عورتوں کو محراب سناتے ہیں اس میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ ایک یہ کہ غیر مرد جب خوش آوازی سے پڑھے تو اس کی آواز عورت کو سننا ایسے ہی منع ہے جیسے کہ مرد غیر عورت کی آواز سُنے اور رواج یہی ہے کہ خوش آواز مرد تلاش کیے جاتے ہیں اور حافظ صاحب بھی مردوں کی جماعت میں تو شاید سادہ سادہ ہی پڑھتے مگر عورتوں میں خوب بنا بنا کر پڑھتے ہیں بھلا عورتوں کو جماعت کی کون سی ضرورت ہے اپنی اپنی الگ پڑھیں اور انہیں کچھ محراب سننے کی بھی ضرورت نہیں اگر حافظ ہیں تو تنہا تنہا اپنی تراویح میں ختم کریں اور اگر حافظ نہیں تو اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے پڑھ لیں اور ایسا ہی شوق ہے تو روزمرہ جتنا ہوسکے ناظرہ قرآن پڑھ لیا کریں۔ غیروں کی خوش آوازی سننے میں کیوں روپیہ خرچ کرکے گناہ مول لیتی ہو دوسری بدعت اس میں یہ کر رکھی ہے کہ حافظ کو اجرت دے کر قرآن شریف پڑھوایا جاتا ہے اور عبادت پر اُجرت لینی حرام ہے۔

مُردہ کی قبر پر اجرت دے کر قرآن شریف پڑھوانا حرام ہے

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قبر پر حافظ کو مقرر کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں بھی تو یہی بات ہے کہ عبادت پر اُجرت لی جاتی ہے۔ اس پر بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ صاحب مولویوں کو کیا ہوگیا ہے کہ مردہ کو ثواب پہنچانا ہی بند کرادیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کا ثواب ہی نہیں پہنچتا پھر بند کیا کرادیا۔ کیونکہ ثواب پہنچنے کی صورت تو یہ ہوتی ہے کہ اوّل کرنے والے کو ثواب ملتا ہے پھر اس کو اختیار ہے جسے چاہے بخشدے جیسے اپنا مال جسے چاہے

دیدے اور یہاں خود ہی کو ثواب نہیں ملا تو دوسرے کو کیا بخشے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم حافظ کو تراویح میں محراب سنانے کی اُجرت نہیں دیتے اور اسی وجہ سے ہم پہلے سے ٹھہراتے بھی نہیں کہ اتنے روپیہ دیں گے مگر آپ کو نہیں معلوم کہ جس بات کا رواج ہے اس کا ٹھہرانا بے ٹھہرانا سب برابر ہے اگر حافظ صاحب کو کسی طرح معلوم ہو جاوے کہ یہاں کچھ نہ ملے گا تو درمیان رمضان میں ہی حافظ صاحب چھوڑ کر بیٹھ رہیں ہاں اگر دینے کا رواج نہیں اور کچھ ٹھہرایا بھی نہ جاوے تو اس حالت میں جو کچھ دیا جاوے اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ حافظوں کو ویسے ہی دیتے رہا کرو اب اس طرح دینے کی تو عادت نہیں رہی اس وجہ سے ان بے چاروں کی نیتیں خراب ہو گئیں اگر انہیں بلا مانگے اور بلا حیلہ کیے ہی دے دیا جایا کرے تو یہ نوبت کاہے کو آتے۔

ایک طالب علم کی حکایت

ایک طالب علم کا قصہ ہے کہ وہ ایک جگہ پڑھنے گئے، کھانا مقرر نہ ہوا اتفاق سے ایک موت ہو گئی اوروں کے لیے تو غمی تھی مگر اس بے چارہ کے لیے عید کا دن آگیا۔ ان کا کھانا چالیس دن کے لیے مقرر ہو گیا۔ انھوں نے اس کو غنیمت سمجھا جب چلہ ختم ہونے کو آیا تو انہیں فکر ہوئی کہ پھر وہی فاقہ آتا ہے اتفاق سے چلہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ ایک اور موت ہو گئی ان کے ایک چلہ کا سامان اور ہو گیا غرض کہ اسی طرح کئی موٹے موٹے ایک کے بعد دوسرا ہو کر لڑھک گئے ان طالب علم کو چاٹ لگ گئی اور ہر وقت انتظار میں رہنے لگے کہ کسی طرح کوئی مرے۔ ایک روز ایک شخص نے کہا یہ طالب علم سارے محلہ کو اسی طرح کھا جائے گا ورنہ اس کا کھانا کر دو۔ کہیں اس طرح بھی اللہ تعالیٰ پہنچاتے ہیں۔

حافظوں کی نیت کس وجہ سے بگڑی اور کس وجہ سے عبادت پر اجرت لینی شروع کردی

غرض یہ نوبت بدنیتی کی کاہے سے پہنچی۔ صرف اس وجہ سے کہ حق داروں کی خبر نہیں۔ لیتے یوں تو کبھی سالن بھی ڈھنگ کا نہ ملے۔ ہاں جمعرات کے دن حلوے آجائیں گے اور جو کوئی مولوی کہتا ہے کہ جمعرات ہی کے ساتھ کھانے دینے کو کیوں خاص کر رکھا ہے تو برا معلوم ہوتا ہے صاحبو! سوچو تو کیا آٹھ دن کا کھانا ایک دن کھا سکتے ہو۔ طالب علم غریب نے کیا قصور کیا ہے کہ ہفتہ بھر تک تو فاقہ کراؤ اور ایک دن اتنا لاکر رکھ دو کہ کھا نہ سکے۔ چاہئے کہ ان کی خدمت کرتے رہا کرو تاکہ ان کی نیت نہ بگڑے مگر لوگ ایسا نہیں کرتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دین کی خدمت کرنے والوں کو لوگ حقیر سمجھتے ہیں اس لیے نہ ان کی کچھ عزت کی جاتی ہے نہ ان کے ساتھ کچھ سلوک کیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے رواج ہو گیا ہے کہ اذان کہنے کے لیے وہی مقرر ہوتا ہے جو کسی کام نہ ہو۔ لولے لنگڑے اپاہج جو کسی کام کے نہ رہیں وہ اذان کہنے کا پیشہ لے لیتے ہیں پھر کوئی ان کی خبر لیتا ہی نہیں۔ اس وجہ سے ان کی نیتیں بگڑ گئیں۔ ایک مردہ کا چادرہ کسی نے ایک فقیر کو دیدیا تھا اذان دینے والے کو جو خبر لگی تو فوراً پہنچے کہ واہ صاحب میرا حق اس کو دیدیا خدا خدا کر کے تو یہ دن آتا ہے اس میں بھی ہمارا حق اوروں کو دے دیتے ہو۔ بے شک یہی بات ہے بہت انتظار کے بعد یہ دن نصیب ہوتا ہے مگر اس میں اس کا قصور نہیں بلکہ محلہ والوں کا قصور ہے انہوں نے یہ نوبت کیوں پہنچائی اگر ہم لوگ مقرر کریں کہ گیارہ مہینہ میں جہاں اپنے لیے کپڑے بناتے ہیں ایک کپڑا ان کو بھی بنا دیں اور جہاں آپ کھاتے ہیں کبھی کبھی ان کی بھی دعوت کر دیا کریں اور اپنے خرچ کے روپیوں کے ساتھ ان کے لیے بھی کچھ روپیہ نکال دیا کریں غرض کہ رمضان کے سوا اور مہینوں میں بھی حافظوں کی برابر خبر گیری کرتے رہا کریں پھر رمضان شریف

میں ان سے کہا جاوے کہ قرآن شریف سنا دیجئے تو کیا نہیں سنا دیں گے ضرور خوشی کے ساتھ منظور کرلیں گے اور اس میں کچھ بھی خرابی نہ ہوگی۔ کیونکہ اب عبادت پر اجرت ہی نہیں رہی غرض اجرت پر حافظ سے قرآن شریف پڑھوانا جائز نہیں اور ایسی ہی عورتوں کو گھروں میں سنانا مناسب نہیں اور عورتوں کو پورا قرآن سننے کی کیا حاجت ہے شرع نے ان پر فرض تو کیا نہیں تو ان کے ذمہ کچھ ضرور نہیں بس اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے تراویح پڑھ لیا کریں اور اس میں ایک خرابی اور بھی ہوتی ہے کہ جب ایک جگہ حافظ عورتوں کے سنانے کو مقرر کیا جاتا ہے تو سارے محلہ سے عورتیں آکر جمع ہوتی ہیں اور عورت کو بغیر ضرورت کے گھر سے نکلنا جائز نہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ عورت چھپانے کی چیز ہے تو پھر عورتوں کا جمع ہونا درست نہ ہوا کیونکہ ان کو محراب سننا کوئی ضروری نہیں۔

ختم کے دن زیادہ چراغ جلانے میں کیا کیا خرابیاں ہیں

ایک بدعت

رمضان شریف میں یہ کر رکھی ہے کہ قرآن شریف کے ختم کے روز بہت سے چراغ جلاتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ روشنی کرتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ اس سے دین کی رونق زیادہ ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ رمضان میں ہی دین کے رونق دینے کی ضرورت ہے یا باقی تمام مہینوں میں بھی تو پھر ہمیشہ بہت سے چراغ جلایا کیجئے یا یوں کہیے کہ اور دنوں میں دین کے چھپانے کا حکم ہے خوب جان لیجئے کہ رونق اور عزت نیک کاموں ہی سے ہوتی ہے۔

رونق دین کی دین ہی سے ہوتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ

آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ سنا ہوگا کہ جس وقت شام کے ملک میں گئے ہیں اور

عیسائیوں کے شہر کے پاس پہنچے تو کپڑوں میں پیوند لگے ہوتے تھے اور آپ کی سواری کا اونٹ ساتھ تھا مگر اس پر خود سوار نہ تھے بلکہ آپ کا غلام اس پر سوار تھا لوگوں نے کہا کہ یہاں اپنا مرتبہ اور عزت دکھانے کا موقع ہے کم از کم گھوڑے پر سوار ہو جائیے۔ آپؓ نے ان کے بہت کچھ کہنے سننے سے منظور کر لیا۔ جب سوار ہوئے تو گھوڑے نے کودنا اچھلنا شروع کیا۔ آپ فوراً اتر پڑے کہ اس سے نفس میں بڑائی اور خود پسندی پیدا ہوتی ہے اور انہوں نے جو عزت ظاہر کرنے کی ضرورت بیان کی تھی اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم وہ قوم ہیں کہ دین ہی سے ہماری عزت ہے۔ بھلا چراغوں سے کہیں دین کی عزت ہو سکتی ہے۔ دین کی عزت تو دین ہی سے ہے دین کی باتوں کی پوری پابندی کرو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص تمہارے سوا مسجدوں میں زینت اور رونق کر دے تو کیا تم کو اس سے ایسی خوشی ہوگی جیسے کہ اپنا خرچ لگا کر زینت کرتے اور اس میں تم کو خوشی ہوتی۔ غور کر لیجئے کہ اتنی خوشی ہرگز نہ ہوگی بس معلوم ہوا کہ صرف اپنا نام جتانے کے لیے کرتے ہیں ورنہ رونق تو دونوں صورتوں میں برابر ہے پھر دوسرے کے زینت کرنے میں خوشی کم کیوں ہے اور اس فضول خرچی سے تو یہ بہتر تھا کہ اس روپیہ کو مالک سے اجازت لے کر مؤذن کو دے دیا جاتا۔ مگر اس کو کیوں دیتے نام کیسے ہوتا۔

فضول خرچی کسے کہتے ہیں

آپ سمجھتے ہوں گے کہ یہ فضول خرچی نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ فضول خرچی کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ مال خرچ کیا جاوے اور اس میں کوئی نیک غرض نہ ہو پھر یہ فضول خرچی کیسے نہ ہوگی اس میں کون سی اچھی غرض ہے اور چونکہ بہت سے چراغ دکھلاوا کے لیے جلاتے جاتے ہیں اس لیے وہ جائز نہیں کیونکہ دکھلاوا کے لیے کام کرنا گناہ ہے۔ پھر یہ لوگ اسے ثواب بھی سمجھتے ہیں تو کتنی سخت رات ہوئی یہ خرابیاں ہیں زیادہ روشنی کرنے میں اور پھر یہ خرابی الگ رہی کہ انتظام

کرنے والے تو روشنی ہی میں لگے رہتے ہیں نماز میں ان کا دل نہیں ہوتا انہیں تو روشنی ہی کا خیال لگا رہتا ہے اور بعض وقت تو نماز میں بھی شریک نہیں ہوتے۔ اس روز کی تراویح ان کو معاف ہو جاتی ہے کہیں صفوں کے بیچ میں پھرتے ہیں۔ کہیں ایک صف سے دوسری صف میں جاتے میں جاتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی گردنوں کو پھلانگے گا اس کو قیامت کے دن پُل کی طرح ڈال دیا جائے گا کہ مخلوق اس پر راستہ چلے گی۔ اتنی خرابیاں ہیں اس روشنی میں۔ مَیں کہتا ہوں کہ قرآن شریف اور حدیث کے اندر جو حکم ہیں اگر ان پر مسلمان عمل نہ کریں گے تو کون کرے گا۔ کیا دوسرے مذہب والے اس پر عمل کرنے آئیں گے۔ ذرا سوچو تو کہ ان حکموں کو صرف دیکھ لینا اور پڑھ لینا کیا کام دے سکتا ہے۔ جب تک کہ اس پر عمل نہ کریں اور مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ ان کو پڑھ لیتے ہیں دیکھ لیتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔ اگر یہی حالت ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں اللہ تعالےٰ سے ہماری شکایت کریں گے

کہ يَارَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ترجمہ

اے رب میرے ضرور میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔

صاحبو! قرآن کو صرف گھروں میں رکھنا اور زبان سے پڑھنا پورا کام نہیں دے سکتا بلکہ جو کچھ اس کے اندر حکم ہیں ان کو بھی دیکھو اور دل پر اثر ڈالو اور اس پر عمل کرو۔

ختم کے دن مٹھائی بانٹنے میں کیا کیا خرابیاں ہیں

اور ایک خرابی ختم کے دن یہ کر رکھی ہے کہ مٹھائی تقسیم کرتے ہیں۔ یہ خرابی اگرچہ ظاہر میں نہیں معلوم ہوتی مگر میں سمجھائے دیتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ یہ مٹھائی یا تو ایک شخص کی رقم سے آتی ہے۔ تو اس میں یہ خرابی ہے کہ اس کی نیت دکھلاوا اور نام کرنے کی ہوتی ہے اور اگر چندہ سے ہوتی ہے تو اس میں یہ خرابی ہے

چندہ زور ڈال کر حاصل کرتے ہیں اور اس سے لوگوں کے دل دکھتے ہیں دل دکھا کر لینا ایسا ہی ہے جیسے کہ مار پیٹ کر لیا جائے۔ جب دوسرے کو دبا کر شرما کر لیا تو اس کے زبردستی ہونے میں کیا شبہ رہا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ شرما کر اور دباؤ ڈال کر لینا ایسا ہے جیسے کہ لاٹھی کے زور سے لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس تھوڑے ہی میں برکت دیتے ہیں جو خوشی کے ساتھ دیا جاوے۔ اس کا خیال بہت ہی کم لوگ کرتے ہیں اکثر مسجدوں کے لیے چندہ اسی طریقہ سے کرتے ہیں کہ ایسے لوگ وصول کرتے ہیں کہ جن کا دباؤ دینے والوں پر پڑتا ہے اور وہ اس کے دباؤ اور لحاظ سے چندہ دیتے ہیں اور پھر اس میں بھی بعض چندہ فضول زینت کے واسطے کرتے ہیں۔ جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے اگرچہ وہ زینت اور سجاوٹ اپنے ہی مال سے کی جائے۔

مسجدوں کو پختہ بنانا اچھا ہے اور ان کو سجانا مناسب نہیں ہے

ہاں عمارت مسجد کی اگر مضبوط بنوائی جائے تو کچھ حرج نہیں مصالحہ عمدہ لگایا جائے عمارت بنانے والے تجربہ کار ہوں۔ اینٹ پکی ہو ان میں کچھ خرابی نہیں اور اگر معمولی سی زینت بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور یہ تو کسی طرح درست نہیں کہ لوگوں سے زبردستی وصول کر کے مسجد کے سجانے میں خرچ کیا جائے۔ چھپر کی مسجد بھی نماز پڑھنے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ نماز سے مقصود اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنا ہے اور اس میں چھپر کی مسجد اور پکی مسجد دونوں برابر ہیں۔ بلکہ پکی مسجد میں تو پھول بوٹوں میں خیال بٹ بھی جاتا ہے اور چھپر کی مسجد میں سجاوٹ ہی نہیں جو اس سے خیال بٹے تو جب کہ نماز کے مقصود ہی میں خلل آ گیا تو سجاوٹ کیا کام دے گی۔

ختم کی مٹھائی میں نیتیں خراب ہونے کی پہچان

ایسا ہی حال ہے مٹھائی میں کہ اس میں بھی کوئی تعریف کرانے کے واسطے دیتا ہے کسی سے دباؤ ڈال کر لیا جاتا ہے اور اس کا امتحان یوں ہوسکتا ہے کہ اگر بعد میں نمازی زیادہ جمع ہو جائیں تو مٹھائی کی فکر پڑ جاتی ہے تو جو انتظام کرنے کرنے والے ہوتے ہیں انہیں تو اپنی آبرو کی پڑ جاتی ہے اور نمازیوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اب ایک ہی ایک بتاشہ ملے گا۔ پھر نماز میں دل لگنا تو کوسوں دُور ہو گیا۔ مٹھائی کیا آئی اتنے گناہ چپکا لائی اور سوائے اس کے ایک یہ بات بھی ہے کہ اکثر بے نمازی لوگ بھی آجاتے ہیں اور تعجب نہیں کہ بعضے ان میں سے ناپاک بھی ہوتے ہیں۔ پھر لوگ باتیں کرتے ہیں۔ بے ہودہ باتیں کرتے ہیں ایک دوسرے کی برائی غیبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا ظلم سمیٹتے ہیں۔ یہی حال ہے مولود شریف کی مٹھائی کا۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ عرب میں تو مٹھائی بانٹی جاتی ہے میں کہتا ہوں کہ بُری بات کسی کے کرنے سے اچھی نہیں ہوسکتی پھر یہ بات بھی ہے کہ تم میں اتنی سادگی بھی نہیں ہے جتنی عرب میں ہے ان کی تو ایسی بے تکلف عادت ہے کہ جب کچھ آدمی رہ جائیں اور مٹھائی ختم ہو جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ خلاص یعنی مٹھائی ہو چکی ان کو یہاں کی طرح سے آبرو وغیرہ کی فکر نہیں ہوتی جس کو پہنچ گئی، پہنچ گئی نہ پہنچی تو کچھ خیال نہیں۔ پس آپ اپنے کام کو ان کے کام کے ساتھ کیسے برابری دے سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مٹھائی بانٹنے کا رواج شروع اس طرح ہوا تھا کہ پورا قرآن سُن لینے سے خوشی ہوتی ہے اس خوشی کی وجہ سے بانٹ دیا کرتے تھے اور خود مٹھائی بانٹنے کے اندر کوئی بُرائی تھی نہیں۔ مگر اب تو اس کے اندر بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ اس وجہ سے اس کا چھوڑ دینا ضروری ہے۔

عید کی رات میں روزہ کی نیت سے نہ کھانا بدعت ہے

اور ہمارے شہروں میں ایک یہ رسم بھی پھیل گئی ہے کہ عید کی رات میں کچھ نہیں کھاتے اور اخیر رات میں صبح کی اذان کا انتظار کرتے ہیں۔ جب اذان ہو لیتی ہے تو کہتے ہیں کہ روزہ کھول لو پھر کچھ کھاتے ہیں تو ان کے نزدیک اب تک رمضان ہی باقی تھا حالانکہ عید کا چاند دیکھتے ہی دوسرا مہینہ شروع ہو گیا۔ خیال تو کیجئے یہ کیسی بے وقوفی ہے دوسرے مہینے کی ایک رات بھی گذر لی اور ان کے یہاں ابھی روزہ ہی ہے۔ حدیث شریف میں تو ہے کہ چاند دیکھتے ہی روزے ختم کرو اور ان کے یہاں ایک رات اور گذر لینی چاہیے تب کہیں روزے ختم ہوں۔ شاید کوئی کہے کہ حدیث پر تو ہم نے عمل کر لیا کہ چاند دیکھتے ہی روزہ افطار لیا تھا۔ اب رات میں کھانا نہ کھانا اپنا اختیار ہے تو سمجھ لو کہ کھانا نہ کھانے پر روک ٹوک نہیں کی جاتی بلکہ اس کو روزہ سمجھنے سے منع کیا جاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آپ اس کو روزہ سمجھتے ہیں ورنہ صبح کی اذان سن کر یہ نہ کہتے کہ روزہ کھول لو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس رات میں بے کھائے پئے کو روزہ سمجھتے ہیں اور یہ تو کھلی ہوئی بدعت ہے۔ ایسے موقعہ پر تو رسم توڑنے کے لیے خود ارادہ کر کے فجر سے پہلے ہی کھانا چاہیے۔

عید کے دن سویاں ضروری سمجھ کر پکانا بدعت ہے

ایک رسم عید کے دن یہ کرتے ہیں کہ سویاں ضرور پکائی جاتی ہیں۔ اگر سویاں نہ ہوئیں تو ان کے نزدیک کچھ ہوا ہی نہیں سمجھتے ہیں کہ عید کے دن خاص سویاں ہی ہونی چاہئیں۔ حالانکہ سویاں اور دوسری چیزیں شرع سے برابر ہیں ان کے اختیار کرنے کی صرف یہ وجہ تھی کہ دن عید کا کام کاج ہوتا ہے۔ اس لیئے زیادہ

بکھیڑا کی چیز سویرے سے نہیں پک سکتی اور منظور یہ ہونا ہے سویرے کچھ کھا کر عید گاہ کو جائیں کیونکہ عید کے دن سویرے سے کچھ کھا لینا ثواب ہے اس وجہ سے سویاں کا رواج ہو گیا کیونکہ وہ آسانی سے تیار ہو جاتی ہیں اس میں کچھ بکھیڑا کرنا نہیں پڑتا۔ پھر بعد میں دوستوں میں رشتہ داروں میں بھیجنے کا بھی رواج پڑ گیا۔ لوگ کہتے ہیں عید کا دن خوشی کا ہے دوستوں کے پاس تحفے کیوں نہ بھیجے جائیں اس سے محبت بڑھتی ہے۔

رسم کے طریقہ سے ھدیہ دینے سے محبت نہیں بڑھتی بلکہ اور رنجش ہو جاتی ہے

مگر یہ دھوکہ ہے کیونکہ رسم کے طریقہ سے دینے میں کچھ محبت نہیں بڑھتی بلکہ اور رنجش پیدا ہو جاتی ہے تجربہ سے یہ بات ظاہر ہے ہاں بغیر رسم کے اگر کچھ محبت سے بھیجا جاوے تو اس سے بے شک محبت زیادہ ہوتی ہے جیسے کہ دوست آپس میں ہدیہ کبھی کبھی بھیج دیا کریں اور رسم سے تو محبت بڑھتی نہیں۔ دیکھ لیجئے کہ پیر و مریدان میں کس قدر محبت ہوتی ہے کہ مرید پیر کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے پھر مال تو کیا چیز ہے اتنی محبت اور کسی سے کبھی نہیں ہو سکتی مگر جب یہ بھی آپس میں رسم برتنے لگتے ہیں تو کچھ محبت نہیں رہتی اکثر مُرید پیر کی خدمت کیا کرتے ہیں اور ان کو نذر دیا کرتے ہیں اور اس سے محبت زیادہ ہو جاتی ہے مگر جب اسی نذر دینے کو رسم بنا لیا تو دیکھ لیجئے کہ پیری مریدی کا اب کیا حال ہو گیا محبت تو کیسی اب تو یہ حالت ہے کہ جس جگہ پیر صاحب پہنچ گئے مرید چھپنے لگے کہ ایسا نہ ہو کچھ دینا پڑے دُعائیں مانگنی پڑتی ہیں کسی طرح پیر صاحب جلدی ٹلیں اب فرمایئے کہ یا تو پیر کو نذر دینے سے اس کی خدمت کرنے سے محبت بڑھتی تھی یہاں اُلٹی اور نفرت پیدا ہُوئی یہ کس وجہ سے ہُوا صرف اسی رسم سے۔ میرے ایک دوست کا قصہ

ہے کہ ایک مدت تک انہوں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خط نہیں بھیجا۔ میں نے ان سے وجہ پوچھی تو کہا میں اتنے دنوں خالی ہاتھ رہا فکر میں ہوں کچھ روپیہ کہیں سے مل جاتے تو خط لکھوں۔ مَیں نے کہا کہ اس خیال میں مت پڑو اب تو ضرور بلا ہدیہ کے خط بھیجو۔ اب دیکھ لیجئے کہ ایک مدت تک اس خیال نے ان کو فائدہ حاصل کرنے سے روکے رکھا۔ اگرچہ پیر کو ہدیہ دینا اچھی بات ہے مگر رسم کر لینے سے اس میں خرابی آ گئی۔

عید کے دن جو ہدیہ بھیجے جاتے ہیں وہ اصل میں قرض کے طور پر دیتے ہیں

ایسے ہی عید کے دن کے ہدیہ ہیں اگر ان میں آپ غور کریں تو معلوم ہو جائے کہ یہ قرض دیئے جاتے ہیں کیونکہ دیتے وقت یہ ضرور نیت ہوتی ہے کہ اس کے یہاں سے بھی آئے گا اور اگر ایک مرتبہ نہ آئے تو ادھر سے بھی بند ہو جاتا ہے پس یہ ہدیہ نہ رہا یہ تو قرض ہو گیا۔ پھر قرضدار ہونے سے یا قرضدار کرنے سے کیا فائدہ خلاصہ یہ کہ جن جن کاموں میں خرابیاں ہیں ان سب سے بچنا چاہیے ذرا سی خوبی کسی کام میں دیکھ کر اس کو کر لینا اور اس کی خرابیوں پر نظر نہ کرنا بڑی بے وقوفی ہے۔ اب وعظ ختم کرتا ہوں۔

سارے وعظ کا خلاصہ

اور جو کچھ سارے وعظ کا خلاصہ ہے اس کو دُہراتا ہوں کہ روزہ رکھا مگر پیٹ حرام سے بھرا اور دن کو بھی غیبت وغیرہ میں پھنسے رہے تو یہ روزہ کس کام کا ہوا۔ حاصل یہ کہ روزے کے جو آداب ہیں اور جو اس کے حق ہیں انہیں سیکھو اور عورتوں کو سکھاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت سے روزے رکھنے والے اور رات کو نفلیں پڑھنے والے ایسے ہیں کہ ان کی بھوک اور پیاس کی اللہ تعالیٰ کو کچھ حاجت نہیں اور اگر جیسے کہ روزہ

رکھنا چاہیے تھا ویسا ہی رکھ لیا تو اس کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزہ اور نماز دونوں شفاعت کریں گے۔ پس اس کے ساتھ دو نگہبان عذاب سے بچانے کے لیے موجود ہوں گے۔ پھر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جس کے لیے دو سرکاری نگہبان موجود ہوں۔ اس کی کیسے نجات نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشیں۔ آمین!

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ
بہر سر افگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ
چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اے سر جھکانا اللہ کے سامنے

ارشادات

حضرت حکیم الامت مجدد الملت
مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

بدنگاہی کے نقصانات

فرمایا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نامحرم کو دیکھنے کا تقاضا قلب میں ہو، اس کو ہم ایک دفعہ جی بھر کر دیکھ لیں تو تسکین ہو جائے گی، یہ محض غلط ہے وہ تسکین عارضی ہے۔ اس دیکھنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ دل کی گہرائی میں اتر جاتا ہے اس لیے محسوس نہیں ہوتا اور تسکین کا جو شبہ ہوتا ہے تو قصداً اس کا تصور کر کے مزہ لینا زہر قاتل رہزن دین ہے۔

حدیث شریف میں ہے؛

اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے

توبہ کا کمال

فرمایا کہ اگر ساری زمین گناہوں سے بھر جاوے تو توبہ سب کو مٹا دیتی ہے۔ دیکھئے بارود ذرا سی ہوتی ہے مگر بڑے بڑے پہاڑوں کو اڑا دیتی ہے۔

صُحبتِ اولیاء

فرمایا جو شخص بخشش کا طالب ہو اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھے۔ تمہارے اعمال میں ان کی صحبت سے برکت ہو گی۔ اہل اللہ کے دل روشن ہیں۔ پاس رہنے سے دل میں نُور آتا ہے۔ جب نور آتا ہے ظلمت و تاریکی بھاگ جاتی ہے، تشبہ جاتا رہتا ہے۔ ان کا دیکھ لینا ہی کافی ہوتا ہے۔

اتباعِ سُنّتؐ سے محبُوبیت کا راز

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جو شخص آپ کی ہیئت (وضع) بناتا ہے اس پر اللہ تعالےٰ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوب کا ہم شکل ہے۔ پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے (اللہ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے۔)

(کمالاتِ اشرفیہ)

اَلْقَوْلُ الْعَزِیْز

اے خدا باقی ہے تو اپنی محبّت دے مجھے
دیکھ لی فانی ہے دُنیا اس سے نفرت دے مجھے
تیرے در کی ہو رہوں اب ایسی قسمت دے مجھے
چھوڑ دُوں دُنیا کو بالکل ایسی ہِمّت دے مجھے
دیکھ لی بس دیکھ لی سخت بے بُنیاد ہے

مجذوب رحمۃُ اللہ علیہ

جس کو دیکھو لڑ رہا ہے ما و من کے واسطے
کر رہا ہے جان کو قربان تن کے واسطے
سب تو ہیں شمشیر زن قوم و وطن کے واسطے
تو اُٹھا تلوار ربِ ذوالمنن کے واسطے

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

مواعظ حکیم الامتؒ اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ
الامداد
لاہور
پاکستان

مدیر مسئول
مشرف علی تھانویؒ

مدیر
خلیل احمد تھانویؒ

جلد ۲	رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ / دسمبر ۲۰۰۰ء	شمارہ ۱

وعظ
مثلث رمضان
(رمضان کی تین عبادتیں)

از افادات: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی: مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ ۱۰/- روپے — زر سالانہ ۱۰۰/- روپے

پتہ دفتر
ماہنامہ الامداد
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ
۲۹۱ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
فون نمبر
۵۴۲۲۲۱۳-۶۳۸۰۶۰

ناشر: مشرف علی تھانوی
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس
۱۳/۲۰ پیٹی گن روڈ بلال گنج، لاہور
مقام اشاعت
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثلث رمضان(۱)

احوال واقعی (از جامع)

حضرت مدظلہ نے اس مجموعی وعظ کے تین جزو قرار دیئے ہیں اور ہر ایک کا نام جدا جدا تجویز فرمایا ہے۔ پہلا "الریان من رمضان" (۲) دوسرا "القرآن فی رمضان" (۳) تیسرا "الیقظان فی رمضان" (۴) اور مجموعہ کا نام "مثلث رمضان" تجویز فرمایا۔ اور وجہ تین جزو قرار دینے کی یہ ہوئی کہ حضرت والا کا قصد (۵) یہ تھا کہ اس رمضان شریف میں چار جمعہ واقع ہوں گے اور چاروں میں چار مضامین علیحدہ علیحدہ بیان کردیئے جاویں گے۔ مگر اتفاق سے حضرت کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ حتی کہ چند روزے بھی قضا ہوئے اور ضعف اس قدر ہوگیا تھا کہ بیان پر قدرت ہونا مشکل تھی۔ چنانچہ دو جمعہ میں وعظ نہیں ہوا۔ اور تیسرے جمعہ میں وعظ فرمایا جس میں مختصر اپہلے جمعوں کے بھی مضامین آگئے (یعنی جن مضامین کا پہلے دو جمعوں میں بیان کیا جاتا)۔ چنانچہ ایک مضمون پہلے جمعہ کے متعلق ہے، اور ایک دوسرے کے اور ایک تیسرے کے اور حضرت نے گذشتہ دو جمعہ میں وعظ نہ ہونے کے عذر کا اظہار بھی شروع وعظ میں فرمایا اور چوتھے کے متعلق وعدہ کرلیا گیا جیسا کہ معلوم ہوجائے گا۔

---

(۱) رمضان کی تین شانیں (۲) رمضان سے تروتازگی (۳) رمضان میں تلاوت قرآن (۴) رمضان میں بیداری (۵) ارادہ

مثلّث رمضان

یہ وعظ حضرتؒ نے ۱۳۳۶ھ کے رمضان المبارک کے تیسرے جمعہ کو ارشاد فرمایا جو دو گھنٹے تک جاری رہا۔ ناسازطبع کی بناء پر بیان میں اختصار رہا۔ بایں ہمہ جملہ ضروری مضامین ارشاد فرمادئے۔ حکیم محمد یوسف بجنوری مرحوم نے قلمبند فرمایا۔

خطبہ ماثورہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما رواہ الشیخان عن سہل بن سعد ان للجنۃ ثمانیۃ ابواب منہا باب یسمی باب الریان لا یدخلہ الا الصائمون

تمہید

یہ ایک حدیث ہے جس کو شیخین یعنی امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے سہل بن سعد صحابی سے روایت کیا ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جس میں سے ایک دروازہ کا نام باب الریان ہے، سوائے روزہ داروں کے اور کوئی اس میں داخل نہ ہوگا۔

یہ تو ترجمہ ہے اس حدیث کا، میرا مقصود بعض فضائل رمضان شریف کا بیان کرنا ہے۔ اور یہ مضمون منجملہ چند مضامین وقتیہ کے ایک مضمون ہے۔ پہلے سے یہ خیال تھا کہ اس ماہ کے چار جمعہ ہوں گے اور ہر جمعہ میں ایک ایک مضمون ان مضامین میں سے بیان کر دیا جائیگا۔ مگر اسباب ایسے ہو گئے کہ میں اس سے پہلے جمعوں میں بیان پر قادر نہیں تھا چنانچہ اب تک ضعف باقی ہے، اس لئے آج ایک ضروری مضمون بیان کر دیا جائیگا، جس میں مختصراً پہلے جمعوں کے مضامین بھی آ جائیں گے اور اخیر جمعہ باقی ہے چوتھا مضمون بشرط خیریت انشاء اللہ اسمیں بیان کر دیا جاوے گا۔

اگر سب جمعوں میں قدرت ہوتی تو آج کے حصہ میں تیسرا مضمون آتا اتفاقی بات ہے کہ ایک بھی بیان نہیں ہوا۔ اور یہ غیر اختیاری امر تھا، اب بھی پورا

قدرت نہیں۔ مگر میں نے خیال کیا کہ اگر زیادہ بیان نہ ہوگا تو تھوڑا ہی سہی، اس کے قبل تو اتنی بھی قدرت نہ تھی، وہ چاروں مضمون ضروری اور قابل تفصیل تھے، اگر عوارض (۱) پیش نہ آتے تو بالاستقلال (۲) ایک ایک جمعہ میں ان کا بیان ہوتا، اب اگر تینوں مضمون مفصلاً آج ہی بیان ہوں تو اس کے لئے وقت بہت چاہئے۔ اس واسطے قصد یہ ہے کہ تینوں کا مختصراً بیان کر دیا جائے۔ اور زیادہ وقت تو اکثر توابع (۳) میں صرف ہوتا ہے اصل مضمون طویل نہیں ہوتا، اسلئے توابع کا حذف کرنا مناسب معلوم ہوا۔ ضروری افادہ پر نظر کر کے آج تینوں کا بیان مختصراً کر دیا جائے گا۔

باب الریان

سو ایک تقریر کا مضمون تو حدیث سے شروع کر دیا ہے جس کا پھر ترجمہ کرتا ہوں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام "باب الریان" (۴) ہے۔ سوائے روزہ داروں کے اس میں سے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ یہ حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے رکھے ہیں اور جہنم کے سات۔ لوگ اس کی حکمت سبقت رحمتی علی غضبی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت غضب پر سبقت لے گئی۔ اس لئے جنت کے دروازوں کی تعداد جہنم (۵) سے زیادہ ہے۔ گویا اجازت دی کہ اگر کثرت سے داخل ہونے والے ہوں تو آسانی سے داخل ہو سکیں کیونکہ تعداد دروازوں کی زیادہ ہے۔ اور اس میں ترغیب بھی ہے کہ جنت میں زیادہ جانیوالے ہونے چاہئیں اور جہنم میں جانیوالے کم ہوں اور کوشش کرنی چاہئے کہ اس

---

(۱) اگر بیماری سے موانع پیش نہ آتے (۲) مستقل طور پر (۳) اصل مضمون کے ذیل میں جو مضامین بیان کئے جاتے ہیں (۴) جنت کا دروازہ (۵) دوزخ

میں نہ جائیں، گو وقوع اس کے خلاف ہے یعنی جنت میں کم جائیں گے اور جہنم میں زیادہ، اور یہ لوگوں کی سوء تدبیر (۱) کی وجہ سے ہے ورنہ ان کے کرم میں کمی نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ دروازے اس مکان میں زیادہ رکھے جاتے ہیں جس میں وسعت ہو (۲) اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں وسعت زیادہ ہے اگرچہ سوء تدبیر کی وجہ سے جہنم (۳) والوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اور جہنم بھی کوئی چھوٹی سی چیز نہیں گو جنت سے وسعت میں کم ہو، چنانچہ جہنم کی وسعت اس سے ثابت ہے کہ باوجود اس کے کہ جہنم میں جہنمی کثرت سے داخل ہو چکیں گے پھر بھی پکارے گی" ہل من مزید " کہ "اور ہو تو دے دو" جیسے بھوکے سے دریافت کرتے ہیں کہ اور کچھ چاہئے؟ تو وہ کہتا ہے " اور ہو تو دے دو" اور یہی حال جنت کا ہوگا۔ مگر اللہ میاں اتنے رحیم و کریم ہیں کہ دوزخ کو تو اپنے حکم سے شکم سیر (۴) کر دیں گے، کسی کو بلا عمل (۵) داخل نہ کریں گے۔ اور جنت کیلئے ایک نئی مخلوق پیدا کریں گے جن کو بلا عمل محض اپنے فضل سے جنت مرحمت (۶) فرمائیں گے۔ غرض اس کو اتنی وسعت اسلئے دے دی ہے کہ اس کے دروازوں کی تعداد جہنم سے زیادہ رکھی ہے۔ اور جہنم کے بھرنے کیلئے نئی مخلوق پیدا نہیں ہوگی، بلکہ اسی کے (۷) اجزاء کو سمیٹ کر تنگ کر دیں گے۔ ورنہ حاکمیت کا مقتضا تو یہ تھا کہ اگر اہل جنت کو دوزخ میں داخل فرما دیتے تو کسی کو بھی چون وچرا کی گنجائش نہ تھی۔

ہست سلطانی مسلم مر ورا　　　　نیست کس را زہرۂ چون وچرا (۸)

(۱) بُری تدبیر (۲) گو کہ زیادہ (۳) اگرچہ تدبیر کی وجہ سے دوزخ والوں کی تعداد زیادہ ہوگی (۴) پیٹ بھر دیں گے (۵) بغیر عمل (۶) داخل فرمائیں گے [illegible] (۷) دوزخ کے اجزاء کو سمیٹ کر (۸) بادشاہت صرف اس حق کے لئے مسلم ہے۔ کسی کو چون وچرا کی طاقت نہیں ہے۔

مگر وہ صرف حاکمیت سے کام نہیں لیتے بلکہ حکمت سے کام لیتے ہیں، چنانچہ جو کچھ بھی کرتے ہیں اس میں حکمت ہی ہوتی ہے گو ہمیں معلوم نہ ہو۔ پھر ایک طریقہ تو دوزخ کے پُر کرنے کا یہ تھا کہ اہل جنت کو دوزخ میں بھیجتے اور ان کو معذب (۱) فرماتے۔ اور دوسرا یہ تھا کہ ان کو دوزخ میں بھیجتے اور معذب (۲) نہ فرماتے وہ اس پر بھی قادر ہیں۔

حقیقی انعام

اور ایسا واقع بھی ہے کہ کوئی دوزخ میں ہو اور معذب نہ (۳) ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے الوائدۃ والموؤدۃ کلتا ہما فی النار کہ زندہ در گور کرنے والی اور زندہ در گور کی گئی دونوں آگ میں ہیں۔ ہندوستان میں بھی لڑکیوں کے مارنے کی عادت تھی مگر سلطنت نے اس کا انتظام کر دیا۔ عرب میں یہاں سے زیادہ آفت تھی کہ لڑکی کو زندہ در گور (۴) کر دیتے تھے کہ وہ خود ہی گھٹ کر مرجاتی تھی۔ یہاں تو مار کر دفن کر دیتے تھے۔ مگر عرب کا طریقہ یہاں سے اشد تھا شاید اس صورت سے مارنے میں عرب کا یہ خیال ہو کہ مارنے کے فعل کو اپنے ذمہ کیوں رکھیں؟ یا معلوم نہیں کہ عرب کے نزدیک اس کا کوئی اور اختراعی سبب (۵) تھا۔ غرض کہ یہ رواج تھا اور یہ حدیث اس کے متعلق ہے الوائدۃ والموؤدۃ کلتا ہما فی النار اس میں ظاہرا یہ شبہ ہوتا ہے کہ بچی نے کیا خطا کی ہے جس کی وجہ سے وہ دوزخ میں ڈالی گئی علماء نے اس کے مختلف جوابات دیے ہیں۔

---

(۱) عذاب دیتے (۲) دوزخ میں تو بھیجتے لیکن عذاب نہ دیتے (۳) اور حقیقت میں ایسا ہے بھی کہ دوزخ میں ہو، پھر بھی عذاب نہ ہو (۴) زندہ قبر میں دفن کر دیتے تھے (۵) اس کا کوئی اور سبب گھڑ رکھا ہو

سب سے اچھا جواب یہ ہے کہ یہ بچی دوزخ میں تو ہوگی مگر معذب نہ ہوگی جیسے جہنم میں فرشتے بھی ہوں گے مگر معذب نہ ہونگے۔ چنانچہ خزنۂ جہنم (۱) دوزخ ہی میں ہونگے مگر وہاں بھی ویسے ہی مقرب ہیں جیسے جنت کے فرشتے جنت میں۔ کیونکہ اصل انعام تو بندہ پر یہ ہے کہ اس کو حق تعالیٰ کی معیت (۲) نصیب ہو، خواہ دوزخ میں ہو یا جنت میں۔ اگر دوزخ میں معیت ہے تو پھر تکلیف کا کیا ذکر ہے وہی جنت ہے اور اگر جنت میں معیت نہ ہوتی وہ دوزخ سے بدتر ہوتی۔

با تو دوزخ جنت است اے جان فزا

بے تو جنت دوزخ است اے دلربا (۳)

خزنۂ جہنم کے ساتھ خدا تعالیٰ کی معیت ہوگی اسلئے وہ فرشتے آرام ہی میں ہونگے۔

حقیقت تعذیب (۴)

اس کی واضح مثال دنیا میں موجود ہے دیکھئے جیل خانہ میں ایک تو مجرم ہوتے ہیں اور ایک وہ جو وہاں ملازم ہیں۔ مجرمین کو تکلیف ہوتی ہے کہ ایک ایک دن کاٹنا مشکل ہوتا ہے اور ملازمین جیسے اور جگہ خوش ہیں اسی طرح وہاں بھی۔ وجہ یہی ہے کہ مجرمین کے ساتھ حکومت کی معیت نہیں ہوتی بلکہ عتاب (۵) متعلق ہوتا ہے اور ملازمین کے ساتھ معیت (۶) ہوتی ہے۔

البتہ ایک شبہ یہاں یہ واقع ہوتا ہے کہ پھر موؤدہ (۷) کو جہنم میں رکھنے سے فائدہ کیا؟ جبکہ وہ معذب (۸) نہیں۔ کیا اس کیلئے جہنم میں ٹھکانا تھا جواب یہ ہے کہ اول

(۱) جہنم کے فرشتے (۲) ساتھ (۳) اے میری جان تیرے ساتھ ہو تو دوزخ بھی جنت ہے اور اے دلربا تیرے بغیر تو جنت بھی دوزخ ہے (۴) عذاب کی حقیقت (۵) غضب (۶) حمایت (۷) جس کو زمین میں زندہ دفن کیا گیا ہو (۸) جبکہ اس کو عذاب بھی نہیں۔

تو ہمیں مصلحت دریافت کرنیکی مجال نہیں۔ خیر میں مصلحت بھی بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ بچی جس کو زندہ درگور کیا تھا وہ ماں کے پیش نظر رہے اس سے ماں کیلئے زیادتی عذاب کی مقصود ہے۔ کہ اس کو دیکھ دیکھ کر اپنا فعل یاد کر کے خوب کڑھے اور رنج ہو۔ کہ ہائے میں کیسی سنگدل تھی کہ میں نے اپنی بیٹی کیساتھ یہ حرکت کی جس کی وجہ سے آج عذاب بھگت رہی ہوں۔ نیز ممکن ہے کہ اس پر حقیقت بھی منکشف (۱) نہ ہو اور وہ یہی سمجھتی رہے کہ میری بچی پر بھی عذاب ہو رہا ہے۔ حالانکہ وہ معذب نہیں اور حقیقت منکشف نہ ہونے سے اس کی حسرت اور رنج اور زیادہ ہو جاوے جو کہ باعث زیادتی عذاب کا ہے۔ اور یہ ضرور نہیں کہ وہاں سب ہی کو ایسا انکشاف عام ہو جاوے کہ کوئی چیز مخفی (۲) ہی نہ رہے۔ ہاں دنیا سے زیادہ وہاں انکشاف ہوگا۔

وجہ یہ ہے کہ ممکنات (۳) کے علوم متناہی ہیں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ بعض علوم مخفی بھی ہوں بس ماں یہ سمجھے گی کہ مجھ پر عذاب ہے اور میری وجہ سے بچی پر بھی عذاب ہے۔ اس سے عذاب میں زیادتی ہوگی اور اولاد سے تعلق فطری ہے وہاں بھی یہ تعلق بالکلیہ منقطع نہ ہوگا کیونکہ فطریات عادۃً بدلا نہیں کرتیں۔ تو جب ماں یہ سمجھے گی کہ میری وجہ سے یہ بھی عذاب میں ہے اس سے اسکی کلفت بڑھے گی اگر اس محمل پر حدیث کو محمول کر لیا جاوے تو کیا قباحت ہے۔

تعذیب شمس وقمر

اس سے بھی واضح و اقرب الی الفہم ایک اور نظیر (۴) ہے وہ یہ کہ حدیث

---

(۱) حقیقت بھی نہ واضح ہو (۲) یہ ضروری نہیں کہ سب کو سب باتیں معلوم ہی ہو جائیں اور کوئی بات پوشیدہ نہ رہے (۳) امکانی علوم (۴) اس سے زیادہ واضح اور سمجھنے کے زیادہ قریب ایک اور مثال ہے

میں ہے الشمس و القمر مکور ان فی النار یوم القیمۃ کہ آفتاب اور چاند بے نور کر کے جہنم میں ڈالے جاویں گے۔ یہاں بھی وہی شبہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کیا خطا کی ہے جس کی وجہ سے جہنم میں ہوں گے۔ جواب یہ ہے کہ خطا کی تحقیق کی ضرورت اس وقت ہے جبکہ وہ معذب (۱) بھی ہوں۔ سو وہ معذب نہ ہوں گے اور ان کو دوزخ میں ڈالنے سے مشرکین کو دکھانا ہوگا کہ یہ خود کو تو دوزخ سے بچا ہی نہ سکے تم کو کیا بچا سکتے ہیں۔ اس کو اقرب (۲) اس لئے کہا گیا ہے۔ ذی روح کا معذب ہونا اتنا مستبعد نہیں جتنا غیر ذی روح کا معذب (۳) ہونا (اس موقعہ پر ذی روح (۴) وہ لڑکی ہے جس کو زندہ درگور (۵) کیا تھا اور غیر ذی روح شمس وقمر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لڑکی معذب تو نہ ہوگی مگر اس کا معذب ہونا اتنا بعید نہ تھا جتنا کہ شمس وقمر کا معذب ہونا بعید ہے۔ کیونکہ لڑکی ذی حیات (۶) ہے اور ذی حیات کو عادۃً تکلیف ہونا بعید نہیں اور شمس وقمر غیر ذی حیات (۷) ہیں اور غیر ذی روح کو عادۃً تعذیب نہیں ہوتی۔ چنانچہ لکڑیوں کو آگ میں جلاتے ہیں مگر بوجہ غیر ذی روح ہونے کے اس کو تکلیف ہونا مستبعد (۸) ہے۔ بخلاف اس کے کہ کسی جاندار کو آگ میں ڈال دیں کہ اس کو تکلیف ہونا کچھ بھی بعید نہیں۔ اگرچہ حق تعالیٰ کو اس پر بھی قدرت ہے کہ غیر ذی روح کو بھی معذب فرمادیں)۔ پس شمس وقمر ہوں گے تو وہ دوزخ میں مگر معذب نہ ہوں گے کیونکہ ذی روح نہیں۔ اور اسی لئے مکلف نہیں بلکہ بعض ذی روح بھی مکلف نہیں جیسے حیوانات وبہائم۔ بلکہ بعض ذوی العقول (۹) بھی بواسطہ انبیاء کے مکلف نہیں یعنی

---

(۱) جبکہ ان کو عذاب بھی ہو (۲) زیادہ قریب (۳) کسی روح والے کا عذاب میں مبتلا ہونا اتنا بعید نہیں جتنا کہ غیر روح والی چیز کا مبتلا عذاب ہونا (۴) روح والی (۵) زندہ دفن (۶) لڑکی میں زندگی ہے (۷) حیات نہیں (۸) بعید از عقل (۹) صاحب عقل

ان کی طرف انبیا کی بعثت نہیں ہوئی۔ گو بعض اہل لطائف (۱) اس کے بھی قائل ہوئے ہیں کہ ملائکہ بھی اس طرح مکلف ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت ان کی طرف بھی ہے۔ بلکہ بعض نے یہ بھی کہا کہ بعض جمادات کی طرف بھی ہے اور وہ بھی مکلف ہیں اور بعثت الی کافۃ الخلق (۲) سے استدلال کیا ہے مگر میرے نزدیک یہ ایک لطیفہ ہے اور اگر اس کو مان بھی لیا جاوے تو کہا جاویگا کہ یہ مکلف تو ہیں مگر ان چیزوں سے عصیان (۳) کا ظہور نہیں ہوا اس لئے معذب نہ ہوں گے۔ چنانچہ کلام اللہ سے ان کا مطیع ہونا ثابت ہوتا ہے "الم تران اللہ یسجد لہ من فی السموات و من فی الارض والشمس والقمر والجبال والشجر والدواب و کثیر من الناس" (۴)

اگر ان سے عصیان ہوتا بوجہ اس کے کہ اس قول میں انکی طرف بھی بعثت ہے اور یہ مکلف ہیں اس لیے ضرور تھا کہ یہ معذب بھی ہوں مگر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں عصیان نہیں کیونکہ حق تعالی نے "سموات" وارض" وشمس" وقمر" ودواب" سب کے متعلق بلا استثناء "یسجد لہ" (۵) فرمایا ہے اور "ناس" کے لئے "کثیر" کی قید بڑھائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ "ناس" میں تو بعض مطیع اور بعض عاصی (۶) ہیں مگر اور مخلوقات میں سب مطیع (۷) ہیں۔ اور آیت میں "ناس" (۸) سے مراد انس و جن (۹)

---

(۱) صوفیا (۲) ہمارے نبیؐ نے فرمایا کہ میں تمام مخلوقات کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں (۳) گناہ (۴) سورۃ حج آیت ۱۸ اے مخاطب کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی بھی (۵) اللہ تعالی نے آسمان وزمین وسورج چاند اور چوپایوں سب کیلئے بغیر استثنا کے فرمایا کہ وہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں (۶) لوگوں میں تو بعض فرمانبردار ہیں اور بعض نافرمان ہیں (۷) فرمانبردار (۸) لوگ (۹) انسان اور جنات

دونوں ہیں کیونکہ "ناس" کا ترجمہ ہے لوگ، جن کو بھی "ناس" کہتے ہیں۔ مگر ایک طالبعلم تھے وہ جانوروں کو بھی لوگ کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کہنے لگے کہ بندر لوگ بڑے شریر ہیں۔ مگر محاورہ میں لوگ صرف انس وجن کو کہتے ہیں۔ غرض انس وجن میں تو دو قسمیں ہیں بعض فرمانبردار بعض نافرمان۔ اور جو ان کے سوا ہیں وہ سب فرمانبردار ہیں۔ لہذا شمس وقمر کا غیر معذب ہونا واضح ہو گیا اس کے خلاف کا احتمال ہی نہیں۔ گو طالب علمی کے زمانہ میں ایک شخص مجھ سے جھگڑ رہے تھے کہ یہ معذب (۱) ہوں گے، اور سبب یہ بتلاتے تھے جو چیزیں سبب معصیت ہوئی ہیں وہ بھی معذب ہونی چاہئیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ سبب معصیت ہونا جو بالاختیار ہو وہ معذب ہونے کو مستلزم (۲) ہے، نہ وہ جو کہ سبب بلا اختیار ہو، چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ تسبب بلا اختیار معصیت (۳) نہیں ہے فقہاء اور صوفیہ ہی شریعت کو خوب سمجھنے والے ہیں۔ ان ہی دونوں گروہ نے شریعت کے اسرار (۴) کو خوب سمجھا ہے۔ گو بعضے فقہاء اور صوفیہ میں لڑائی بھی رہی ہے، مگر جو حضرات جامع شریعت وطریقت ہوئے ہیں وہ کبھی نہیں لڑے۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ محقق وہ ہے جس میں تین وصف ہوں۔ فقیہ ہو، محدث ہو، صوفی ہو، محققین میں لڑائی نہیں ہوئی ہاں غیر محققین میں ہوئی ہے۔

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند (۵)

غرض فقہاء نے یہ مسئلہ سمجھا ہے کہ مطلق سبب بننا معصیت نہیں اس لئے جو چیزیں بلا اختیار سبب معصیت ہوئی ہیں وہ معذب نہ ہوں گی۔ (۶)

---

(۱) ان کو بھی عذاب ہوگا (۲) اپنے اختیار سے جو گناہ کا سبب بنتا ہے اس پر عذاب ہوتا ہے اور جو بلا اختیار ہو اس پر نہیں ہوتا (۳) بلا اختیار کسی چیز کا سبب بن جانا گناہ نہیں (۴) راز، بھید (۵) جب حقیقت معلوم نہ ہوئی تو افسانے گھڑنے شروع کر دیے (۶) جو بلا اختیار گناہ کا سبب بنتی ہیں ان کو عذاب نہ ہوگا

صورۃ تعذیب

البتہ اس میں کلام ہے کہ شمس و قمر آیا اپنی جگہ رہ کر جہنم میں ہوں گے یا ان کو اپنی جگہ سے ہٹا کر جہنم میں ڈالا جائے گا۔ جمہور کی رائے ہے کہ دونوں کو ہٹا کر جہنم میں ڈالا جاوے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم بھی بہت بڑی ہے اس لئے کہ یہ اجرام یعنی شمس وقمر(۱) کوئی چھوٹی سی چیز نہیں ہیں۔ شمس زمین سے ہزاروں حصہ بڑا ہے ایسے ہی قمر کو سمجھنا چاہئے۔ بایں ہمہ(۲) مثل گولے کے جہنم میں پھینک دیے جائیں گے۔ مگر شیخ اکبرؒ(۳) کا کشف ہے کہ شمس وقمر اپنی جگہ رہیں گے اور جہنم میں بھی ہوں گے اور اس طرح کہ جہنم کو ان کی مستقر(۴) تک بلکہ اس سے بھی آگے بسط(۵) دیا جاوے گا۔ یعنی جہنم کی آگ میں بسط ہوگا۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسی ہانڈی(۶) ڈھکی ہوئی پک رہی ہو۔ اور پھر اس کو کھول دیا جاوے تو اس کی گرمی پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح جب جہنم کو کھول دیا جاوے گا تو اسکی حرارت پھیل جاوے گی جس سے سمندر و ہوا سب آگ بن جاویں گے حتی کہ آسمان تک حرارت پہنچے گی جو آفتاب وقمر کو بھی محیط(۷) ہو جاوے گی اور آفتاب وقمر دونوں اسمیں داخل ہوں گے۔ یہ صورت ہوگی شمس وقمر کے اپنی جگہ رہنے کی اور جہنم میں بھی ہونے کی۔ اور پھر جہنم کی آگ متجاوز ہو کر ساتویں آسمان کے مقعر(۸) تک پہنچے گی اور وہاں بہت ہی لطیف(۹) ہو جائے گی کہ اس کی لطافت میں لذت ہوگی اور

---

(۱) سورج اور چاند کے اجسام (۲) ان سب کے باوجود (۳) صوفیا میں ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں (۴) ان کے ٹھکانے تک (۵) پھیلا دیا جائے گا (۶) ڈھکی (۷) سورج اور چاند کو بھی گھیرے لے گی (۸) ساتویں آسمان کی تہہ تک ... پہنچ جائے گی
(۹) بہت ہلکی ہو جائے گی

جنت کے میوے اسی لطیف گرمی سے پکیں گے۔ اور جنت ساتویں آسمان کے محدب (۱) پر ہوگی۔

اس کشف کی قرآن وحدیث نہ تائید ہی کرتا ہے اور نہ تکذیب ہی کرتا ہے، کشفیات میں ہم شیخ اکبرؒ کے تابع نہیں ہیں لیکن اگر کوئی اسکا قائل بھی ہو مگر جزماً (۲) نہیں تو کچھ حرج بھی نہیں کیونکہ جیسے تائید نہیں ویسے تکذیب (۳) بھی نہیں۔ یہ فائدہ کے طور پر بیان کر دیا۔

بہر حال یہ اشکال وارد نہیں ہوتا کہ لڑکی جہنم میں ہو اور معذب نہ ہو تو اس بنا پر ممکن تھا کہ اہل جنت دوزخ میں بھیج دیے جاتے اور معذب نہ ہوتے۔ مگر حق تعالیٰ کی رحمت کو دیکھیے یہ احادیث میں آتا ہے کہ جب جنت میں اہل جنت داخل ہو چکیں گے پھر اس میں جگہ باقی رہ جائے گی تو حق سبحانہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کریں گے کہ وہ اس میں رہا کرے گی۔ اسی طرح جب جہنم باوجود اہل جہنم کے داخل ہونے کے "ہل من مزید" (۴) کہتی رہے گی۔ اس کیلئے حق تعالیٰ یہ نہ کریں گے کہ کسی مخلوق کو پیدا کر کے اس میں داخل کر دیں اور اس کا پیٹ بھر دیں۔ گو وہ باوجود جہنم میں ہونے کے معذب بھی نہ ہوتے۔ بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ بلا وجہ عذاب کی صورت کو بھی گوارا نہیں فرماتے کہ کسی کو پیدا کر کے اس میں صورۃً بھی داخل فرمائیں یہ عین رحمت ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ دوزخ کے پکارتے رہنے پر حق تعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھ دیں گے تو وہ کہے گی "بس بس"۔ اس حدیث کے معنی اول تو واللہ اعلم کیا ہیں اور اگر کوئی بات بھی سمجھ میں آوے مگر وہ بات مجلس عام میں کہنے کے قابل نہیں تو اسلم

(۱) ساتویں آسمان کے اوپر (۲) حتمی طور پر (۳) اگر تائید نہیں تو جھٹلایا بھی نہیں (۴) اور ہو تو لے آؤ

طریق یہی ہے کہ زبان کو بند رکھا جاوے۔

باغ محمدی

اہل ظاہر کو تو جہاں اطمینان ہو جاتا ہے تو بولتے بھی ہیں مگر صوفیہ تو بولتے بھی نہیں وہ تو ایسے اسرار کے ظاہر کرنے والوں سے ناراض ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

ظالم آں قومے کہ چشماں دوختند

وز سخنہا عالمے را سوختند

ترجمہ وہ قوم بڑی ظالم ہے جنہوں نے آنکھیں موند لیں اور باتوں سے دنیا کو جلا دیا۔ البتہ کبھی رمز(۱) میں کہہ بھی جاتے ہیں جیسے

در بشر روپوش گشتہ آفتاب دم مزن واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ آدمی میں سورج پوشیدہ ہیں، دم نہ مارو اللہ بہتر جانتا ہے

چنانچہ وحدۃ الوجود(۲) کے موقعہ پر کہہ بھی دیا اور پھر اظہار سے منع بھی کر دیا بات یہ ہے کہ ایسے اسرار کے ظاہر کرنے میں امثلہ(۳) اور الفاظ کافی نہیں ہیں۔ ان کی تو یہ حالت ہے

اے بروں از وہم وقال وقیل من خاک برفرق من وتمثیل من(۴)

پھر بھی کسی مثال کے بیان کرنے کا عذر بھی ظاہر کرتے ہیں کہ بدوں بولے صبر نہیں آتا۔

(۱) اشارۃ (۲) حقیقی اور دائمی وجود صرف اللہ کا ہے (۳) مثالیں (۴) اے وہ ذات جو میرے وہم و گمان سے باہر ہے آپ کے بارہ میں میرا بیان کرنا اور مثالیں دینا فضول ہے۔

بندہ نشکیبد زتصور خوشت   ہر دمت گوید کہ جانم مغرست (۱)

مستی کے غلبہ میں ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں مگر پھر کہتے ہیں۔

خاک بر فرق من و تمثیل من

مطلب یہ ہے کہ میں امثال میں اسرار بیان کر دیتا مگر وہ کافی نہیں۔ مگر ان حضرات کو کبھی صحو (۲) ہوتا ہے اور کبھی سکر (۳) سکر کی حالت میں کہہ جاتے ہیں۔ یہ انکی حالت ہے جن پر حال غالب ہو جاتا ہے، اور جو حال پر غالب ہیں ان کی زبان سے تو کبھی ایسی باتیں نکلتی ہی نہیں۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی زبان سے کبھی ایسی باتیں نکلیں ہی نہیں کیونکہ وہ حال پر غالب ہوتے ہیں۔ صحابہ میں بھی جو مغلوب الحال تھے ان کی زبان سے ایسی باتیں تو نہیں نکلی ہیں۔ مگر بعض حالات ظاہر ہو گئے۔ اور جو حال پر غالب تھے جیسے ابوبکرؓ عمرؓ وغیرہ ان سے کبھی ایسی باتیں صادر ہوئیں نہ ایسے حالات ظاہر ہوئے۔

بات یہ ہے کہ امت ایک باغ ہے اس میں ہر قسم کے درخت ہیں۔ سرو بھی ہے، جس پر مختلف ہواؤں کا اثر نہیں ہوتا۔ اس میں چھوئی موئی (۴) کے درخت ہیں کہ ہاتھ لگانے سے کملا جاتا ہے، جس کو شرمندہ بھی کہتے ہیں۔ باغ میں سب چیزوں کی ضرورت ہے۔ پھر اس باغ میں بچے بھی ہیں، بڑے بھی ہیں، دیوانے بھی ہیں، مجذوب بھی ہیں، ہر طرح کے لوگ ہیں۔ یہ باغ محمدی ہرا بھرا ہے اور ہرا بھرا رہے گا۔

---

(۱) بندہ آپ کے تصور خوشی کے بیان سے صبر ہی نہیں کر سکتا اور ہر وقت کہتا ہے کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔

(۲) مستی سے ہوش میں آنا (۳) حالت مستی (۴) ایک پودے کا نام ہے جس کو ہاتھ لگائیں تو مرجھا جاتا ہے اس لئے اس کو چھوئی موئی کہتے ہیں

صوفیہ مغلوب الحال بھی ہیں، اور ان میں ایسے بھی ہیں جو حال پر غالب ہیں۔

غرض حدیث میں ہے یضع قدمہ (۱) مگر میں اس کے متعلق زیادہ نقل نہیں کرتا۔ یہ تو دوزخ کی حالت ہوئی، اسی طرح جنت بھی پکارے گی کہ اے اللہ! مجھ کو بھر دیجئے، تو فوراً حق سبحانہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کر کے اس میں داخل فرما دیں گے کہ وہ اس میں رہا کرے گی۔

لطف افطاری

میں نے اپنے استاذ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے عرض کیا کہ ہم بھی انہی میں سے ہو جاتے تو کیا اچھا ہوتا؟ فرمانے لگے کہ خدا نہ کرے، وہ کیا جانیں جنت کا مزہ جنہوں نے کبھی تکلیف نہیں اٹھائی۔ مزہ ان کو ہی آوے جو یوں کہیں گے "الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن" (۲) ہمیں چین ہوگا، انہیں کیا چین؟ جس نے روزہ نہ رکھا ہو تو اس کو شام کے وقت کیا مزہ؟ اضطراراً (۳) یاد آگیا کہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ شام کے وقت روزہ داروں میں بیٹھ کر کہتے ہیں لاؤ ہم بھی روزہ افطار کر لیں۔ مگر جب روزہ نہیں تو جانے کس چیز کو افطار کرتے ہیں، یہ بھلے مانس روزہ دار تو ہوتے نہیں مگر افطاری میں سب سے پہلے آموجود ہوتے ہیں، مگر انہیں کیا مزہ؟ مزہ تو شام کے وقت سوختہ افروختہ (۴) لوگوں کو ہوتا ہے کہ پانی کا نام لینے سے ان میں جان آجاتی ہے استلذاذاً (۵) کے لئے پوچھا کرتے ہیں کہ پانی کہاں کا ہے؟ ایک شخص کہنے لگے کہ میں تو رمضان شریف میں اسٹیشن پر رہتا ہوں کہ وہاں کے کنوئیں کا پانی

---

(۱) وہ (اللہ پاک) اس (دوزخ) پر اپنا قدم رکھ دیں گے (۲) تمام تعریفیں اس اللہ پاک کیلئے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا (۳) اضطراراً یاد آگیا (۴) جلے بھنے (۵) لذت حاصل کرنے کیلئے پوچھا کرتے ہیں

نجیب (۱) ہے۔ اسی طرح جنت کا مزہ بھی اہل مصیبت (۲) کو ہوگا۔ یہ ایک مضمون اپنے اساتذہ سے سنا ہوا بیان کر دیا۔

زمین کی روٹی

اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جماعت ہمارے مشائخ کی کتنی ممتاز ہے ان حضرات کی زبان سے کیسی محقق بات نکلتی ہے۔ اسی طرح ایک محققانہ مضمون اور لیجئے، حدیث میں ہے کہ اہل جنت کو ایک خاص غذا عطا ہوگی۔ اور غذا اس زمین کی روٹی ہوگی اس میں اشکال یہ ہے کہ کیا ڈھیلے (۳) اور پتھر کھائیں گے؟ کیونکہ زمین میں تو یہی چیزیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں اس میں حکمت کیا ہے کہ اس زمین کی روٹی ملے۔ کیا کوئی دوسری چیز جنت کی نہ تھی۔

ہمارے اساتذہ نے اس کو حل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے، اور بات بھی نہایت لطیف ہے گو درجہ ظن (۴) میں ہے۔ اشکال کا جواب تو یہ ہے کہ حدیث میں یہ کہاں ہے کہ ڈھیلے اور پتھر کھائیں گے؟ وہاں تو روٹی کا ذکر ہے کہ حق تعالیٰ زمین کی روٹی دیں گے اور سب اس میں سے کھائیں گے، یہاں بھی تو ہم زمین کے اجزاء کھاتے ہیں۔ دیکھئے ایک من گیہوں بوتے ہیں اور بیس من پیدا ہوتے ہیں۔ جو ایک من سے زائد ہیں وہ زمین ہی کے تو اجزاء ہیں۔ عناصر کے امتزاج (۵) سے، ایک خاص ترکیب سے مٹی کی شکل گیہوں کی بن گئی۔

---

(۱) یعنی ٹھنڈا اور میٹھا (۲) مصیبت اٹھانے والوں کو۔ (۳) ڈھیلے یعنی روڑے (۴) اگرچہ یہ ایک احتمال کے درجہ میں ہے (۵) عناصر اربعہ آگ پانی مٹی اور ہوا کو کہتے ہیں ان کی ایک ترکیب سے ملنے کی وجہ سے مٹی کی شکل گیہوں کی بن گئی

پس تم یہاں بھی تو زمین کے اجزاء کھا رہے ہو۔ پھر جیسے یہاں چھننے کے بعد کھاتے ہو، اسی طرح اللہ میاں وہاں بھی لطیف اجزاء کو چھان کر کھلائیں گے۔ زمین سے جتنے پھل وغیرہ پیدا ہوتے ہیں، سب زمین کے ہی اجزاء ہیں۔ اجزاء لطیف ان شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ تو ایک سوال تو اس سے حل ہوگیا۔

باقی رہا حکمت کا سوال تو میں اپنے اساتذہ ہی سے اس کو نقل کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ بہت سے اللہ کے بندے وہ ہیں جنہوں نے دنیا کی چیزوں کو چکھا تک نہیں خواہ اضطراراً کہ میسر(۱) نہیں ہوئی، یا اختیاراً بمصلحت مجاہدہ ومعالجہ(۲)، میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو پان کا مزہ نہیں جانتے۔ تو بعضوں نے میوے نہ کھائے ہوں گے، بعض نے گوشت نہ کھایا ہوگا، تو اگر ان کو صرف جنت ہی کی نعمتیں دیتے تو ان کو دنیا اور جنت کی نعمتوں میں تفاوت نہ معلوم ہوتا۔

اور بدوں تفاوت(۳) کے پوری لذت اور قدر نہ ہوتی اس لئے ان کو اس شکل میں دنیا کی نعمتیں عطا فرمائیں گے اور وہ نعمت دیں گے کہ جس میں ہزارہا قسم کے مزے ہوں گے۔ کیونکہ جتنے مزے دنیا میں ہیں زمین ہی سے نکلے ہوئے ہیں۔ تاکہ موازنہ کرکے لذت زائد ہوجائے۔ پھر اصل میں تو صرف ان زاہدوں کو حکمت مذکورہ کے سبب کھلانا منظور ہوگا، مگر کرم کی عادت پر زاہدوں کیساتھ ہم شکم پروروں(۴) کو بھی کھلادیں گے۔

پس جیسا اس موازنہ سے نعم جنت کا مزہ بڑھے گا اسی طرح ایسے ہی موازنہ

---

(۱) خواہ مجبوری کی وجہ سے کہ ان کو وہ نعمتیں ملی ہی نہیں (۲) یا اپنے اختیار سے انہوں نے ان نعمتوں اور پھلوں وغیرہ کو مجاہدہ اور ریاضت کی وجہ کھایا نہیں (۳) بغیر فرق محسوس کئے (۴) پیٹ کے پجاریوں

سے جنت کا مزہ ایسے ہی لوگوں کو ہوگا جو دنیا میں مشقتیں اور مصائب اٹھا کر راحت کے موقع پر پہنچیں گے، بخلاف ان کے جنہوں نے دنیا دیکھی ہی نہیں، پیدا ہوتے ہی جنت میں داخل ہو گئے۔ بہرحال اتنا معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ دونوں کے پُر کرنے کے طریق میں رحمت کا ظہور ہوگا اسی ظہور کی فرع یہ بھی ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے مقرر فرمائے۔

جنت کا نقشہ

جنت کے متعلق ایک اور لطیف مضمون یاد آیا اس کو بھی بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ بعض حضرات کو جنت کا جو نقشہ مکشوف (۱) ہوا ہے اس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جنت کے طبقات الگ الگ نہ ہوں گے کہ ایک پورب میں تو دوسرا دکھن (۲) میں ہو۔ علیٰ ھذا۔ (۳) بلکہ اوپر نیچے ہوں گے کہ نیچے ادنیٰ درجہ ہے اس سے اوپر اعلیٰ پھر اس سے اوپر اور اعلیٰ۔ علیٰ ھذا، چنانچہ فردوس سب سے بلند ہوگا۔

اس پر ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ اس صورت میں سب سے اوپر کے درجہ کا چھوٹا ہونا لازم آتا ہے حالانکہ وہ سب سے بڑا ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ اگر کوئی مکان نیچے سے چھوٹا ہو اور اوپر جا کر پھیلاؤ ہو جائے یہاں تک کہ تمام جہات (۴) سے باہر نکل جاوے تو اس میں کیا استبعاد (۵) ہے، جیسے درخت کہ اس کا تنا عرض میں کتنا مختصر ہوتا ہے اور اوپر جا کر کتنا پھیلاؤ ہو جاتا ہے اس طرح وہاں بھی ممکن ہے۔

---

(۱) یعنی کشف سے معلوم ہوا (۲) جانب مشرق کو پورب مغرب کو پچھم اور اگر مشرق کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو داہنی جانب کو جنوب اور دکھن کہتے ہیں اور بائیں جانب کو شمال اور اتر کہتے ہیں (۳) اور اسی طرح مغرب و شمال (۴) سب طرف سے (۵) تو کیا مشکل بات ہے جیسے آج کل پانی کی ٹنکیاں بنائی جاتی ہیں کہ نیچے سے صرف ایک ستون اٹھا ہوا ہے اوپر کی ٹنکی زیادہ بنائی جاتی ہے یا بعض جگہ گملے وغیرہ نکال کر بنائے جاتے ہیں۔

شبہ اور جواب

ایک سوال حدیث کے متعلق اور ہے۔ وہ یہ کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جس شخص کا عمل جس دروازہ کے مناسب ہوگا اسی دروازہ سے پکارا جائے گا۔ مثلاً کسی نے نماز زیادہ پڑھی ہوگی تو وہ باب الصلاۃ(۱) سے بلایا جاوے گا۔ اور جس نے روزے زیادہ رکھے ہوں گے تو وہ باب الریان(۲) سے بلایا جاوے گا۔

اب فرض کیجئے کہ کوئی شخص ایسا ہو کہ جس نے ہر قسم کے عمل بکثرت کئے ہوں تو وہ مستحق اس کا ہوگا کہ وہ شخص ہر دروازے سے بلایا جاوے۔ چنانچہ حضور ﷺ سے حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ کوئی شخص ایسا بھی ہوگا کہ سب دروازوں سے بلایا جاوے گا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا "ارجوان تکون منھم" کہ مجھ کو امید ہے کہ ان لوگوں میں تم ہوگے۔ اس صورت سے لازم آتا ہے کہ ایک شخص مختلف دروازوں کی طرف کھنچا کھنچا پھرے۔ نیز مختلف دروازوں سے داخل ہونے کی صورت کیا ہے؟ کیونکہ ایک شخص ایک ہی دروازہ سے داخل ہوسکتا ہے۔

جواب اس کا یہ کہ جو تقریر پہلے کی گئی کہ جنت کے طبقات(۳) الگ الگ نہ ہوں گے۔ اس پر یہ اعتراض پڑتا ہی نہیں۔ مثلاً فرض کیجئے کہ باب الصلاۃ پہلا دروازہ ہے اور کسی نے نمازیں زیادہ پڑھی ہیں وہ اس دروازہ سے بلایا گیا اور داخل ہوکر جنت میں پہنچ گیا اور وہیں ہی رہ گیا۔ ایک وہ شخص ہے جس نے نماز روزے دونوں عمل بکثرت کئے تو وہ باب الصلاۃ سے گزر کر دوسرے دروازہ باب الریان میں گیا اور جنت میں داخل ہوکر وہیں رہ پڑا۔

(۱) اور روزہ نماز (۲) تر بتر دروازہ (۳) درجات

اب ایک شخص وہ ہے کہ اس نے ہر قسم کے اعمال بکثرت کئے ہیں تو وہ باب الصلوۃ میں اول داخل ہوا، اور پھر باب الریان میں پہنچا، پھر تمام دروازوں کو طے کرتا ہوا اعلیٰ جنت میں پہنچ گیا۔ ہاں اگر جنت کے طبقات (۱) الگ الگ ہوتے تو یہ اعتراض بظاہر لازم آتا گو اس میں بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ بلایا جاوے سب دروازوں سے، مگر داخل ہو ایک ہی سے۔ اس طور سے بلانے میں اس کا اکرام زیادہ ہے لیکن نقشہ مذکورہ کے بعد تو کوئی اعتراض ہی نہیں۔

مزہ دار فضیلت

باقی جو امور کشف کے متعلق بیان ہوئے ہیں یہ تخمینات اور مظنونات (۲) کے درجہ میں ہیں کوئی دلیل شرعی ان پر نہیں اور نہ ان کی تکذیب پر کوئی نص (۳) ہے اب چاہو اپنے دل کو سمجھا لو۔ غرض جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک کا نام باب الریان ہے۔ اس حدیث میں روزہ کی فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ روزہ دار ہی اس دروازہ سے داخل ہوں گے۔

اور اطلاق (۴) لفظ روزہ سے مراد عام ہے۔ نفل ہو یا فرض۔ پھر جب نفل کی بھی اتنی فضیلت ہے تو فرض کی تو کیا کچھ فضیلت ہوگی؟ اور روزہ کے فضائل تو بہت ہیں مگر یہ ایک فضیلت نہایت مزہ دار ہے کیونکہ پیاسے کو پانی کا نام سننے سے مزہ آتا ہے، اسی واسطے نام بھی وہ لیا گیا کہ جس کے سننے سے فرحت ہو۔ وہ کیا؟ باب

---

(۱) درجات (۲) جو باتیں صوفیا کے کشف سے جنت کے بارے میں بیان کی گئی ہیں وہ ایک اندازے اور گمان کا درجہ رکھتی ہیں (۳) نہ ان کے ثبوت میں کوئی شرعی دلیل ہے اور نہ ہی قرآن و حدیث میں اس کا انکار کیا گیا ہے (۴) ... کے بارے میں مطلق لفظ استعمال کرنے یہ حکم ہر روزہ کو شامل ہے۔

الریان۔ یعنی تروتازہ دروازہ جو پانی سے سیراب ہو۔ اور روزہ دار کو جیسی پانی سے فرحت ہوتی ہے اور کسی چیز سے کم ہوتی ہے اور پانی جیسا محبوب ہے دوسری چیز نہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ محبوب کا نام لینے سے بھی مزہ آتا ہے۔ اگر مزہ نہ آتا تو ایک عاشق یہ شعر نہ کہتا اگر چہ وہ شراب ہی کو کہہ رہا ہے۔

الا فاسقنی خمرا وقل لی ہی الخمر　　ولا تسقنی سرامتی امکن الجہر

ترجمہ: تو مجھے شراب پلا اور یہ کہہ کر پلا کہ یہ شراب ہے۔ جب تک علی الاعلان پلائی جا سکے چھپے ہوئے مت پلا!

کہ شراب پلاتا جا اور اس کے ساتھ یوں کہتا جا کہ شراب ہے شراب ہے۔ یہ محبوب کے نام سے لطف حاصل کر رہا ہے اور یہ چاہ رہا ہے کہ پلائیو الا زبان سے اس کا نام بھی لیتا جاوے اس میں بھی مزہ ہے۔ کوئی عاشق مزاج کبھی نہ کہے گا کہ محبوب کا نام لینا بے مزہ ہے غرض روزہ میں سب سے زیادہ محبوب ہے پانی۔ اسی واسطے میں نے ایسی حدیث چھانٹی جس میں پانی کا ذکر ہے اور پانی بھی اللہ میاں کے یہاں کا جس کی یہ صفت ہے لا لغو فیہا ولا تاثیم (۱)۔

ایک ہمارے دوست ہیں اور ضابطے سے ملازم، وہ پانی پر بڑے دلدادہ ہیں، ایک روز انہوں نے پانی بہت پی رکھا تھا کسی نے کہا کہ کہیں تمہارا پیٹ نہ پھٹ جائے۔ کہنے لگے کہ اگر محبوب کے وصل میں جان بھی جاتی رہے تو کیا حرج ہے؟

---

(۱) سورۃ الطور آیت ۲۳

لطیفہ

مجھے اس کے متعلق ایک لطیفہ یاد آیا وہ یہ کہ ان کے گاؤں میں قحط تھا ان بیچاروں کو روٹی پیٹ بھر نہیں ملتی تھی۔ ایک روز انہوں نے دیکھا کہ ایک دوسرے گاؤں میں سے لوگ بھاگے جا رہے ہیں۔ اس کا سبب (۱) دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہاں مرض ہیضہ کا پھیل رہا ہے اس لئے بھاگ رہے ہیں۔ گاؤں والوں سے پوچھا کہ یہ مرض کیسے ہوتا ہے؟ کسی نے کہا کہ بہت سی روٹی کھا جانے سے ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہیں یہ مبارک مرض کبھی ہمیں نہ ہوا۔ محبوب کے وصل میں مرنا قبول، چاہے جان جاتی رہے مگر محبوب مل جاوے۔ پھر یہ حالت یہاں ہی کی غذاؤں کی ہے کہ زیادہ کھاؤ تو مرنے کی نوبت آجائے، اور حق تعالیٰ کے یہاں تو کتنا ہی کھالیں گے کچھ بھی نہ ہوگا اور پتہ بھی نہ چلے گا، البتہ پسینہ نکلے گا جس میں مشک کی خوشبو نکلے گی۔

جنت کی غذائیں

یہ خبر علاوہ ہماری تفریح کے بددینوں کا منہ بند کرنے کو بھی دے دی ہے کیونکہ بعض اہل سائنس اعتراض کرتے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ غذا کھائیں اور پتہ بھی نہ چلے۔ نہ اجابت (۲) کے ذریعے سے دفع ہو۔

حضور ﷺ نے ان کا منہ بند کرنے کے لئے فرمادیا کہ جو فضلہ (۳) ہوگا بھی وہ پسینہ کے راستے سے دفع ہوگا جس کی خوشبو مشک کی سی ہوگی۔ اور غور کیا جاوے تو یہ اعتراض ہی فضول ہے جنت کی غذاؤں میں اتنا فضلہ ہی نہیں جو اجابت کی حاجت (۴)

---

(۱) اس کی وجہ معلوم کی (۲) پاخانہ کے ذریعے نکلے (۳) اجزائے فاضلہ اس غذا کے بذریعہ پسینہ نکلیں گے (۴) جنت کی غذا میں اتنا فاضل مادہ ہی نہیں کہ ان کے جسم سے نکالنے کیلئے پاخانہ کی ضرورت ہو

ہو۔ دنیا کے اندر اس کی نظائر بہت ملیں گی بعض غذائیں تو ایسی ہیں کہ ان کو کھا کر فضلہ بہت ہی خارج ہوتا ہے اور بہت سی ایسی غذائیں ہیں کہ ان کا فضلہ بہت ہی کم نکلتا ہے (۱)۔

جنت میں اللہ میاں نے اپنی قدرت کی مشین سے غذاؤں کو فضلات سے ایسا صاف کیا ہے کہ ان میں کچھ فضلہ رہا ہی نہیں۔ اور کچھ غبار ہو بھی تو وہ اسی قدر ہے کہ صرف پسینہ آنے سے نکل سکتا ہے اور کسی چیز کی ضرورت نہ ہو۔ مگر افسوس کہ معترضین روز مرہ ایسی نظائر اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر تامل وفہم سے کام نہیں لیتے۔ یہ کلام استطراد آ گیا تھا۔

سیرابی کی نعمت

اب مضمون سابق کی طرف عود کرتا ہوں جو باب الریان (۲) کے متعلق ہے یعنی دنیا میں ایسا پانی کہاں؟ باب الریان کے معنی ہیں دروازہ پانی سے سیراب ہونیوالا۔ دروازہ کا نام لیتے ہی سے روئیں روئیں میں جان آ گئی۔ یہ دروازہ کا نام ہے جو صائمین (۳) کے لئے بہت ہی مناسب ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا افطار کی تعلیم فرمائی ہے اس میں بھی ایسی ہی مناسبت ہے یعنی اس میں بھی پانی کا ذکر ہے۔ حکیم ایسے ہی ہوتے ہیں دعا یہ ہے " ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله " اور ایک یہ دعا بھی ہے " اللهم لك صمت وبك

(۱) جیسے چارہ اور سبزیاں کہ ان سے فضلہ زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے گائے بھینس کا فضلہ زیادہ ہوتا ہے مرغ وغیرہ سے کم فضلہ پیدا ہوتا ہے۔ (۲) جنت کے اس دروازے کے متعلق جس سے روزہ دار داخل ہوں گے (۳) روزہ داروں کیلئے

آمنت وعلیک توکلت وعلیٰ رزقک افطرت "(۱) ذہب الظمأ الخ کے معنی یہ ہیں کہ پیاس جاتی رہی اور رگیں تر ہوگئیں اور خدا نے چاہا تو ثواب ثابت ہوگیا۔ رہا یہ شبہ کہ سناتے کس کو ہیں؟ بات یہ ہے کہ کسی کو نہیں سناتے بلکہ اللہ میاں کی نعمت کو یاد کرتے ہیں زبان سے کہہ کر مزہ لے رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے مجاہدہ بھی کرایا تو ایسا جس میں لطف ہے۔ دن بھر تو انتظار کا لطف اٹھایا اور شام کو روزہ افطار کرنے بیٹھے تو سیرابی کی نعمت بھی حاصل ہوگئی زبان سے اس کا تذکرہ بھی ہوا۔ واللہ عجیب لطف ہے۔

ادبِ افطار

نہ معلوم رمضان میں لوگ کیونکر بے روزہ رہتے ہیں؟ میرے چار روزے بیماری کی وجہ سے قضاء ہوئے تھے، دن میں کھاتے پیتے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے میں نے چوری کی ہے۔ حالانکہ میں نے کوئی کام برا نہیں کیا(۲) کیونکہ طبیب صاحب نے افطار کی اجازت دیدی تھی۔ چار روزوں کے بعد پھر افطار کو جی نہ چاہا اگرچہ ان ناغہ کے ایام میں کھانا پینا بوجہ خوف ضعف(۳) کے تھا، کہ نہ کھانے سے کہیں ضعف نہ بڑھ جائے۔ مگر صاحب واللہ اس کھانے پینے میں ہرگز وہ لطف نہ تھا جو افطار کر کے کھانے پینے میں آتا ہے۔

پانچویں روز دوا میں کچھ بے انتظامی ہوگئی، میں نے کہا کہ جاؤ اب میں پیتا

---

(۱) یا اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیرے رزق پر افطار کیا
(۲) اس لئے کہ شرعاً بیمار کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے بعد میں قضا کرلے (۳) کمزوری کے خوف سے کھانا کھاتے تھے کہ کہیں زیادہ نہ ہو جائے

ہی نہیں اور روزہ رکھ لیا۔ میں تعجب کرتا ہوں ان لوگوں سے جو بلا عذر روزہ نہیں رکھتے کیسے ان کا دل گوارا کرتا ہے؟ بعض اسلامی ریاستوں میں سنا ہے روزہ نہ رکھنے پر جرمانہ ہوا ہے۔ یہاں تو یہ حالت ہے کہ بعض کھلم کھلا کھاتے پھرتے ہیں اور جو ان کو ٹوکے ان سے صاف کہہ دیتے ہیں کہ جب اللہ کی چوری نہیں تو بندوں کی کیا چوری؟

میں کہتا ہوں کہ ایسے لوگ بازار میں اپنی بی بی سے ہم بستر کیوں نہیں ہوتے؟ کیونکہ جب اللہ میاں کی چوری نہیں تو بندوں کی کیا چوری؟ اگر بازار والے دیکھ لیں گے تو کیا حرج ہے؟ بلا عذر بھی لوگوں کے سامنے کھاتے پیتے ہوئے پھرنا اس کا تو کیا ذکر ہے ادب یہ ہے کہ صاحب عذر بھی سب کے سامنے افطار نہ کرے۔ غرض روزہ داروں کو کئی طرح کے لطف حاصل ہوتے ہیں، روحانی لطف تو ہے کہ ہم جیسے پیٹ کے کتوں کو بھی لطف ہے، دیکھو انتظار میں اس وقت کیسا لطف ہے کسی غیر محقق کا قول ہے۔

جو مزہ انتظار میں دیکھا پھر نہ وہ وصل یار میں دیکھا

غیر محقق اس لئے کہا کہ یہ کلام علی الاطلاق (۱) صحیح نہیں ہے، کیونکہ دنیا کے محبوبین کا لطف تو بیشک وصل (۲) ہونے پر ختم ہو جاتا ہے، لیکن محبوب حقیقی کے قرب کا لطف غیر متناہی (۳) ہے کبھی ختم نہیں ہوتا وہاں تو یہ کیفیت ہے۔

دلارام در بر دلارام جو لب از تشنگی خشک و بر طرف جو

نگویم کہ بر آب قادر نیند کہ بر ساحل نیل مستسقیند

ترجمہ: محبوب بغل میں اور وہ محبوب کو ڈھونڈ رہے ہیں، لب پیاس سے خشک ہیں

(۱) بالکلیہ (۲) ملنے پر (۳) نہ ختم ہونے والا

میں یہ نہیں کہتا کہ پانی پر قادر نہیں کہ ساحل نیل پر پیاسے بیٹھے ہیں اور نہر کے کنارے بیٹھے ہیں۔

ایک اور شعر ہے:

داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار　گل چیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

ترجمہ: نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول زیادہ ہیں تیری بہار کا گل چیں دامن تنگ سے گلہ رکھتا ہے۔

جن کی یہ شان ہے ان کی طلب بھی غیر متناہی ہے۔ ایک شاعر طلب کے غیر متناہی ہونے کو بیان کرتا ہے

قلم بشکن، سیاہی ریز وکاغذ سوز، دم درکش
حسن ایں قصۂ عشق ست در دفتر نمی گنجد

ترجمہ: قلم توڑ دو، سیاہی گرادو، کاغذ جلا دو اور چپ رہو، حسن یہ عشق کا قصہ ہر کاپی میں نہیں ملتا۔ عشق کا کہیں پتہ نہیں، حسن و جمال کا بھی پتہ نہیں، مگر با ایں ہمہ جنت میں سیری ہوگی اور لذت میں بھی ترقی ہوگی۔

تجلیات ربانی

اور یہ جو بعض اہل حال کا مقولہ ہے کہ جنت میں ایک درجہ ہے، بعض عشاق اس میں ہوں گے کہ وہ ہر وقت ارنی ارنی (۱) پکاریں گے، اور یہ ان کا پکارنا ختم نہ ہوگا اور اس درجہ میں حور و قصور وغیرہ نہ ہوں گے۔ تو یہ کشف مؤول (۲) ہے۔ تاویل یہ ہے کہ شاید کسی ساعت قلیلہ (۳) کیلئے ایسا ہو مگر پھر سیری ہو جاوے گی اور اس حد کے بعد اور

(۱) اپنے آپ کو مجھے دکھا (۲) یہ ایسا کشف ہے جس کی تاویل کی جائے گی (۳) تھوڑے سے وقت کیلئے

چیزیں بھی ہوں گی۔ جیسے میدان حشر میں بعض تجلیات کی نسبت لوگ کہیں گے کہ آپ ہمارے رب نہیں ہیں۔ ہم اپنے رب کو پہچانتے ہیں پھر دوسری صورت سے تجلی ہوگی اور ہوں گی دونوں تجلیاں حق تعالیٰ کی، مگر پہلی تجلی سے قناعت نہ ہوگی اس کے بعد جو تجلی ہوگی اس سے قناعت ہو جاوے گی۔

چونکہ یہ کسی درویش کا قول ہے اس لئے میں نے تاویل کی ہے اگر اس تاویل کو کوئی نہ مانے بلکہ ظاہر ہی پر محمول (۱) رکھے۔ تو چاہئے ہم دوسرا جواب دیں گے کہ ہم قرآن و حدیث کے خلاف اس کشف کو نہیں مانتے، کیونکہ جنت میں ایسا کوئی درجہ ہی نہیں کہ جہاں حور و قصور نہ ہوں جنت میں سب کچھ ہوگا، اور سیری بھی ہوگی سیری نہ ہونا غلط ہے، وہاں تو وہ کیفیت ہوگی جس کو یاد کر کے اب یہ کہنا زیبا ہے کہ

اگرچہ دور افتادم بایں امید خورسندم ‏ ‏ ‏ ‏ کہ شاید دست من بار دگر جانان من گیرد

ترجمہ اگرچہ دور ہوں مگر اس امید سے خوش ہوں کہ شاید میرا ہاتھ دامن محبوب کو پکڑ لے۔

یوں نہیں کہا کہ دست جانان خود گیرم (۲) کیونکہ جانان من گیرد (۳) میں اور ہی لطف ہے۔ آپ کو بشارت ہے کہ جنت میں آپ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوگا۔ انہ بکل شیء محیط (۴) کی لذت عشاق کو اب بھی ہے وہاں اور بھی اتم (۵) ہوگی۔ مزہ ہے، چین ہے، وہ آغوش میں لئے ہوئے ہیں۔ پوری سیری اسی سے ہوتی ہے لہٰذا جنت میں پوری سیری ہوگی وہاں تجلی تام ہے اور محیط (۶) ہے۔ پھر احاطہ بھی بلا

---

(۱) اس کے ظاہری معنی ہی مراد لے (۲) محبوب کے دامن کو میں خود پکڑوں (۳) یہ محبوب مجھ کو پکڑ لے گا (۴) بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے (۵) اکمل و مکمل (۶) پوری کی تجلی مکمل [illegible]

حجاب (۱) ہے، محب اور محبوب میں اگر کپڑا حائل ہو تو سیری نہیں ہوتی اللہ میاں کپڑوں سے پاک ہیں البتہ حجابات درمیان میں ہیں۔ جنت میں سارے حجابات رفع ہو جاویں گے۔ سوائے رداء کبریا (۲) کے کوئی حجاب نہ ہوگا۔ جس کی حقیقت اور اک کنہ (۳) کا امتناع ہے۔ نیز جنت میں سیری اس لئے بھی ہوگی کہ جنت تعب و بے کلی (۴) سے خالی ہے وہاں انتظار و اشتیاق (۵) بعد کا نہ ہوگا۔ پس یہ کسی غیر محقق کا قول ہے کہ

جو مزہ انتظار میں دیکھا پھر نہ وہ وصل یار میں دیکھا

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وصل یار میں اور زیادہ لطف ہے۔ پس روزہ کا لطف کیا پوچھتے ہو؟ پانی کے انتظار میں ایک لطف ہے، پھر پیتے وقت اس سے زیادہ لطف، پھر رگیں تر ہو گئیں۔ یہ تیسرا لطف آخرت کے لطف کی خبر دیتا ہے کہ باب یسمی ریان یعنی وہ دروازہ تر بتر ہوگا۔ جو اس میں داخل ہوگا وہ تر بتر و سیراب ہو جائے گا۔

اگر کسی کو خیال ہو کہ ہم باب الریان کو کیا سمجھیں گے؟ عربی تو جانتے ہی نہیں پھر یہ نام سن کر وہاں کیا مزہ آئے گا؟ تو خوب سمجھئے کہ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی وہاں سارے عربی دان (۶) ہو جاویں گے۔ باب الریان کو بھی سمجھو گے اور اس کا نام بھی ریان ہوگا۔ دیکھنے میں بھی ریان ہوگا یعنی تر بتر۔

حیات جنت و دوزخ

بعض نے کہا ہے کہ ریان کی اسناد باب کی طرف حقیقی ہے یعنی وہ دروازہ خود

(۱) بغیر حجاب (۲) کبریائی کی چادر (۳) جس کی حقیقت کو معلوم کرنا ناممکن ہے (۴) تھکاوٹ اور بے چینی (۵) محبوب سے دور ہونے کی صورت میں جو انتظار اور شوق ہوتا ہے وہ نہیں ہوگا (۶) عربی جاننے والے

بھی تروتازہ ہوگا کہ اس میں نہریں ہوں گی فوارے ہوں گے وہ بھیگا ہوا ہوگا مگر یہ نہیں کہ اس میں کیچڑ ہوگا۔ بعض نے کہا ہے کہ اسناد مجازی ہے یعنی دروازہ کو ریان کہنا باعتبار ان لوگوں کے ہے جو اس میں وارد ہوں گے یعنی وہ تروتازہ ہوکر جاویں گے۔

اس کے بعد ایک گفتگو اس میں ہے کہ جنت کی چیزیں جس حالت پر ہوں گی، آیا وہ چیزیں خود بھی اس حالت کا ادراک(۱) کریں گی یا نہیں؟ بعض نے کہا ہے کہ ان کو بھی ادراک(۲) ہوگا۔ مثلاً دروازہ تر بتر ہوگا تو وہ اپنے تر بتر ہونے کا ادراک بھی کرے گا۔ اسی طرح اور چیزوں کا حال ہے اور ان الآخرۃ لہی الحیوان (۳) سے بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ آخرت سراپا حیات ہے۔ کیونکہ زیادہ مستعمل حیوان بمعنی مصدر ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے زید عدل(۴) اور اگر صفت بھی ہو تو بمعنی ذی حیات(۵) ہوگی۔ پس وہاں کی در و دیوار میں بھی زندگی ہوگی۔ دیواریں گائیں گی، نغمات پیدا ہوں گے، درخت گائیں گے۔

اور بظاہر اس لئے کہا کہ کلام میں یہ بھی احتمال ہے کہ "الدار" کا مضاف مقدر ہو یعنی حیوۃ الدار الآخرۃ ہی الحیوٰۃ (۶) باقی جنت کا بولنا خود حدیث میں آیا ہے اور وہ بظاہر حقیقت پر محمول ہے یہی صوفیہ کا مسلک ہے۔ بعض اہل ظاہر خشک ہیں وہ کہتے ہیں کہ جنت مثل بولنے والے کی ہوگی جیسے بے جان تصویر کو کہہ دیتے ہیں، ایسی جیسے اب بول پڑے گی یہ حیات کے قائل نہیں۔ مگر یہ محض تاویل ہے

(۱) ان چیزوں کو خود اپنی حالت کا علم ہوگا کہ نہیں (۲) وہ بھی اس بات کو محسوس کریں گی (۳) آخرت سراپا زندگی ہے (۴) زید سراپا انصاف ہے (۵) زندگی والی (۶) آخرت کے گھر کی زندگی ہی سراپا حیات ہے

صوفیہ کا قول ظواہر نصوص (۱) سے متاید ہے۔ ان کے نزدیک دوزخ بھی ذی حیات ہی ہوگی دلیل یہ ہے کہ "ہل من مزید" (۲) پکارے گی۔

نیز اس میں اور بھی آثار حیات (۳) کے پائے جاتے ہیں۔ نیز بعض اہل کشف نے جہنم کی شکل کے بارہ میں کہا ہے کہ اس کی شکل اژدھے کی سی ہے اس کے پیٹ میں سانپ، بچھو، کنکھجورے وغیرہ ہیں، سارا جہنم اژدھے کی صورت ہے۔

اس سے ایک حدیث کے معنی بلا تاویل سمجھ میں آجاویں گے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جہنم میدان قیامت میں لائی جاوے گی، جس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوں گے، مگر پھر بھی قابو سے باہر نکلی جاتی ہوگی اور کڑکتی (۴) ہوگی اور "ہل من مزید" پکارتی ہوگی، اس کے معنی صوفیہ کے قول پر اس طرح سمجھ میں آتے ہیں کہ چونکہ وہ ذی حیات (۵) ہے، اس لئے اس قسم کے آثار اس سے پائے جائیں گے۔ بات یہ ہے کہ قرآن، حدیث کو جس سہولت سے اہل باطن سمجھتے ہیں اور لوگ نہیں سمجھتے۔ اور جاندار ہونے کی صورت میں اس کا اثر فرحت میں زیادہ ہوتا ہے اس لئے اہل باطن کے مسلک پر سیرابی کی فرحت صائمین کو بہت زیادہ حاصل ہوگی۔ کیونکہ جب سنیں گے کہ باب الریان ذی حیات ہوگا، تو یہ سمجھیں گے کہ دروازہ میں داخل ہونے والے تو خوش ہوں ہی گے، مگر وہ دروازہ بھی بوجہ ذی حیات (۶) ہونے کے خوش ہوگا۔ اور پھاٹک کے جاندار ہونے پر خلاف عادت ہونے کے خیال سے تعجب نہ کیا جاوے۔ کیونکہ خلاف عادت بھی نہیں، جیسے دنیا میں بچے کے لئے ماں

---

(۱) صوفیہ کے قول کی تائید حدیث کے ظاہری معنی سے ظاہر ہوتی ہے (۲) اگر اور ہو تو لا دو (۳) چونکہ اس میں زندگی پائی جاتی ہے (۴) اچھلتی ہوگی (۵) چونکہ اس میں زندگی پائی جاتی ہے (۶) زندگی کے حامل ہونے کی وجہ سے

پھاٹک بن جاتی ہیں کہ لڑکا اس کے طریق خاص سے نکلتا ہے، ایسے ہی وہ دروازہ ہوگا

اور یہ تعجب ایسا ہی ہے جیسے ایک ملحد نے اعتراض کیا تھا کہ جنت میں دودھ کی نہروں کے واسطے اتنی گائیں کہاں سے آئیں گی؟ جواب یہ ہے کہ دنیا میں دودھ تھن میں سے نکلتا ہے اور خدا ہی پیدا کرتا ہے۔ اگر وہاں وہ نہر ہی خاصیت میں ایک بڑا تھن ہو اور اس میں دودھ پیدا کر دیا جاوے تو کیا تعجب کی بات ہے؟ اسی طرح جیسے یہاں جاندار پھاٹک پیدا کئے ہیں وہاں بھی پیدا کر دیں تو کیا محل تعجب ہے۔

سیرابی وسیری

قرآن سے بھی روزہ دار کے لئے دو نعمتیں ثابت ہوتی ہیں۔ سیرابی کی بھی "اشربوا" (۱) سے، اور سیری کی بھی "کلوا" (۲) سے، چنانچہ ارشاد ہے "کلوا واشربوا ہنیئاً بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ" (۳) پس روزہ دار ریان بھی بنائے جائیں گے اور شبعان بھی (۴)۔ اور حدیث میں گو شبعان صراحۃً مذکور نہیں مگر ریان خود شبعان پر دلالت کرتا ہے کیونکہ پانی پینے کا لطف پیٹ بھرنے ہی پر آتا ہے۔ دوسرے کریموں کی عادت ہے کہ کھانا کھلا کر پانی پلایا کرتے ہیں خالی پیٹ نہیں پلاتے۔ ہاں بعض بخیلوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ پانی سے مہمان کا پیٹ بھرنا چاہا کرتے ہیں تاکہ کھانا کم کھاوے۔

کریموں کی عادت یہ ہے کہ کھانے کے بعد پانی دیتے ہیں قبل نہیں دیتے تاکہ کھانا خوب کھایا جاوے۔ لہٰذا ریان عادۃً شبعان (۵) کو مستلزم ہے۔ باقی ریان کے

---

(۱) پیو (۲) کھاؤ (۳) الحاقۃ آیت ۲۴ (۴) روزہ دار تر بھی ہوں گے اور پیٹ بھرے بھی (۵) سیرابی پیٹ بھرے ہونے کو لازم ہے

عنوان میں صرف پانی کی بشارت اس لئے دی کہ صائم(۱) کو زیادہ مرغوب(۲) یہی ہے۔ اسی کی بشارت میں ارشاد ہوا ہے کہ " لایدخله الا الصائمون "یعنی اس میں روزہ دار ہی جائیں گے۔ اور میں نے جو اوپر جنت کے نقشہ کے ذکر میں ایک مثال درخت کی بیان کی ہے کہ جڑ عرض میں کم ہوتی ہے اور شاخیں زیادہ ہوتی ہیں۔

اس پر جنت کے درختوں کے متعلق ایک مضمون یاد آگیا اس کو بھی عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جنت کے درخت کی جڑ اوپر اور شاخیں نیچے ہونگی۔ مگر اس کا ظاہری مطلب مراد نہیں کہ جڑ تو آسمان کی طرف ہو اور شاخیں زمین کی طرف۔ جیسے کوئی چھوٹے سے درخت کو اُلٹا جما دے کہ اس کی جڑ اوپر کو شاخیں نیچے کو ہو جاویں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جڑ تو اونچی سطح پر ہوگی اور اسی سطح کے گرداگرد اس سے نشیب میں خلا ہوگا۔ اس میں شاخیں جڑ کی سطح سے بھی نیچے لٹکی ہوں گی۔ جیسے کوئی پھلواری گملہ میں رکھ کر وہ گملہ کسی اونچی ستون پر رکھ دیا جاوے اور اس کی شاخیں گملہ سے بھی نیچے پہنچ جاویں۔

حکمت اس میں یہ ہوگی کہ اہل جنت مل بیٹھ کر سب طرح پھل توڑ سکیں۔ مثلاً جڑ زمین سے دس فٹ اونچی ہو اور شاخیں زمین سے دو فٹ بلند ہوں۔ جیسے دنیا میں اونچے چبوترے پر درخت ہوتے ہیں جن کی شاخیں زمین کے متصل ہوتی ہیں۔ یہاں تک منجملہ تقریروں کے ایک تقریر یہ ہے جو بیان ہوئی اس تقریر کا نام "الریان من رمضان" مناسب ہے یعنی ریان کے حصول کی بشارت رمضان(۳) کی وجہ سے۔

---

(۱) روزہ دار (۲) پسندیدہ (۳) رمضان کے روزے کی وجہ سے عروق کے تر ہونے کی خوشخبری

فضیلت رمضان

اور جو مضمون اس سے پہلے جمعہ میں بیان کرتا اگر طبیعت اچھی ہوتی وہ اس آیت کے متعلق ہوتا جو آئندہ ذکر کرتا ہوں "شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی للناس وبینات من الہدی والفرقان(۱)" ہدی للناس میں تنوین تعظیم کی ہے یعنی بڑی ہدایت ہے لوگوں کے لئے۔ اور دلائل واضحہ ہیں۔ یہ عطف تفسیری ہے۔ "من الہدیٰ" میں "من" تبعیضیہ(۲) اور الف لام جنس کا ہے مطلب یہ ہوگا کہ قرآن بڑی ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور دلائل واضحہ ہیں ان شرائع سماویہ میں سے جن کی شان ہدایت ہے۔ یعنی شرائع سماویہ(۳) تو متعدد ہیں۔ ان سے ایک قرآن بھی ہے۔ اب "من" کا تبعیضیہ ہونا واضح ہوگیا اور یہ تخصیص بعد تعمیم(۴) ہے۔ یوں تو تمام کتب سماویہ اور تمام شرائع کی شان ہدایت ہے مگر اس تخصیص سے قرآن کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے اور فرقان لوازم ہدیٰ سے ہے کیونکہ وضوح حقیقت کے بعد امتیاز بین الحق والباطل لازم ہے۔(۵)

یہاں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ موقع تو ہے رمضان کی فضیلت بیان کرنے کا چنانچہ اوپر سے صوم ہی کا ذکر چلا آرہا ہے اور بیان کی گئی قرآن کی فضیلت۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ فضیلت بیان کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ خود

---

(۱) البقرۃ آیت ۱۸۵ "ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور واضح الدلالۃ ہے منجملہ ان کتب کے جو کہ ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنے والی ہیں۔" (۲) من جو بعض کے معنی استعمال ہو (۳) آسمان سے نازل ہونے والی شریعتیں اور کتابیں تو بہت سی ہیں جیسے توریت انجیل وغیرہ (۴) ایک عام حکم بیان کرکے پھر اس میں سے تخصیص کردی گئی (۵) کیونکہ حقیقت واضح ہونے کے بعد ہی انسان حق وباطل میں فرق کرتا ہے

اس چیز کی فضیلت بیان کریں۔اور ایک یہ فضیلت تو بیان کریں دوسری شے کی،اور اس کی فضیلت اس سے لازم آجاوے۔اور یہ احسن طریقہ ہے کیونکہ اس میں دعوے کے ساتھ دلیل بھی ہے اس کو کہتے ہیں:

خوشتر آں باشد کہ سر دلبرا گفتہ آید در حدیث دیگراں (۱)

مثلاً ہم کو حضرت حاجی صاحبؒ (۲) کی فضیلت بیان کرنا ہو تو اس کا ایک طریق تو یہ ہے کہ خود انکی فضیلت بیان کریں،اور دوسرا طریق یہ ہے کہ یوں کہیں کہ حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ مولانا گنگوہیؒ جیسے شخص ہیں۔اور یہ احسن طریق ہے پس اسی طریق سے رمضان کی فضیلت اس طرح لازم آگئی کہ ماہ رمضان وہ ہے جس میں ایسا اور ایسا کلام نازل ہوا ہے۔جس ماہ کو اتنی بڑی چیز سے ملابست (۳) ہوگی تو وہ ماہ کتنی فضیلت رکھتا ہوگا۔ظاہر ہے کہ بڑی فضیلت والا ماہ ہوگا۔

اہتمام تلاوت

اب ماہ رمضان میں نزول قرآن سے برکت ہونے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ برکت اس کو قرآن کے نازل ہونے سے حاصل ہوئی۔ایک یہ کہ برکت اس ماہ میں پہلے سے تھی اور قرآن کے ہونے سے یہ ماہ نور علیٰ نور ہو گیا ہو۔اسی کے مناسبت نعت کا یہ شعر ہے۔

— نبی خود نور،اور قرآن ملا نور نہ ہو پھر ملکے کیوں نور علیٰ نور

اسی طرح یہاں ہوگا کہ رمضان خود نور پھر قرآن دوسرا نور۔بس اس سے مل

(۱) یہ بہترین طریقہ ہے کہ محبوب کی خوبیاں دوسروں کے ذکر کے ضمن میں بیان کی جائیں (۲) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (۳) جس ماہ کو اتنی بڑی چیز سے تعلق ہوگا۔

کر یہ نور علی نور ہوگیا۔ اور اس کی فضیلت کے بیان میں قرآن شریف کا نازل ہونا ہی کافی ہے اور کسی فضیلت کے بیان کی حاجت نہیں۔ اور چونکہ رمضان اور قرآن میں مناسبت ہے اسی لئے اعلیٰ درجہ کی عبادت اس ماہ میں تلاوت قرآن تجویز کی جاتی ہے۔

اور تلاوت قرآن کی طرف اس ماہ میں میلان بھی زیادہ ہوتا ہے اسی لئے میں اپنے احباب کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ قرآن کی تلاوت کو اس ماہ میں دوسری عبادات پر غالب رکھیں۔ اور اس لئے میں نئے طالبین کو اس ماہ میں کچھ بتلاتا نہیں۔ جی یوں چاہتا ہے کہ اس ماہ میں تلاوت کو غالب رکھیں اور اس تجویز کی اس سے تقویت ہوتی ہے۔

چنانچہ جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے ساتھ رمضان میں قرآن کا دور کرتے تھے اور وفات کے سال دو دفعہ دور ہوا ہے۔ صحابہ کا اور امت کا یہی عمل رہا ہے کہ رمضان میں ختمات قرآن کا خاص اہتمام کیا ہے (۱) علماء کا بھی یہی قول ہے کہ اس ماہ میں تراویح میں ایک دفعہ کلام اللہ کے ختم کو سنت موکدہ کہا ہے۔ لیکن سنت اس وقت ہے کہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو، اور اگر مفسدہ ہو تو اس کو ترک کردیں گے۔ مثلاً ٹھیکہ دار (۲) حافظ کے سوا اور کوئی نہیں ملتا ہو، چونکہ بعض جگہ اس سنت پر عمل کرنے سے یہ خرابی پیدا ہوتی ہے اس لئے وہاں اس سنت کو ترک کردیں گے۔

---

(۱) رمضان میں حضرت عثمان غنی ایک قرآن روز پڑھتے تھے قرآن پاک کی سات منزلیں کثرت تلاوت پر دال ہیں کہ عام صحابہ کا معمول سات روز میں ختم کا تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رمضان المبارک میں ۶۱ قرآن پاک تلاوت کرتے۔ ایک دن میں، ایک رات میں ایک تراویح میں (۲) ایسا حافظ جو پیسے لے کر قرآن سنائے اس سے بہتر سورۃ سے تراویح پڑھنا ہے

آجکل حافظ دو قسم کے ہیں، ایک تو بشرط شئی کے مرتبہ میں، یعنی کلام اللہ سنانے پر شرط کرلیں، یہ صورت تو جائز نہیں کیونکہ سنانے پر اجرت لینا حرام ہے، اس موقع پر سنت پر عمل چھوڑ دیں گے۔ اور دوسری شرط لاشے کے مرتبہ میں، یوں کہیں کہ ہم جب پڑھیں گے کہ تم ہمیں کچھ نہ دو۔ اور گو ایک احتمال لابشرط شئے کا بھی ہے لیکن تتبع (۱) عرف سے اس کا مرجع بھی ان ہی دو قسم سے ایک قسم ہے اس لئے تقسیم واقعی ثنائی (۲) ہی رہی۔ گو عقلی ثلاثی (۳) ہے۔ بہر حال اگر حافظ بشرط لاشئے مل جاوے (۴) تو کلام اللہ سننے میں کاہلی نہ کرے بلکہ سننے کیلئے مستعد ہونا چاہئے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ لوگ دنیا کے واسطے کتنی محنت کرتے ہیں اس کے مقابلے میں یہاں تو کچھ بھی نہیں۔ مگر بے رغبتی کی یہ حالت ہے کہ بعض کو تراویح ہی میں نیند آتی ہے سو اس کا علاج کرنا چاہئے۔ آسان علاج ایک تو یہ ہے سیاہ مرچ کھالو اس سے نیند جاتی رہے گی اور سیاہ مرچ نافع (۵) بھی ہے البتہ لال مرچ مُضر (۶) ہے۔

اس کے مضر ہونے پر ایک حکایت یاد آئی کہ ایک بزرگ، دماغ سے معذور تھے۔ جب ان کے سامنے مسلمانوں کی کسی قسم کی خرابیوں کا ذکر ہوتا تو یوں فرماتے کہ یہ سب فساد مرچوں کا ہے جو بات بھی ہوتی یہی فرمادیتے۔ ایک شخص کہنے لگے کہ کیا بے جوڑ بات ہے۔ میں نے ہنس کر کہا کہ بڑی جوڑ دار ہے اس طرح سے کہ مرچوں سے کھانا مزہ دار ہوجاتا ہے اور بوجہ مزیدار ہونے کے کھایا بہت جاتا ہے اور زیادہ

---

(۱) عرف میں غور کرنے سے یہ بھی ان ہی کی شکلوں میں شامل ہے۔ (۲) دو قسم کی ہی تقسیم (۳) اگرچہ عقلاً تین قسم ہے (۴) یعنی ایسا حافظ جو یہ شرط لگائے کہ میں جب سناؤں گا کہ تم مجھے کچھ نہ دو گے (۵) فائدہ مند (۶) نقصان دہ

کھانے سے قوت بہیمیہ (۱) میں ترقی ہوتی ہے اور وہ باعث ہوتی ہے فساد کا۔ ہم تو بزرگوں کے قول کی تاویل کریں گے گو وہ بزرگ کیسے ہی ہوں۔

خیر یہ تو ہنسی کی بات تھی باقی نیند کا اصل علاج یہ ہے کہ پانی کم پیو۔ حتیٰ اہل مجاہدہ کا قول ہے کہ نیند کا مادہ پانی سے ہے۔ اس کو امام غزالیؒ نے لکھا ہے۔ پھر بھی اگر نیند زیادہ آوے تو سیاہ مرچ چبالو آخر خدا تعالیٰ سے کچھ لینا بھی ہے یا نہیں۔

حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ایطمع کل امرئ منھم ان یدخل جنۃ نعیم ۔ کلا (۲) کیا ہر شخص اس کی طمع رکھتا ہے کہ نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جاوے ایسا ہرگز نہیں، یعنی بدوں (۳) کیے کچھ نہ ملے گا۔ پہلے اعمال کے ذریعہ سے جنت کے قابل تو بنو۔ بدوں اعمال کیے کیا منہ جنت کے لینے کا؟ پس رمضان میں ہمت کر کے ایک قرآن تو سن ہی لو۔ بہر حال سنت سے، آثار سے، بزرگوں کے معمولات سے، ذوق سے ثابت ہوتا ہے اس ماہ میں قرآن کی تلاوت خاص درجہ میں مطلوب ہے۔

شفاعت روزہ

یہ دوسری تقریر ہے اس کا نام "القرآن فی رمضان" رکھنا مناسب ہے۔ دونوں تقریروں میں مناسبت بھی ہے کہ پہلی تقریر میں رمضان کی فضیلت کا بیان تھا اور اس میں قرآن کا بیان ہے جس میں ایک وجہ تو مناسبت کی یہ ہے کہ قرآن کا نزول رمضان شریف میں ہوا ہے۔ دوسرے نص حدیث شریف۔ قرآن شریف اور روزہ دونوں قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔ رمضان کہے گا میں نے اس کو پیاسا رکھا

(۱) حیوانی قوت میں (۲) المعارج ۳۸، ۳۹ (۳) بغیر اعمال

تھا اس واسطے اس شخص کو بخش دیجئے۔ اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو جگایا تھا اس لئے میری شفاعت قبول فرمائیے۔

پھر لفظ رمضان کو ان ایام صیام (۱) سے لفظی مناسبت بھی ہے کہ "رمض" سخت گرمی کو کہتے ہیں۔ اصل وجہ تو اس کی یہ ہوئی تھی کہ جب مہینوں کے نام تجویز ہوئے تھے تو ان ایام میں سخت گرمی تھی اس لئے اس کا نام رمضان رکھا۔ پھر خدا تعالیٰ نے ان ایام میں عبادت ایسی مقرر کی کہ اگرچہ سردی ہی ہو تب بھی بہ نسبت اور ایام (۲) کے اس میں کچھ تو تپش (۳) ہوتی رہی ہے، یعنی بھوک کی یا پیاس کی تپش۔ یہاں دوسری تقریر ختم ہوئی۔

عبادت شب قدر

اب تیسری تقریر رہ گئی اس میں شب قدر کا بیان ہے اس کو تقریر بالا سے مناسبت یہ ہے کہ رمضان شریف میں قرآن نازل ہوا۔ اسی طرح لیلۃ القدر میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ تو یہ ارشاد ہے شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (۴) اور دوسری جگہ یہ ارشاد ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر (۵) اور لیلۃ القدر کا رمضان میں ہونا نصوص حدیث سے ثابت ہے۔

لہٰذا دوسری اور تیسری تقریر میں بھی پوری مناسبت ہوگئی۔ اب شب قدر کے متعلق بعض ضروری باتیں بیان کرتا ہوں کہ ایک یہ کہ آجکل اکثر لوگ یہ پوچھا کرتے ہیں کہ شب قدر میں کیا عبادت کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دن کو تو زیادہ تلاوت میں صرف کرے۔ تدبر (۶) سے

(۱) روزے کے دنوں سے (۲) اور دنوں کے (۳) گرمی (۴) البقرۃ آیت ۱۸۵ (۵) سورۃ القدر آیت ۱ (۶) فکر سے

تلاوت کرے اور اگر تجوید نہ آتی ہو تو کم از کم بقدر ضرورت اس کو سیکھ لے۔ اور رات کو بھی حق تلاوت ادا کرے اور لیلۃ القدر میں زیادہ جاگے۔ کچھ تلاوت کچھ نوافل میں مشغول رہے۔ اور دس دن اعتکاف کی مشروعیت (۱) میں یہ بھی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ شب قدر کا جاگنا نصیب ہو، کیونکہ اعتکاف مسجد میں ہوگا اور جب یہ مسجد میں پڑا رہے گا تو کوئی تو اٹھے ہی گا، اس کو بھی توفیق ہو جاوے گی۔

پھر یہ ایک لطیفہ رحمت دیکھئے کہ اللہ میاں نے اعتکاف کے دس دن متعین کر دیے ہیں اور لیلۃ القدر کی پانچ راتیں۔ جن میں ایک ایک دن کا ہر دو رات کے بیچ میں فاصلہ بھی کر دیا تاکہ آسانی ہو جاگنے میں۔ جو تکان ایک رات کے جاگنے سے ہو گیا ہے وہ ایک دن آرام سے جاتا رہے۔ آج اٹھارہ تاریخ ہے اور کوئی خبر اس کیخلاف اب تک نہیں ملی۔ پس جس مسجد میں جماعت ہوتی ہو اس میں بیس تاریخ یعنی پرسوں کو غروب آفتاب سے پہلے اعتکاف کی نیت کر کے جا بیٹھے۔ اور چاند رات کو نکل آوے۔ اگر تیس کا چاند ہو تو دس دن پورے ہو جائیں گے اور اگر انتیس کا ہوا تو گو تعداد میں نو دن ہوں گے مگر ثواب دس دن کا ملے گا۔

اس اعتکاف میں علاوہ اور حکمتوں کے ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ ان دنوں میں شب قدر نصیب ہو جاتی ہے۔ جس میں عبادت کرنا ایک ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے جو اسی سال سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اتنی تو عمر بھی شاذ و نادر (۲) ہوتی ہے۔ پس اسی بناء پر ایک شب قدر میں جاگنا ایسا ہی ہے گویا ساری عمر سے بھی زیادہ عبادت کی۔ جس کا مطلب دوسرے عنوان سے یہ ہوا کہ ساری عمر بھی

---

(۱) شریعت میں دس دن کا اعتکاف عشرہ اخیرہ میں سنت ہونے کی حکمت۔ (۲) کم کم ہی ہوتی ہے۔

عبادت کی اور مرنے کے بعد بھی کچھ دنوں عبادت کی۔ اتنا ثواب ہے اس رات میں عبادت کا۔ ایک رات کی عبادت تمام عمر کی عبادت سے بڑھ جاتی ہے تو ضرور اسکی کوشش کرے۔

نیند کا علاج

اگر ساری رات نہ جاگ سکے اور نیند کا غلبہ ہو اور اکثر حصہ جاگ سکے تو بھی شب قدر کی فضیلت ملے گی۔ پس سستی نہ کرے اور نیند نہ آنے کی تدابیر کرے مثلاً یہ کہ رات کو کھانے پینے میں قدرے کمی کرے اور اگر پھر بھی ضرورت ہو تو کالی مرچ چبالے۔ اور جو بھی تدبیریں نیند نہ آنے کی ہوں سب کرے اور اگر باوجود تدبیریں کرنے کے پھر بھی نیند غالب ہو تو وہ نیند معتبر ہے یعنی پھر سو رہے۔ لیکن یہ نہیں کہ ذرا سی نیند آئی اور پڑ کر سو رہے اور نیند کے غلبہ کی صورت کو اس طرح سمجھو کہ ایک بڈھے کی حکایت ہے کہ وہ پڑھ رہے تھے "کریما ببخشائے بر حال ما" (۱) اور نیند میں نکل رہا تھا "اری ماں" جب یہ نوبت آجاوے تو سو رہے۔ کیا لطف و رحمت ہے کہ ایک رات کی عبادت کو ہزار ماہ کی برابر قرار دیدیا اور پھر نیند کے غلبہ کا بھی اعتبار فرمایا۔ اور نیند کے غلبہ کی صورت میں اکثر حصہ رات کے جاگنے کو بھی فضیلت شب قدر کی مرحمت فرمائی۔

طوبیٰ لنا معشر الاسلام ان لنا من العنایة رکنا غیر منھم (۲)

---

(۱) اے کریم میرے حال پر رحم فرما (۲) اے اہل اسلام ہمارے لئے یہ بات باعث خوشی ہے کہ ہمیں اللہ کی خاص عنایت حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں۔

مقام ناز

ہمارے لئے بڑی بشارت ہے، ہمارے پیغمبر ﷺ عنایت الٰہی کے رکن ہیں آپ نے فرمایا ہے کہ میں ایک رحمت ہوں کہ تحفہ بنا کر مجھ کو بھیجا گیا ہے۔ انا رحمة مھداة"(۱) مگر ہماری وہ حالت ہے کہ کھائیں اور غرائیں اور پھر کہیں کہ لایئے ثواب، البتہ جن کا مقام ناز کا ہو اگر وہ کچھ کہہ دیں تو زیبا ہے۔ مگر ہر ایک کو ان کی نقل کرنے کا حق نہیں۔

ناز را روئے بباید ہمچو ورد چوں نداری گرد بدخوئی مگرد (۲)

اس مقام کو اصطلاح میں ادلال (۳) کہتے ہیں، جو ہر ایک کا مقام نہیں۔ جس کا مقام ادلال ہے ایسی باتیں کہنا ان کا مرتبہ ہے نہ کہ اہل اضلال (۴) کا۔ حضرت رابعہ بصریہ جن کا مرتبہ ناز کا تھا وہ حج کو گئیں، جب حج کر چکیں تو کہتی ہیں کہ میں ثواب کی ہر حالت میں مستحق ہوگئی، اگر حج قبول ہوا تب تو ظاہر ہے اور جو قبول نہیں ہوا تو بھی ثواب کی مستحق ہوں، کیونکہ یہ عاشق کیلئے بڑی سخت مصیبت ہے کہ وہ محبوب کی درگاہ میں آوے اور محروم واپس جاوے۔

از در دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم (۵)

تو اس صورت میں تو میں مصیبت زدہ ہوں گی کہ میرا حج مردود ہوگیا۔ اور آپ نے مصیبت پر بھی اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ بہرحال ثواب دینا پڑے گا میں ٹلوں گی

---

(۱) میں تحفہ کے طور دی گئی رحمت ہوں (۲) ناز کے لئے ورد والوں کا سا چہرہ چاہئے اگر تم وہ بھی نہیں رکھتے تو ناز کے قریب مت جاؤ (۳) ناز کرنا (۴) نہ کہ گمراہوں کا (۵) دوست کے دروازے سے کیا کہوں میں کیسے گیا ہمہ تن امید ہو کے آیا تھا اور اب ہمہ تن محروم ہو کر واپس جاتا ہوں۔

نہیں۔ اور جو اہل ناز نہ ہو تو اس کو تنبیہ کرتے ہیں۔

ناز را روئے بباید ہمچو ورد چوں نداری گرد بدخوئی مگرد

پیش یوسف نازش و خوبی مکن جز نیاز و آہ یعقوبی مکن

چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش ہمچو او با گریہ و آشوب باش(۱)

ایک درویش نے حضرت ابراہیم ابن ادہم کو دیکھ کر ناز کیا تھا حالانکہ اس کا مرتبہ ایسا نہ تھا۔ پھر دیکھئے اس کا کیا حشر ہوا؟ قصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ سلطنت کو ترک کر کے ایک جنگل میں پہنچے وہاں ایک درویش رہتا تھا، کہ اس کو غیب سے کھانا آتا تھا، اس نے خیال کیا کہ اگر یہ شخص یہاں ٹھہر گیا تو میرے کھانے میں کمی ہوگی، اس نے کہا یہاں ٹھہرنے کا حکم نہیں۔ جیسے موذنین (۲) کی اکثر عادت ہوتی ہے چنانچہ ہم جہاز میں عدن پہنچے۔ سیر کو جی چاہا اس لئے وہاں اترے۔ شب کو ہم ایک مسجد کے حجرہ کی چھت پر جا کر پڑے۔ موذن صاحب آئے اور کہا کہ نکلو یہاں سے۔

میں تو بولا نہیں اس خیال سے کہ بحث کی یہاں گنجائش نہیں، اور یہ خیال کیا کہ بے حیا بنے پڑے رہو کوئی نکالے گا نکل جائیں گے۔ ایک سندھی سوداگر بھی ہمراہ تھے جو عرب میں تجارت کیا کرتے تھے، وہ بولے ہم عرب ہیں اور ہمیشہ یہیں ٹھہرتے ہیں موذن نے ہم کو عرب ہی سمجھا۔ پھر تو کہنے لگا کہ یہاں لیٹے ہو مسجد کے اندر قالین بچھے ہیں، ہوا ہے حفاظت کا انتظام ہے، وہاں چلو، چنانچہ وہاں لے گیا اور خوب خاطر

---

(۱) ناز کے لئے ورد والوں کا سا چہرہ چاہئے اگر تم وہ بھی نہیں رکھتے تو ناز کے قریب مت جاؤ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کے ناز و حسن کی تعریف نہ کرو حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح نیازمندی اور آہ و فغاں کرتے رہو جب تم یوسف نہیں ہو تو یعقوب بن جاؤ رونے والوں کی سی صورت ہی بنالو (۲) اذان دینے والوں کی

کی، اسی طرح وہ درویش چھپری والا گھبرایا وہ بھی صاحب کرامت تھا اس کو غیب سے روٹی ملتی تھی۔ مگر وہ حالت غربت سے فقیر ہوا تھا اس کا وہی حوصلہ تھا وہ بڑبڑایا اور کہا کہ یہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ نے فرمایا کہ میں روٹی نہیں مانگتا تب اس کو تسلی ہو گئی۔

جاہل پیروں کی بے اعتدالیاں

مجھ کو تسلی ہونے پر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک سچے بزرگ سے ایک گاؤں کے لوگ مرید ہو گئے۔ ان کے پہلے جو پیر آئے اور یہ قصہ معلوم ہوا تو ان بزرگ کی قوم کا نام لے کہنے لگے کہ فلانی قوم میں بھی کہیں بزرگ ہوئے ہیں۔ ایک دانشمند دیہاتی بولا کہ یہ بات تو بزرگ جانتے ہوں گے کہ کس قوم کے بزرگ ہوتے ہیں، کس قوم کے نہیں ہوتے، مگر ایک بات تو وہ ہم سے فرما گئے ہیں کہ پہلے پیر کا حق بھی سمجھنا چاہئے۔ اس پر پیر صاحب کہنے لگے کہ خیر وہ بھی بزرگ آدمی ہیں۔ مجھ کو ایک جگہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں قریب مقام میں ان لوگوں کے ایک پیر تھے ان کو خیال ہوا کہ شاید واعظ یہ میری جڑ کاٹیں گے۔ وہ خود بھی وہاں آئے اور ایک مولوی صاحب کو بھی اپنے ساتھ لائے کہ شاید بحث کی نوبت آئے تو ان کو مقابل بنادیں گے۔

آخر وعظ ہوا تو میں نے بیان کیا کہ میں ایک کام کی بات بتاتا ہوں، کہ دین کی باتیں تو اہل علم سے پوچھو، اور ان کو کوئی نذرانہ وغیرہ مت دو۔ اور مالی خدمت پیروں کی کرو، مگر دین کی باتیں پوچھنے کی تکلیف ان بزرگوں کو مت دیا کرو۔ پس مسائل کے لئے تو مولویوں کو رکھو اور خدمت کے لئے فقیروں کو۔ ان کو پریشان مت

کرو ہاں ان کی خدمت کرو اور مولویوں کو ایک پیسہ مت دو۔ پیر صاحب خوش ہو گئے اور میرے خوب ہاتھ چومے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ جتنے بدعتی ہیں اگر ہم لوگ انکی مرضی کی تقریر یں کر دیں تو سب ہماری سی کہنے لگیں کیونکہ ان کی سب بدعات کھانے کے لئے ہیں ورنہ اگر اس طرف سے یکسوئی ہو جائے تو سب ٹھیک ہو جائیں۔

بطور نمونہ کے ایک واقعہ لکھنؤ کا عرض کرتا ہوں۔ وہاں دستور ہے کہ الگ الگ کھانا رکھ کر اور مردوں کے ساتھ نامزد کر کے جدا جدا فاتحہ دلواتے ہیں کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے اور اس کا فلاں کو۔ بعض نے مجھ سے کہا کہ علماء نہ معلوم جدا جدا فاتحہ کو کیوں منع کرتے ہیں میں نے کہا نہیں تم الگ الگ ہی دلواؤ مگر فاتحہ دینے والے پیر جیون کو کچھ مت دو۔ جب دیکھیں گے کہ فاتحہ تو بیس بار دینی پڑی اور ملا کچھ بھی نہیں۔ انشاء اللہ پہلے ہی دن وہ بھی کہنے لگیں گے کہ الگ الگ ضرورت نہیں ان قیدوں کی ضرورت نہیں یہ تو ساری روٹیوں کی باتیں ہیں۔ ایک مسجد کا قصہ ہے کہ وہاں ایک ملا رہتے تھے ایک روز ایک بڑھیا عورت روٹی لائی وہ وہاں اس وقت نہ تھے ایک مسافر تھا وہ روٹی اس کو دے دی ملا جی آئے اور ان کو قصہ معلوم ہوا انہوں نے سوچا کہ یہ تو بُرا راہ نکلا اس کی بندش اگر نہ ہوگی تو آئندہ جانے کیا ہو۔

سرچشمہ شاید گرفتن بہ میل　　　چو پرشد نشاید گزشتن بہ پیل(۱)

بس لاٹھی لے کر مسجد میں دوڑنا اور ادھر اُدھر لاٹھیاں مارنا شروع کیا۔ بڑھیا نے بھی سنا اور تمام لوگ جمع ہو گئے یہاں تک کہ اخیر میں ملا جی بیہوش ہو کر گر گئے۔

---

(۱) جب چشمہ پھوٹنا شروع ہو رہا ہو تو سوئی سے بھی بند ہو سکتا ہے لیکن جب وہ بڑا ہو جائے تو ہاتھی سے بھی اس کو بند نہیں کیا جا سکتا۔

لوگ کہنے لگے ملا جی کو کیا ہو گیا وہ بولے کہ میرے پاس مت آؤ میرا اس مسجد میں گزر نہیں ہو گا۔ لوگوں نے کہا آخر بات تو بتلاؤ کہنے لگے بات کیا بتلاؤں بات یہ ہے کہ میں تو یہاں کے سب مُردوں کو جانتا ہوں میرے پاس جو کچھ آتا ہے سب کو مناسب طور پر ثواب بانٹ کر کھا لیتا تھا۔ وہ حصہ لے کر چلے جاتے تھے۔ آج اجنبی شخص کو کھانا پہنچنے پر مردوں کو کچھ ملا نہیں وہ سب مُردے میرے سر ہو گئے میں ہٹاتے ہٹاتے تھک گیا تو ہر روز کہاں تک ان کا مقابلہ کروں گا۔ لوگوں نے کہا کہ بھائی تجھ کو ہی دیا کریں گے کہیں مت جا۔ پڑا رہ۔ صاحبو! لوگ ایسی اُستادیاں کرتے ہیں مولویوں نے سب کی جڑ کاٹ دی ہے اس لئے سب ان سے ناخوش ہیں۔

ابراہیم بن ادھم پر اللہ کا انعام

خیر تو وہ درویش یہ سن کر میری روٹیوں میں سے نہ بانٹیں گے خوش ہو گیا اور حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو جگہ ٹھہرنے کی دیدی کھانے کے وقت اس کے پاس معمولی روٹی سالن اور مٹی کے پیالے میں پانی آیا اور ان کے پاس غیب سے ایک خوان لگا ہوا آیا جس میں رنگا رنگ کے کھانے تھے تمام جنگل اس کی خوشبو سے مہک گیا۔ وہ درویش جانتا تھا کہ یہ ابراہیم بن ادہمؒ ہیں جو ابھی سلطنت کو چھوڑ کر فقیر ہوئے ہیں۔ تو وہ حق تعالیٰ سے کہنے لگا کہ کیا یہی انصاف ہے؟ ہم تو اتنے دنوں کے خادم ہیں اتنی مدت مجاہدات میں گزری ہمیں تو معمولی روٹی اور سالن دیا جائے اور اس نے نہ ابھی زیادہ عبادت کی نہ مجاہدہ اور پھر یہ خاطر داری۔ وہاں سے حکم ہوا کہ بکو مت اپنی حیثیت یاد کر کہ تو کون تھا ایک گھس کھدا تھا اور اس کی حیثیت کو دیکھ کہ بادشاہت چھوڑ

کر آیا ہے اگر منظور نہیں تو فلاں درخت کی جڑ میں کھڑیا جالی رکھا ہوا ہے اس کو سنبھال وہ درویش جوتیاں لگ کر سیدھے ہو گئے۔

غرض یہ ہے کہ ہر ایک کا منہ ناز کا نہیں۔ حضرت رابعہ کا منہ ناز کا تھا مگر جن کا منہ ناز کا نہیں وہ بھی بزبان حال ناز کر رہا ہے۔ کہ سوئیں یا جاگیں اجر لینے کو تیار البتہ اگر نیت جاگنے کی ہو اور عذر سے سو گئے تو پھر ہر حالت میں اجر ہے۔ پھر تو وہی بات ہے جیسے بعض ہندوؤں کا مقولہ ہے کہ مسلمان سب طرح مزہ میں ہیں۔ بڑھ جائیں تو امیر، گھٹ جائیں تو فقیر، مر گئے تو پیر۔ مسلمان ہر حال میں اچھا ہے۔ جاگتے اجر، سوتے اجر، سو یہ نیت کی برکت ہے مگر ارادہ تو جاگنے کا کرو ایک تدبیر رات کے جاگنے کی اور یاد آئی کہ دن کو سو رہا کرو۔ اگر باوجود تدابیر کرنے کے پھر سو گئے تو اجر ملے گا غرض اپنی طرف سے کوشش کرو اور سمجھ لو کہ بدوں(۱) کئے کچھ نہیں ملتا۔ اب میں بیان کو ختم کرتا ہوں۔ یہ تین تقریریں ہیں اگر تین دفعہ بیان کرتا تو مبسوط(۲) ہوتیں مگر مختصراً سب کچھ بیان کر دیا۔ اللہ میاں عمل کی توفیق دیں۔ اس اخیر تقریر کا نام یقظان فی رمضان(۳) مناسب معلوم ہوتا ہے اور مجموعہ کا نام مثلث رمضان-------------فقط

محمد اشرف علی (۱۸ شوال ۱۳۵۲ھ)(۴)

(۱) بغیر کیے (۲) مفصل (۳) رمضان میں شب بیدار (۴) الحمدللہ حضرت تھانوی کے بیان کردہ اس وعظ پر ۶۹ سال بعد اللہ پاک نے ان کے ربیب نواسے احقر خلیل احمد تھانوی کو اس پر حاشیہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اللہ تعالیٰ میری اس سعی کو قبول فرمائے اور لوگوں کیلئے استفادہ کا باعث اور میرے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین۔

خلیل احمد تھانوی ۱۹ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ

تحفۂ رمضان

فضائل و مسائل

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت

حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

پسند فرمودہ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب مدظلہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب و ناشر

الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی

اما بعد

رمضان المبارک' رحمت و مغفرت خداوندی کا موسم بہار ہے۔ اس مبارک ماہ میں حق جل شانہ کی نافرمانی سے اجتناب اور احکام شریعت پر پابندی پورے سال شریعت پر عمل کی توفیق کا مؤثر ذریعہ ہے۔ بندہ کی خواہش تھی کہ رمضان المبارک کی برکات وحسنات' مسائل وفضائل' احکام اعتکاف وتراویح' لیلۃ القدر اور اوراد وظائف کے علاوہ صدقہ فطر اور عید الفطر کے فضائل واحکام پر مشتمل ایک جامع کتاب ہدیہ ناظرین کی جائے۔

مذکورہ بالا موضوعات پر حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے تالیفات' مواعظ وملفوظات میں جو قیمتی مضامین اور نادرو محقق مسائل ومضامین درج ہیں۔

ان کی افادیت کے پیش نظر حضرت والاؒ کی کتب ہی سے احباب کیلئے ''تحفہ رمضان'' کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اور دوسرے اکابر کی تحریرات سے بھی استفادہ کیا ہے۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی تالیفات اور مواعظ و ملفوظات میں اصلاح نفس' افادیت ونافعیت اور تاثیر کی جو شان پائی جاتی ہے اس سے اہل علم اور دینی کتب بینی کا ذوق رکھنے والے بخوبی آگاہ ہیں۔

ان شاء اللہ العزیز ناظرین رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں میں اس کتاب کی افادیت و جامعیت کو محسوس فرمائیں گے تو آپ حضرات سے گزارش ہے کہ میرے والدین ماجدین اور مشائخ کرام خصوصاً

حضرت عارف ربانی الحاج محمد شریف ملتانی

حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ عارفی

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی

(نور اللہ مرقدھم)

کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں جنکی عنایات اور توجہات سے یہ کام ہوا۔

دعا ہے کہ حق جل شانہ اس کو احقر کے والدین اور جملہ مسلمانوں کیلئے مفید و نافع اور ذخیرہ آخرت فرمائیں۔ اور اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبول اور قبول عام نصیب فرمائیں۔

احقر ابوحذیفہ محمد اسحاق عفی عنہ

(یکے از خدام سلسلہ اشرفیہ)

شعبان ۱۴۲۲ھ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ازحضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ (خیر المدارس ملتان)
خلیفہ ارشد شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب نور اللہ مرقدہ

ماہ رمضان نہایت مبارک مہینہ ہے جس کے دن میں روزہ فرض اور اس کی راتوں میں تراویح مسنون ہے۔اس میں ایک ایسی رات ہے جس میں شب بیداری کا ثواب ہزار مہینے سے بہتر ہے اس میں ہر نیکی کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔اور اہل اسلام کے لئے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند اور شیاطین کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے یہ سب اسباب رحمت اور مغفرت ہیں۔ جود خداوندی کا بحر کرم جوش میں ہے اور ہر روز ملائکہ کے ذریعہ منادی کرائی جاتی ہے کہ اے طالب! خیر سامنے آ اور متوجہ ہو اے طالب شر! بس کر گناہوں سے تائب ہو کر طاعت اور نیکی کی زندگی کو اختیار کر۔

رمضان المبارک زندگی میں انقلاب لانے، دلوں کا رخ مولائے کریم کی طرف پھیرنے، دوزخ سے آزادی حاصل کرنے اور جنت کو فضل خداوندی سے حاصل کرنے کا انتہائی اہم وقت ہے۔ممکن ہے کہ تیری زندگی کا یہ آخری رمضان ہو......موت کے بعد کروڑوں حسرتوں اور آرزوؤں کے باوجود ایک سجدہ بھی کرنا چاہو گے یا ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا چاہو گے......تو یہ ثواب حاصل نہ ہو سکے گا۔ایسا بازار پھر نصیب نہ ہوگا۔

ایک شاعر کہتے ہیں:

باز کے یابی ایں چنیں بازار را　　　　که به یک گل میخری گلزار را

اس رمضان المبارک میں اللہ پاک کی رضائے عالی کے حصول کے لئے خوب محنت کی جانی چاہئے۔

۱۔ پورے ذوق وشوق سے روزے اور تراویح کا اہتمام کیا جائے ان عبادات کا حکم ہمارے فائدے کیلئے دیا گیا ہے تا کہ ہم رحمت خداوندی کے خزینوں سے حصہ پا سکیں یہ

عبادات مشروع نہ کی جاتیں تو یہ مبارک اوقات غفلت میں گزر جاتے۔ اب غفلت بھی ہو تب بھی محرومی نہ ہوگی۔

۲۔ مسجد میں تکبیر اولی کے ساتھ نماز با جماعت کی پابندی کا عزم کیا جائے کہ کوئی نماز فوت ہوگی نہ جماعت چھوٹے گی۔ گھروں میں افطاری کی وجہ سے مسجد کی جماعت سے محرومی ہو جاتی ہے۔

۳۔ کلمہ طیبہ کے ذکر درود شریف اور توبہ استغفار کی کثرت کی جائے۔ کوئی وقت ذکر وغیرہ سے خالی نہ گزرے۔

۴۔ تلاوت قرآن پاک کا خصوصی اہتمام، نوافل میں بھی اور دیکھ کر بھی قیام نماز میں تلاوت سے ایک لفظ پر سو نیکی اور نماز میں بیٹھ کر پڑھنے سے ہر حرف پر پچاس نیکی کا ثواب ملتا ہے دس پندرہ پارے بلکہ پورا قرآن پاک یومیہ ختم کرنے والے بھی بہت سے لوگ اس وقت بھی موجود ہیں۔

۵۔ روزے کا ایک مقصد حصول تقویٰ (گناہوں سے بچنا) ہے اگر گناہوں کو نہیں چھوڑا تو روزہ رکھنا گویا بے جان ہے۔ حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں۔ جو شخص جھوٹ اور اس پر عمل کو نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔

۶۔ نظر کو گناہ سے بچانا ہے۔ زبان کی حفاظت کرنی ہے ہاتھ پاؤں حتی کہ دل و دماغ کے گناہوں سے بھی روزے کو پاک اور محفوظ رکھنا ہے۔ جیسے کھانے پینے سے روزہ رکھ چھوڑا ہے کہ نہ کھائیں گے نہ پئیں گے اسی طرح گناہوں سے بھی روزہ رکھا جائے۔ کہ روزہ رکھ لیا ہے گناہ نہیں کریں گے۔ کھانا پینا افطاری کے بعد حلال ہو جاتا ہے لیکن گناہ افطاری کے بعد بھی حلال نہیں۔ نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں، بلکہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے تو سوچنا چاہئے کہ جب عارضی و وقتی حرام کو حکم خداوندی کی وجہ سے چھوڑا ہے تو دائمی حرام کو بطریق اولی بحکم خداوندی چھوڑ دینا ضروری ہے۔

۷۔ مغفرت و رحمت خداوندی کے حصول میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ اس ماہ مبارک میں مولا کریم اپنے بندوں کی مسابقت دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کا حکم فرماتے ہیں: وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ.

۸۔ بازار اور گھریلو کاموں سے جس قدر جلدی ہو سکے فراغت حاصل کر کے زیادہ سے زیادہ اوقات مسجد کے لئے فارغ کر لینے چاہئیں دس دن کے اعتکاف کے علاوہ جتنا وقت بھی مل سکے مسجد میں گزاریں۔

۹۔ ماہ مبارک اگر اہل اللہ کی صحبت اور خدمت میں گزارنے کا اہتمام کر لیا جائے جیسے کہ ہمارے اکابر کا معمول تھا۔ تو امید ہے کہ اوپر والے سب نمبرات پر عمل کرنے کا راستہ نکل آئے گا اور سب پر عمل آسان ہو جائے گا۔

۱۰۔ اپنے ملازمین کیلئے کام میں سہولت کرنا بھی مطلوب ہے۔

۱۱۔ اپنے پڑوسیوں نیز غرباء و مساکین کی خدمت اور دلداری بھی اس ماہ مبارک کا خصوصی عمل ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے کہ ماہ مبارک میں حضور پاک ﷺ کا جود و سخا بہت بڑھ جاتا تھا۔ آپ چلتی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔

افطاری میں غریبوں کو شریک کیجئے اور مالی تعاون بھی کیجئے تا کہ وہ اطمینان سے رمضان المبارک گزار سکیں اور آپ ان کی دعاؤں کے مستحق بنیں اس ماہ مبارک میں جیسے جود و سخائے خداوندی اور اس کی رحمت اپنے بندوں پر بارش کی طرح برستی ہے اسی طرح اہل اللہ کے قلوب میں دعوت الی اللہ اور شفقت علی الخلق کے جذبات موجزن ہوتے ہیں شوق الی اللہ اور خوف خدا کے ملے جلے خیالات کا ان کے سینوں میں تلاطم ہوتا ہے..... سنت نبویہ کی اتباع میں ان کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ خدا سے کٹی ہوئی مخلوق کا رشتہ عبودیت دوبارہ جوڑ دیا جائے۔ فساق و فجار اور سرکشوں کو اپنے مولی کریم کے دربار کی حاضری دوبارہ نصیب ہو جائے۔ شیطان کے چنگل سے نکل کر یہ اللہ کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔

۱۲۔ اسلام کی سربلندی علماء و مدارس دینیہ کی حفاظت مظلوم مسلمانوں کی حمایت و نصرت کی خوب خوب دعائیں کی جائیں رمضان المبارک کے فضائل اور اس کے حقوق و اعمال کی طرف متوجہ کرنے کیلئے ہمیشہ اولیاء کرام اور مشائخ عظام نے اپنے نورانی مواعظ سے لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ حضرات صحابہ کرام، اولیائے کرام سے لیکر مشائخ عظام، علماء تک سب حضرات کے خصوصی مواعظ رمضان المبارک کے بارے میں منقول چلے آتے ہیں۔ قریبی زمانے میں ہمارے اکابر میں سے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ و ملفوظات کے

ذریعہ مخلوق خدا کو جو فائدہ پہنچا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ان مواعظ وملفوظات کی اشاعت کی خدمت کا شرف جن اداروں کو حاصل ہوا ان میں سے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان بھی ہے۔

ادارہ ہذا کے مالک مولانا محمد اسحٰق صاحب ماشاء اللہ اولوا العزم اور موفق من اللہ ہیں۔ نئے نئے اسلوب سے حضرت تھانوی قدس سرہ کے افادات کی اشاعت میں سرگرم ہیں۔

زیر نظر کتاب میں موصوف نے بڑی محنت اور جانفشانی سے حضرت قدس سرہ کے متعلقہ رمضان المبارک کے تمام مواعظ وملفوظات سے تلخیص کر کے شائع فرما دیا ہے اس کی افادیت اور قارئین کے لئے اس میں سہولت کا ہونا ظاہر ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بلند ہمت مولانا محمد اسحٰق صاحب کے اس کارنامے کو قبول فرما کر اپنی رضائے عالی اور عافیت دارین کا ذریعہ بنا دیں...... اور سب لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشیں...... آمین۔

لفظ ''اللہ'' کا ذکر نفسیاتی امراض کیلئے بہترین علاج

ہالینڈ کے ماہر نفسیات نے انکشاف کیا ہے کہ لفظ ''اللہ'' کا ذکر افسردگی اور ذہنی تناؤ کے شکار مریضوں کے لئے بہترین علاج ہے بلکہ انہیں دیگر نفسیاتی بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ ڈچ ماہر نفسیات وینڈر ہاون نے اپنی نئی دریافت میں اعلان کیا ہے کہ قرآن مجید کا مطالعہ اور لفظ ''اللہ'' کا بار بار دہرایا جانا مریض یا عام شخص ہر دو پر اثر کرتا ہے۔ ڈچ پروفیسر اپنے مطالعہ اور تحقیق سے گزشتہ 3 سال سے مریضوں پر تجربے کر رہے ہیں۔ان میں بیشتر مریض غیر مسلم تھے جو عربی نہیں بول سکتے تھے انہیں لفظ ''اللہ'' صاف طور پر بولنے کی تربیت دی گئی۔اس کا غیر معمولی نتیجہ برآمد ہوا خاص طور ان مریضوں پر جو افسردگی اور تناؤں کا شکار تھے۔

سعودی روزنامہ الوطن نے لکھا ہے کہ مسلمان جو کہ عربی پڑھ سکتے ہیں اور قرآن مجید کا مطالعہ بلاناغہ کرتے ہیں وہ خود کو نفسیاتی بیماریوں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ماہر نفسیات کے مطابق ''اللہ'' کا ہر حرف نفسیاتی امراض کے سدباب میں مؤثر ہے۔اپنی تحقیق کی مزید وضاحت کرتے ہوئے وینڈر ہاون نے بتایا کہ لفظ ''اللہ'' کا پہلا حرف ''الف'' نظام تنفس سے خارج ہوتا ہے اور سانس کو کنٹرول میں رکھتا ہے۔حرف ''ل'' کی ادائیگی کے لئے زبان کو معمولی سا تالو سے لگا کر تھوڑا توقف کرنے کے بعد اس عمل کو صحیح ادائیگی سے دہرانے اور سانس لینے کا عمل توقف سے جاری رکھنے سے تناؤ کو عافیت حاصل ہو گی انہوں نے مزید کہا کہ لفظ ''اللہ'' کا آخری حرف ''ہ'' کی ادائیگی سے پھیپھڑے اور دل کا رابطہ ہوتا ہے اور بدلے میں یہ رابطہ دل کی دھڑکن کو کنٹرول کرتا ہے۔(تحفہ حفاظ)

باب

رمضان کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ

ترجمہ: (وہ تھوڑے دن) ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا (ایک) وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے (ذریعہ) ہدایت ہے اور (دوسرا وصف) واضح الدلالت ہے منجملہ ان کتب کے جو کہ (ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور (حق و باطل میں) فیصلہ کرنے والی (بھی) ہیں۔ (تفسیر بیان القرآن)

رمضان کہنے کی وجہ: یہ قمری مہینوں سے نواں مہینہ ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ حدیث میں یہ آئی ہے (فانھا ترمض الذنوب) یہ رمض سے مشتق ہے اور رمض کے معنی لغت عربیہ میں جلا دینے کے ہیں۔ چونکہ اس مہینہ میں یہ خصوصیت ہے کہ مسلمانوں کو گناہوں سے پاک صاف کر دیتا ہے (بشرطیکہ رمضان المبارک کا پورا احترام اور اس کے اعمال کا اہتمام کیا جاوے) اس لئے اس کا نام رمضان ہوا۔

اللہ کا مہینہ: حق تعالیٰ نے اس ماہ مبارک کی اپنی طرف خاص نسبت فرمائی ہے۔ حدیث میں ہے کہ "رَمَضَانُ شَهْرُ اللّٰهِ" رمضان حق تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر چیز میں نسبت کی وجہ سے منسوب (جس کی طرف نسبت کی گئی ہو) الیہ کی عظمت کے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ جب اس مہینہ کو حق تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا تو اس خصوصی نسبت سے یہ معلوم ہوگیا کہ اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ کوئی ایسا خصوصی تعلق ہے جس کی وجہ سے یہ مبارک مہینہ

دوسرے مہینوں سے ممتاز اور جدا ہے، یہی مطلب ہے اس ارشاد کا کہ رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے ورنہ تمام مہینے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ خصوصی تعلق سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی تجلیات خاصہ اس ماہ مبارک میں اس درجہ نازل ہوتی ہیں کہ جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہوتیں۔ گویا موسلا دھار بارش کی طرح خصوصی تجلیات الہیہ اس مبارک مہینہ میں برستی ہیں۔ جنہیں حق تعالیٰ نے بصیرت کی آنکھیں دی ہیں وہ ان تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے ہیں البتہ جو لوگ دل کی آنکھ سے محروم ہیں وہ اپنی کور باطنی کے سبب ان تجلیات کے دیکھنے سے قاصر و کوتاہ ہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

فرشتوں کی دعا، اور یاقوت کا محل: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ بھی رمضان شریف کی آخری رات تک بند نہیں کیا جاتا۔ اور کوئی مسلمان بندہ ایسا نہیں ہے کہ رمضان شریف کی راتوں میں سے کسی رات میں نماز پڑھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر سجدہ کے بدلے میں ڈھائی ہزار نیکیاں لکھے گا اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک مکان بنادے گا جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے اور ہر دروازے کے لئے سونے کا ایک محل ہوگا جو سرخ یاقوت سے آراستہ ہوگا پھر جب روزہ دار رمضان المبارک کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے گذشتہ سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس روزہ دار کے لئے روزانہ صبح کی نماز سے لے کر غروب آفتاب تک ستر ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے رہتے ہیں۔ اور رمضان شریف کی رات یا دن میں (اللہ کے حضور جب) کوئی سجدہ کرتا ہے تو ہر سجدے کے عوض اس کو (جنت میں) ایک ایسا درخت ملتا ہے جس کے سایہ میں سوار پانچ سو برس تک چل سکتا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

عظیم الشان محل: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "بلاشبہ جنت ماہ رمضان کے لئے شروع سال سے آخر سال تک سجائی جاتی ہے، جب رمضان شریف کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو جنت (اللہ تعالیٰ سے) عرض کرتی ہے اے اللہ! اس مبارک مہینہ میں اپنے بندوں میں سے کچھ بندے میرے اندر قیام کرنے والے مقرر فرما دیجئے (جو عبادت کر کے میرے اندر داخل ہو سکیں) (اسی طرح) حوریں بھی عرض کرتی ہیں کہ اے خدائے

ذوالجلال! اس بابرکت مہینے میں اپنے بندوں میں سے ہمارے واسطے کچھ خاوند مقرر فرما دیجئے، چنانچہ جس شخص نے رمضان شریف کے مہینے میں اپنے نفس کی حفاظت کی اور کوئی نشہ آور چیز نہ پی اور نہ کسی مومن پر کوئی بہتان لگایا اور نہ کوئی گناہ (کبیرہ) کیا تو اللہ جل شانہ (رمضان شریف کی) ہر رات میں اس بندہ کی سو حوروں سے شادی کر دیتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک محل سونے چاندی، یاقوت اور زمرد کا تیار کر دیتے ہیں (اس محل کی لمبائی چوڑائی کا یہ عالم ہے کہ) اگر ساری دنیا اکٹھی اس محل میں رکھ دی جائے (تو ایسی معلوم ہو جیسے دنیا میں کوئی بکریوں کا باڑہ ہو) (یعنی جس طرح تمام دنیا کے مقابلے میں بکریوں کا باڑہ چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے اسی طرح اگر ساری دنیا جنت کے اس محل میں رکھ دی جائے تو بکریوں کے باڑے کی طرح چھوٹی سی معلوم ہوگی)۔

اور جس شخص نے اس مبارک مہینے میں کوئی نشہ والی چیز پی یا کسی مومن پر کوئی بہتان لگایا یا کوئی گناہ (کبیرہ) کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے نیک اعمال ختم کر دیں گے، لہٰذا رمضان شریف کے مہینے میں بے احتیاطی سے بچو! کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، اس میں حدود سے آگے نہ بڑھو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گیارہ مہینے مقرر کئے ہیں جن میں (طرح طرح کی) نعمتیں استعمال کرتے ہو اور لذتیں حاصل کرتے ہو۔ رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے کیلئے خاص فرمالیا ہے۔ لہٰذا رمضان کے مہینہ میں بے احتیاطی سے گریز کرو اور جان و دل سے اطاعت کرو (جمع الفوائد)

دعا کی قبولیت اور شیاطین کی گرفتاری: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ: "جب رمضان شریف کی پہلی رات ہوئی تو سرکار دو عالم ﷺ (لوگوں سے خطاب کرنے کے لئے) کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، بیان کر کے ارشاد فرمایا، اے لوگو! تمہاری طرف سے تمہارے دشمن جنات کے لئے خداوند تعالیٰ کافی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم سے دعاء قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے (چنانچہ کلام پاک میں) ارشاد ہے اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھ سے دعاء مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ خوب سن لو! خداوند قدوس نے ہر سرکش شیطان پر سات فرشتے (نگرانی کے لئے) مقرر فرما دیئے ہیں، لہٰذا اب وہ ماہ رمضان گذرنے تک چھوٹنے والے نہیں ہیں (اور یہ بھی سن لو! رمضان شریف کی پہلی رات سے اخیر رات تک (کے لئے) آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اس مہینے میں دعاء قبول ہوتی ہے۔

جب رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی پہلی شب ہوتی (تو رسالت مآب ﷺ ہمہ تن

عبادت میں مصروف ہونے کے لئے) تہبند کس لیتے اور ازواج مطہرات سے علیحدہ ہو جاتے، اعتکاف فرماتے،شب بیداری کا اہتمام کرتے،کسی نے پوچھاشد المیزر ،(یعنی تہبند کس لیتے) کا کیا مطلب ہے توراوی نے جواب دیا کہ حضور ﷺ ان دنوں بیویوں سے الگ رہتے تھے۔" (کنزالعمال)

شب و روز لاکھوں کی تعداد میں مغفرت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:" آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب رمضان شریف کے مہینے کی پہلی رات ہوتی ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (اور پورے مہینے یہ دروازے کھلے رہتے ہیں) ان میں سے کوئی ایک دروازہ بھی پورے مہینے میں بند نہیں ہوتا اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں (اور تمام مہینے دروازے بند رہتے ہیں) اس دوران کوئی ایک دروازہ بھی نہیں کھلتا اور سرکش جنات قید کر دیئے جاتے ہیں۔

اور (رمضان شریف کی) ہر رات میں ایک آواز لگانے والا (تمام رات) صبح صادق تک یہ آواز لگاتا رہتا ہے کہ اے بھلائی اور نیکی کے تلاش کرنے والے (نیکی کا ارادہ کر) اور خوش ہو جا اور اے بدی کا قصد کرنے والے (بدی سے) رک جا اور اپنے حالات میں غور کر (اور ان کا جائزہ لے اور یہ بھی آواز لگاتا ہے) کوئی گناہوں کی معافی چاہنے والا ہے (کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں) کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ اس کی توبہ قبول کرلی جائے۔

کوئی دعا مانگنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے۔کوئی ہم سے کسی چیز کے متعلق سوال کرنے والا ہے؟ کہ اس کا سوال پورا کر دیا جائے۔اور رمضان شریف کے مہینہ میں روزانہ رات کو (روزہ) افطار کرتے وقت ساٹھ ہزار آدمی جہنم سے بری فرماتے ہیں، جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنی تعداد میں جہنم سے بری فرماتے ہیں کہ مجموعی طور پر جتنی تعداد میں پورے مہینے میں آزاد فرماتے ہیں یعنی ساٹھ ہزار تیس مرتبہ جن کی کل مجموعی تعداد اٹھارہ لاکھ ہوتی ہے۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت حسنؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:" رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ رمضان المبارک کی ہر شب میں چھ لاکھ آدمیوں کو دوزخ سے بری فرماتے ہیں، اور جب رمضان المبارک کی آخری شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ (اتنی تعداد میں آدمیوں کو دوزخ سے) بری فرماتے ہیں جتنی تعداد میں آج رات تک پورے مہینہ میں آزاد فرمائے ہیں۔" (الترغیب والترہیب)

حضرت ابن عباسؓ سے رمضان المبارک کی فضیلت کے متعلق ایک بہت طویل اور جامع روایت منقول ہے اس میں یہ بھی ہے کہ:" رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان

شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے بری فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے ہیں ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں۔" (الترغیب والترہیب)

رمضان شریف میں امت پر پانچ خصوصی انعام

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ: "آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رمضان شریف کے متعلق میری امت کو خاص طور پر پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں۔

(۱) روزہ دار کے منہ کی بدبو (جو بھوک کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے)

(۲) ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعائے مغفرت کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

(۳) جنت ہر روز ان کے لئے سجائی جاتی ہے، پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں۔

(۴) اس ماہ مبارک میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں۔ (یعنی رمضان میں شیاطین قید ہونے کی بناء پر روزہ داروں کو گناہوں پر نہیں ابھار سکتے، لیکن انسان کا نفس گناہ کرانے میں شیاطین سے کم نہیں ہے اور گناہوں کا چسکا بھی گناہوں کی پٹری پر چلاتا رہتا ہے تاہم پھر بھی گناہوں کی کمی اور عبادت کی کثرت کا ہر شخص مشاہدہ کرتا ہے)۔

(۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لئے مغفرت کی جاتی ہے صحابہ نے عرض کیا کہ کیا یہ شب مغفرت شب قدر ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔" (الترغیب والترہیب)

ایک روزہ کا بدلہ: حضرت ابو مسعود غفاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسالت مآب ﷺ سے رمضان کے چاند نظر آنے پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: "اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان المبارک کی کیا حقیقت ہے تو میری امت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے پھر (قبیلہ) خزاعہ کے ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! رمضان کے

بارے میں ہمیں کچھ بتلایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا رمضان المبارک کے لئے جنت شروع سال سے اخیر سال تک سجائی جاتی ہے۔ جب رمضان شریف کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش (اعلیٰ) کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس سے جنت کے درختوں کے پتے ہلنے (اور بجنے) لگتے ہیں اور حوریں عرض کرتی ہیں اے ہمارے رب! اس مبارک مہینے میں ہمارے لئے اپنے بندوں میں سے کچھ شوہر مقرر کر دیجئے جن سے ہم اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں اور وہ ہم سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں (اس کے بعد پھر) آپ نے فرمایا کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ رمضان شریف کا روزہ رکھے گا مگر یہ بات ہے کہ اس کی شادی ایسی حور سے کر دی جاتی ہے جو ایک ہی موتی سے بنے ہوئے خیمے میں ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے کہ: حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ (یعنی حوریں خیموں میں رکی رہنے والی) (آیت نمبر ۷۲)

ان عورتوں میں سے ہر عورت کے جسم پر ستر قسم کے لباس ہوں گے جن میں سے ہر لباس کا رنگ دوسرے لباس سے مختلف ہوگا اور انہیں ستر قسم کی خوشبو دی جائے گی جن میں سے ہر عطر کا انداز دوسرے سے مختلف ہوگا اور ان میں سے ہر عورت کی (خدمت اور) ضرورت کے لئے ستر ہزار نوکرانیاں اور ستر ہزار خادم ہوں گے، ہر خادم کے ساتھ ایک سونے کا بڑا پیالہ ہوگا جس میں کئی قسم کا کھانا ہوگا (اور وہ کھانا اتنا لذیذ ہوگا کہ) اس کے آخری لقمے کی لذت پہلے لقمے سے کہیں زیادہ ہوگی۔ اور ان میں سے ہر عورت کے لئے سرخ یاقوت کے تخت ہوں گے، ہر تخت پر ستر بستر ہوں گے جن کے استر موٹے ریشم کے ہوں گے اور ہر بستر پر ستر گدے ہوں گے اور اس کے خاوند کو بھی اسی طرح سب کچھ دیا جائے گا (اور وہ) موتیوں سے جڑے ہوئے سرخ یاقوت کے ایک تخت پر بیٹھا ہو گا۔ اس کے ہاتھوں میں دو کنگن ہوں گے یہ رمضان المبارک کے ہر روزہ کا بدلہ ہے (خواہ) جو (شخص) بھی روزہ رکھے۔ (اور روزہ دار نے) روزہ کے علاوہ جو نیکیاں (اور اعمال صالحہ) کئے ہیں ان کا اجر و ثواب اس کے علاوہ ہے مذکورہ ثواب صرف روزہ رکھنے کا ہے۔" (الترغیب والترہیب)

بلا عذر روزہ نہ رکھنا: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "جس نے (شرعی) اجازت اور مرض کی (مجبوری) کے بغیر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا (اگر وہ ساری) عمر (بھی) روزے رکھے تب بھی اس کی قضا نہیں ہو سکتی۔" (مشکوۃ المصابیح)

رحمت، مغفرت، دوزخ سے آزادی: حدیث شریف میں ہے کہ رمضان ایسا مہینہ ہے کہ اس کے اول حصہ میں حق تعالیٰ کی رحمت برستی ہے جس کی وجہ سے انوار و اسرار کے

ظاہر ہونے کی قابلیت و استعداد پیدا ہو کر گناہوں کے ظلمات اور معصیت کی کثافتوں (سختیوں) سے نکلنا میسر ہوتا ہے اور اس ماہ کا درمیانی حصہ گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے اور ماہ رمضان المبارک کا آخری حصہ میں دوزخ کی آگ سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔ (بیہقی)

آخری شب میں سب کی بخشش: جب طاعات وعبادات کے ذریعے انوار وبرکات کے حاصل کرنے کی توفیق بسبب افاضہ رحمت خاصہ خداوندی (اللہ کی خاص رحمت کے بہاؤ کی وجہ سے) اس ماہ مبارک میں میسر (حاصل) ہو جاتی ہے اور اطاعت و فرمانبرداری سے حق تعالیٰ خوش ہو کر اپنے بندوں کے گناہوں کی معافی اور مغفرت فرما دیتے ہیں۔ تو دوزخ کی آگ سے آزادی بھی مل جاتی ہے اور جنت کے داخلہ کی استعداد نصیب ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اگر اعمال رمضان المبارک پر مداومت (ہمیشگی) اور اعمال صالح کی پابندی میں تمام ماہ صیام گزار دیا جاوے اور آخر تک یہ سلسلہ عمل قائم اور جاری رہے تو حسب فرمان رسول خدا ﷺ رمضان المبارک کی آخری شب میں سب کو بخش دیا جاتا ہے۔ (احمد)

ستر گنا ثواب حاصل کرنے اور جبر و غمخواری کا مہینہ

حضور ﷺ کا ارشاد ہے، آپؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! یقیناً تم پر ایک بڑی عظمت والے مہینہ نے سایہ کیا ہے یہ برکت والا مہینہ ہے اس میں ایک رات ایسی ہے کہ اس کے اندر عبادت کرنا ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کے روزے فرض فرما دیئے ہیں۔ اور اس کی راتوں میں نماز ادا کرنا نفل وسنت قرار دیا ہے جو شخص اس ماہ میں کسی نفلی نیکی کے ذریعے حق تعالیٰ کی نزدیکی چاہے گا، وہ اس شخص جیسا ثواب حاصل کرلے گا جس نے رمضان کے علاوہ کسی مہینہ میں فریضہ کو ادا کیا ہو، اور جو شخص اس ماہ میں فریضہ ادا کرے وہ ثواب میں اس شخص جیسا ہوگا جس نے ماہ رمضان کے سوا کسی دوسرے مہینے میں ستر فرض ادا کیے ہوں اور ماہ رمضان وہ مہینہ ہے کہ اس میں صبر کرنا پڑتا ہے، نفس کو اس کی خواہشات سے روکا جاتا ہے اور صبر کرنے کا ثواب جنت ہے۔ اس کے بدلے میں بہشت ملتی ہے وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں محتاجوں اور بھوکوں کی مال اور جان کے ساتھ غمخواری کرنی چاہیے اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کا رزق زیادہ اور اس میں برکت دی جاتی ہے۔ (بیہقی)

اور چونکہ اس ماہ میں غمخواری اور مواسات (خیر خواہی) کا حکم کیا گیا ہے یہ بھی فقیر اور محتاجوں کے رزق میں وسعت اور زیادتی کا سبب ہے۔

اے نیکی کے طالب! آگے بڑھ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ رمضان کی جب پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین کو بند کر دیا جاتا ہے اور مضبوط باندھ دیا جاتا ہے اور سرکش جنوں کو بھی بند کر دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اس کا کوئی دروازہ بھی کھولا نہیں جاتا اور بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ اور ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اے نیکی کے طالب آگے بڑھ کہ نیکی کا وقت ہے۔ اور اے بدی کے چاہنے والے بدی سے رک جا اور اپنے نفس کو گناہوں سے باز رکھ۔ کیونکہ یہ وقت گناہوں سے توبہ کرنے اور ان کو چھوڑنے کا ہے اور خدا تعالیٰ کے لئے ہے دوزخ کی آگ سے آزاد کئے ہوئے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آزاد کرتا ہے بہت بندوں کو دوزخ کی آگ سے۔ بحرمت اس ماہ مبارک کے اور یہ آزاد کرنا رمضان شریف کی ہر رات میں ہے شب قدر کے ساتھ مخصوص نہیں۔ (ترمذی شریف)

فائدہ مسند احمد اور ترمذی کی روایتوں میں تطبیق

اوپر امام احمدؒ کی روایت میں منقول ہوا کہ رمضان المبارک کی آخری شب میں امت کی مغفرت کی جاتی ہے۔ اور اس روایت ترمذی میں رمضان کی ہر رات میں عتق و آزادی کا ذکر ہے، تو سمجھ میں یوں آتا ہے کہ شاید ترمذی کی روایت میں ہر روز کے گناہوں کی منادی کی خبر دی گئی ہو، اور جب تمام رمضان میں ہر روز کے گناہ رات کو معاف کر دیئے جاتے ہیں تو آخری شب میں تمام گناہوں کی مغفرت کی خبر دے دی گئی۔ ہر روز گناہ معاف ہونے کا لازمی نتیجہ آخری شب میں کل گناہوں کی مغفرت اور نجات من النار کی صورت ہی میں ظاہر ہوسکتا ہے۔ اور اگر وَذٰلِکَ کُلَّ لَیْلَۃٍ کا یہ مطلب ہو کہ یہ منادی رمضان المبارک کی ہر شب میں ہوتی ہے تو اس صورت میں وَلِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ منادی کا جز ہوگا اور اس کا تعلق کل لیلۃ سے نہ ہوگا۔ پھر کسی تطبیق کی حاجت نہیں رہتی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی شرح مشکوۃ اشعۃ اللمعات میں چونکہ وہ ترجمہ اختیار فرمایا ہے جو اوپر گزرا ہے اس لئے اس میں توجیہ کی ضرورت پیش آئی۔ واللہ اعلم بمرادہ ورسولہٗ۔

فائدہ: شیاطین اور جنوں کے قید کرنے کی حکمت

اس ماہ مبارک کے اندر شیاطین اور سرکش جنوں کے قید کر دینے میں حکمت یہ ہے کہ وہ روزہ داروں کے دلوں میں وسوسہ گناہوں کا نہ ڈال سکیں اور معصیت کی طرف ان کو نہ بلائیں۔ اسی کا یہ اثر ہے کہ اکثر گرفتاران معاصی اس ماہ مبارک میں گناہوں سے پرہیز کرنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں۔

شیاطین کے قید ہو جانے کے باوجود بعض لوگوں سے گناہ کیوں ہو جاتے ہیں

بعض لوگوں سے اس ماہ کے اندر بھی جو معاصی (گناہوں) کا صدور ہو جاتا ہے۔ اس میں شیاطین کی پہلی وسوسہ اندازی اور سابقہ عادت پڑی ہوئی ہے، اس عادت کی وجہ سے اس مبارک زمانہ میں بھی ان سے گناہ ہو جاتے ہیں یا یہ اثر ہے نفس کی قوت (برائی کی طرف لے جانے والی قوت) داعیہ الی الشر کا کہ نفس گناہوں کی طرف رغبت دلاتا ہے اس لئے گناہ ہو جاتے ہیں شیاطین کے اثر سے گناہ نہیں ہوتے تو جو گناہ اس مبارک ماہ میں ہوتے ہیں وہ نفس کے تقاضا اور اس کی قوت داعیہ الی الشر کے سبب ہوتے ہیں اور شیاطین کے وساوس کی وجہ سے جو گناہ رمضان سے قبل ہوا کرتے تھے ان سے اس زمانہ میں لوگوں کو محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

شاہ محمد اسحٰق کا جواب: اس اشکال کا ایک جواب استاذ الکل حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلویؒ نے دیا ہے۔ جس کو صاحب مظاہر حق نے پسند فرمایا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ فاسقوں کے بہکانے سے صرف سرکش شیطان روک دیئے جاتے ہیں اور کم درجہ کے شیطان ان کو بہکاتے رہتے ہیں۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ بہ نسبت اور دنوں کے ایام رمضان میں گناہ کم کرتے ہیں لیکن کچھ گناہ ان سے ہوتے رہتے ہیں۔

مسلمانوں کی ذمہ داری: ماہ مبارک کی ان تمام فضیلتوں کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو اس مہینہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ اور کوئی لمحہ ضائع اور بے کار جانے نہیں دینا چاہئے شب و روز کے ساعات کو اعمال صالحہ کے ساتھ مزین و معمور رکھنے کی سعی اور کوشش میں مصروف رہنا چاہئے۔

سب سے بڑا گناہ......قرآن پاک کو بھلا دینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ثواب میرے روبرو پیش کئے گئے یہاں تک کہ اس کوڑے اور خس و خاشاک کا ثواب بھی پیش ہوا جس کو آدمی مسجد سے باہر نکالتا ہے اور اسی طرح میری امت کے گناہ بھی مجھ پر پیش کیے گئے تو میں نے ان میں اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت یاد ہو اور وہ اس کو بھول گیا ہو۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن شریف کو پڑھے اور پھر اس کو بھول جائے قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کوڑھی ہو کر حاضر ہوگا (کوڑھ وہ بیماری ہے جس سے ہاتھ پیر وغیرہ اعضاء گل سڑ جاتے ہیں اور انسانی بدن کا گوشت گل سڑ کر گر جاتا ہے) (ابوداؤد، دارمی -- بحوالہ تحفہ حفاظ)

باب

رمضان اور روزہ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے (امتوں کے) لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ۔ (بیان القرآن)

حدیث: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَةٍ وَّ لَا مَرَضٍ لَمْ یَقْضِهٖ صَوْمُ الدَّهْرِ کُلِّهٖ وَ اِنْ صَامَهٗ. (رواہ احمد و ترمذی و ابو داؤد)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کردے غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔

روزہ کی خصوصیت اور حدیث قدسی کی حکیمانہ تشریح

روزہ خدا تعالیٰ کا وہ بابرکت فریضہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اور قیامت کے دن حق تعالیٰ اس کا بدلہ اور اجر بغیر کسی واسطہ کے بذات خود روزہ دار کو عنایت فرمائیں گے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے "اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِهٖ" روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ نماز و روزہ سب عبادات اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں اسی کو راضی اور خوش کرنے کے لئے سب عبادات کی جاتی ہیں۔ مگر روزہ ایک عجیب خصوصیت اپنے اندر رکھتا ہے وہ ریا اور دکھلاوے سے بالکل دور چشم اغیار (غیروں کی نظر سے) پوشیدہ سراپا اخلاص اور بندہ و معبود کے درمیان ایک راز ہے حتیٰ کہ اس کا علم بھی صحیح طور پر بجز روزہ دار کے اور اس ذات اقدس کے، جس کے لئے یہ روزہ رکھا گیا ہے دوسرے شخص کو نہیں ہوتا۔ کیونکہ روزہ کی کوئی ظاہری صورت اور محسوس ہیئت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے دیکھنے والوں کو اس کا ادراک اور علم ہوسکے۔ بخلاف دوسری عبادات کے کہ ان کی

ایک ظاہری صورت بھی ہوتی ہے جس کے دیکھنے والے پر عبادت کا اظہار ہوتا ہے۔

جب روزہ ایک راز ہوتا ہے روزہ دار اور اس کے درمیان میں تو پھر اس کے بدلہ اور ثواب دینے میں بھی یہی مناسب تھا کہ خصوصی اور رازدارانہ طریقہ اختیار کیا جاتا جس کی اطلاع فرشتوں کو بھی نہ دی جاتی چنانچہ اللہ تعالیٰ براہ راست بغیر کسی واسطہ کے روزہ دار کو اس کا بدلہ عطا فرمادیں گے۔

میان عاشق ومعشوق رمزیست
کراما کاتبین راہم خبر نیست

ترجمہ: عاشق اور معشوق کے درمیان ایسے راز ہیں کہ لکھنے والے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہے۔

اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے روزہ اور اس کے اجر وثواب کو "**الصوم لی وانا اجزی بہ**" میں اپنی طرف منسوب فرما کر اس کی شرافت وعظمت کو بڑھادیا ہے اور پیغمبر ﷺ نے بھی مختلف احادیث میں بکثرت مخصوص فضائل ومناقب بیان فرمائے ہیں۔

ایک دن کے روزے کا ثواب: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص نے ایک دن کا روزہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے رکھا، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے اس قدر دور رکھیں گے کہ جس قدر کوا اپنی ابتداء عمر میں بوڑھا ہو کر مرنے تک اڑان میں مسافت طے کرتا ہے۔

(کوے کی عمر طویل ہوتی ہے، کہا گیا ہے کہ ہزار برس کی ہوتی ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس قدر طویل مسافت وہ پوری عمر میں قطع کر لیتا ہوگا)

اور حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھے۔ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے حکم کا امتثال (حکم کی اتباع) کرتے ہوئے اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

شیطان کے حملوں سے بچنے کی ڈھال

حضور ﷺ کا ارشاد ہے "اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ" روزہ دار کے لئے روزہ سپر اور ڈھال ہے یعنی روزہ دار روزہ کی وجہ سے دنیا میں شیطان کے شر سے بچتا اور اس کے حملوں کو روکتا ہے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے۔

روزہ دار کی نیند اور خاموشی: بیہقی نے نقل کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کی نیند عبادت ہے اور اس کے خاموش رہنے میں بھی اس کو تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے ہر عمل کا ثواب بڑھایا جاتا ہے اور اس کی دعا مقبول ہوتی اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (مظاہر حق)

روزہ دار کے منہ کی بو: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی بو سے زیادہ پسندیدہ ہے گویا روزہ دار اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے کہ اس کی خلوف (منہ کی بو) بھی اللہ تعالیٰ کو پسند اور خوشگوار ہوتی ہے۔

"خلوف" کا مفہوم: خلوف جس کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔ وہ معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے تو جب تک معدہ خالی رہے گا، یہ خلوف بھی رہے گی۔ اس لئے عوام کا یہ خیال قابل اصلاح ہے کہ وہ روزہ کے اندر مسواک کو منع سمجھتے ہیں۔ اور بعض اہل علم بھی اس بنا پر کہ منہ کی بو مسواک سے زائل ہو جاتی ہے روزہ کی حالت میں مسواک کے جواز میں تردد کرتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں مسواک سے صرف دانت صاف ہو جاتے ہیں اور منہ کی بدبو دور ہو جاتی ہے معدہ میں اس سے کوئی چیز نہیں پہنچتی اس لئے مسواک کے بعد بھی خلوف باقی رہتی ہے جس کا اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسند ہونا حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا مسواک روزہ کی حالت میں بھی ہر نماز کے وقت سنت ہے۔ ظہر و عصر میں بھی مسواک کرنی چاہیے۔

جسم کی تندرستی: مظاہر حق میں بیہقی سے منقول ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو خبردار کر دیں جو بندہ میری رضا مندی کے واسطے کسی دن روزہ رکھتا ہے تو میں (دنیا میں) اس کے جسم کو تندرست رکھتا ہوں اور اس کو (آخرت میں) بہت ثواب دیتا ہوں۔

ماہ رمضان کی عبادت کا اثر تمام سال رہتا ہے

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ عبادت کا اثر اس کے بعد گیارہ مہینے تک رہتا ہے جو کوئی اس میں کوئی نیکی بہ تکلف کر لیتا ہے اس کے بعد اس پر با آسانی قادر ہو جاتا ہے اور جو کوئی کسی گناہ سے اس میں اجتناب کر لے تمام سال بآسانی احتیاط ہو سکتی ہے اور اس مہینہ میں معصیت و گناہ سے اجتناب کرنا کچھ مشکل نہیں کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں پس جب شیاطین قید ہو گئے معاصی آپ ہی کم ہو جائیں گے۔ محرک کے قید ہو جانے کی وجہ سے، اور یہ لازم نہیں آتا کہ معاصی بالکل ختم ہی ہو جائیں۔ کیونکہ دوسرا محرک یعنی نفس تو باقی ہے اس مہینہ میں وہ معصیت کرائے گا مگر ہاں کم اثر ہوگا کیونکہ ایک محرک رہ گیا اس میں ایک مہینہ کی مشقت گوارا کر لی جائے کوئی بات نہیں۔ غرض اس میں ہر عضو کو گناہ سے بچایا جاوے۔

جھوٹ: ایک زبان ہی کے بیس گناہ ہیں جیسا کہ امام غزالی نے لکھا ایک ان میں سے کذب ہے جس کو لوگوں نے شیر مادر (ماں کا دودھ) سمجھ رکھا ہے اور کذب وہ شئے ہے کہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اور پھر اس کو مسلمان کیسا خوشگوار سمجھتے ہیں۔ ذرا سا بھی لگاؤ کذب کا ہو جائے بس معصیت ہوگئی۔

جھوٹ سے بچاؤ کا اعلیٰ درجہ: ایک صحابیہ کا واقعہ: ایک صحابیہؓ نے ایک بچہ سے بہلانے کے طور پر یوں کہا کہ لے یہاں آ چیز دیں گے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ آجائے تو کیا چیز دوگی۔ انہوں نے دکھایا کہ یہ کھجور ہے میرے ہاتھ میں فرمایا اگر تمہاری نیت میں کچھ نہ ہوتا تو یہ معصیت لکھ لی جاتی۔

حضرات! کذب یہ چیز ہے۔ خیر یہ تو بڑے لوگوں کی باتیں ہیں اگر اس سے بچاؤ نہ ہو سکے تو کذب (نقصان وہ جھوٹ) مضر سے تو بچنا چاہیے۔

غیبت کے نتائج: اور پھر روزہ میں دوسرا گناہ زبان کا غیبت ہے لوگ یوں کہا کرتے ہیں کہ میاں ہم تو اس کے منہ پر کہہ دیں۔ منہ پر عیب جوئی کرو گے تو بہت اچھا کرو گے اور پیچھے تو ظاہر ہے جیسا اچھا ہے بلکہ اگر منہ پر برا کہو گے تو بدلہ بھی تو پاؤ گے وہ شخص تمہیں برا کہہ لے گا یا اپنے اوپر سے اس الزام کو دفع کرے گا پیچھے برائی کرنا تو دھوکے سے مارنا ہے۔ یاد رکھو جیسا کہ دوسرے کا مال محترم ہے ایسی ہی بلکہ اس سے زیادہ آبرو ہے چنانچہ جب آبرو پر آبنتی ہے تو مال تو کیا چیز ہے جان تک کی پرواہ نہیں رہتی۔ پھر آبروریزی کرنے والا کیسے حق العبد (بندے کے حق) سے بری ہو سکتا ہے مگر غیبت ایسی رائج ہوئی ہے کہ باتوں میں احساس بھی نہیں ہوتا کہ غیبت ہوگئی یا نہیں۔ اس سے بچنے کی ترکیب تو بس یہی ہے کہ کسی کا بھلا یا برا اصلاً (بالکل) ذکر ہی نہ کیا جاوے کیونکہ ذکر محمود (اچھا ذکر) بھی اگر کیا جاوے کسی کا تو شیطان دوسرے کی برائی تک پہنچا دیتا ہے اور کہنے والا سمجھتا ہے کہ میں ایک ذکر محمود کر رہا ہوں اور اس طرح ایک خیر اور ایک شر مل جانے سے وہ خیر بھی کالعدم ہوگئی اور حضرات اپنے ہی کام بہتیرے ہیں پہلے ان کو پورا کیجئے، دوسرے کی کیا پڑی ہے۔ علاوہ بریں غیبت تو گناہ بے لذت بھی ہے اور دنیا میں بھی مضر (نقصان دہ) ہے۔ جب دوسرا آدمی سنے گا تو عداوت (دشمنی) پیدا ہو جائے گی اور پھر کیا ثمرات اس کے ہوں گے۔ اسی طرح زبان کے بہت گناہ ہیں۔ سب سے بچنا ضروری ہے۔ (وعظ تطہیر رمضان)

انسان کیلئے روزہ مقرر ہونے کے وجوہ: فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ

اس کی عقل کو اس کے نفس پر غلبہ اور تسلط دائمی حاصل رہے مگر بباعث بشریت (انسان ہونے کی وجہ سے) بسا اوقات اس کا نفس اس کی عقل پر غالب آتا ہے۔ لہٰذا تہذیب و تزکیہ نفس کے لئے اسلام نے روزہ کو اصول میں سے ٹھہرایا ہے۔

۱۔ روزہ سے انسان کی عقل کو نفس پر پورا پورا تسلط و غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

۲۔ روزہ سے خشیت اور تقویٰ کی صفت انسان میں پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** ترجمہ یعنی روزہ تم پر اس لئے مقرر ہوا کہ تم متقی بن جاؤ۔

۳۔ روزہ رکھنے سے انسان کو اپنی عاجزی و مسکنت اور خدا تعالیٰ کے جلال اور اس کی قدرت پر نظر پڑتی ہے۔

۴۔ روزہ سے چشم بصیرت کھلتی ہے۔

۵۔ دور اندیشی کا خیال ترقی کرتا ہے۔

۶۔ کشف حقائق الاشیاء ہوتا ہے۔ (یعنی چیزوں کی حقیقتیں کھلتی ہیں)

۷۔ درندگی و بہیمیت سے دوری ہوتی ہے۔

۸۔ ملائکہ الٰہی سے قرب حاصل ہوتا ہے۔

۹۔ خدا تعالیٰ کی شکر گذاری کا موقع ملتا ہے۔

۱۰۔ انسانی ہمدردی کا دل میں ابھار پیدا ہوتا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس نے بھوک اور پیاس محسوس ہی نہ کی ہو وہ بھوکوں اور پیاسوں کے حال سے کیونکر واقف ہو سکتا ہے اور وہ رزاق مطلق کی نعمتوں کا شکریہ علی وجہ الحقیقت کب ادا کر سکتا ہے۔ اگر چہ زبان سے شکریہ ادا کرے مگر جب تک اس کے معدہ میں بھوک اور پیاس کا اثر اور اس کی رگوں اور پٹھوں میں ضعف و ناتوانی کا احساس نہ ہو وہ نعمت ہائے الٰہی کا کما حقہ، شکر گزار نہیں بن سکتا کیونکہ جب کسی کی کوئی محبوب و مرغوب و مالوف چیز کچھ زمانہ گم ہو جاوے تو اس کے فراق سے اس کے دل کو اس چیز کی قدر معلوم ہوتی ہے۔

۱۱۔ روزہ موجب صحت (صحت کا سبب) جسم و روح ہے۔ چنانچہ قلت اکل و شرب (کم کھانے اور پینے کو) اطباء نے صحت جسم کے لئے اور صوفیاء کرام نے صفائی دل کے لئے مفید لکھا ہے۔

۱۲۔ روزہ انسان کے لئے ایک روحانی غذا ہے جو آئندہ جہان میں انسان کو ایک

غذا کا کام دے گا جنہوں نے اس غذا کو ساتھ نہیں لیا وہ اس جہان میں بھوکے پیاسے ہوں گے اور ان پر اس جہان میں روحانی افلاس ظاہر ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنی غذا کو ساتھ نہیں لیا اور یہ بات ماننے کے لائق ہے جبکہ کھانے پینے کی تمام اشیاء خداوند تعالیٰ کے خزانہ رحمت سے انسان کو ملتی ہیں تو جن اشیاء کو وہ یہاں چھوڑتا ہے ان کا عوض وہاں ضرور دے گا۔ جو یہاں سے بہتر و افضل ہوگا۔

۱۳۔ روزہ محبت الٰہی کا ایک بڑا نشان ہے جیسے کہ کوئی شخص کسی کی محبت میں سرشار ہوکر کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور بیوی کے تعلقات بھی اس کو بھول جاتے ہیں ایسے ہی روزہ دار خدا کی محبت میں سرشار ہوکر اسی حالت کا اظہار کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ روزہ غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہے

ماہ رمضان میں روزہ فرض ہونے کی وجہ: ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کی وجہ خداتعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ فرمائی ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ترجمہ: یعنی ماہ رمضان وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا لہٰذا یہ مہینہ برکات الٰہیہ کے نزول کا موجب (سبب) ہے اس لئے اس میں روزہ رکھنے سے اصل غرض جو لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں مذکور ہے بوجہ اکمل (کامل طریقے سے) حاصل ہوجاتی ہے۔

رات کو روزہ مقرر نہ ہونے کی وجہ: چونکہ رات کا وقت بالطبع ترک شہوات ولذات (طبعی طور پر سہولتوں اور لذتوں کو چھوڑنے) کا ہے لہٰذا اگر رات کا وقت روزہ کے لئے قرار دیا جاتا تو عبادت کو عادت سے اور حکم شرع کو مقتضائے طبع سے امتیاز (فرق) نہ ہوتا۔ اسی واسطے نمازِ تہجد اور وقت تلاوت اور مناجات شب کو قرار دیا گیا۔

سال میں ایک دفعہ روزوں کے فرض ہونے کی وجہ: چونکہ روزہ کی روزانہ پابندی ہمیشہ کیلئے تمام لوگوں سے باوجود تدابیر ضروریہ اور اشتغال باہل واموال (اپنے اہل وعیال اور مال میں مشغول ہونے کی وجہ سے) ممکن نہ تھی لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ کچھ زمانہ کے بعد ہر مرتبہ ایک مقدار معین کا اہتمام والتزام کیا جاوے جس سے قوت ملکی کا ظہور ہوجائے اور اس سے پیشتر جو اس میں کمی ہوئی ہے اس سے اس کا تدارک ہوجائے اور اس کا حال اس گھوڑے کا سا ہوجاوے جس کی پچھاڑی اگاڑی میخ سے بندھی ہوتی ہے اور وہ دو چار بار ادھر ادھر لاتیں چلا کر اپنے اصلی تھان پر آکھڑا ہوتا ہے۔

ہر روز کا وقت مقرر کرنے کی وجہ: یہ بات ضروری ہے کہ روزہ کی ایک مقدار مقرر کی جاوے تاکہ کوئی شخص اس میں افراط وتفریط نہ کرسکے، لہٰذا امور مذکورہ کے لحاظ

سے یہ بات ضروری ہوئی کہ ایک مہینہ تک ہر دن برابر کھانے پینے اور جماع کرنے سے نفس کو باز رکھنے کے ساتھ روزہ کا انضباط کیا جاوے کیونکہ ایک دن سے کم مقدار کا مقرر کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ دوپہر کے کھانے کو کچھ دیر کر کے کھانا اور اگر رات کوان امور کے ترک کرنے کا حکم دیا جاتا تو لوگ اس کے عادی نہیں ہوتے اس کی وجہ سے ان کو کچھ پرواہ نہ ہوتی اور ہفتہ اور دو ہفتہ ایسی قلیل مقدار ہے کہ جس کا نفس پر چنداں اثر نہیں ہوتا۔ اور دو مہینے کی ایسی مقدار ہے کہ اس میں آنکھیں گڑ جاتیں اور نفس تھک کر رہ جاتا۔

ان امور سے روزہ کے لئے یہ بات ضروری ہوئی کہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک دن کا انضباط کیا جاوے کیونکہ عرب اسی کو دن شمار کرتے ہیں۔

روزہ کے وقت میں اعتدال: چونکہ روزہ تمام قسم کے نفسانی زہروں کے دفع کرنے کے واسطے ایک طرح کا تریاق ہے اور اس میں طبیعت کو تکلیف بھی ہوتی ہے لہٰذا بقدر ضرورت اس کی ایک معین مقدار ہونی چاہئے جو کہ نہ اتنی کم ہو جس سے کچھ فائدہ ہی نہ ہو اور نہ اس قدر افراط (زیادتی) کر دی جائے کہ اس سے اعضاء میں ضعف (کمزوری) آجائے اور دلی فرحت جاتی رہے اور نفس کمزور ہو جائے اور انسان بالآخر اس محنت سے قبر ہی میں جلدی نہ چلا جائے اور یہ معتدل مقدار وہی ہے جو مشروع ہوئی۔

کھانے پینے میں کمی کے دو طریقے: پھر کھانے پینے میں کمی کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ مقدار میں تھوڑا سا استعمال کرے یہ طریقہ تو عام قانون کے تحت میں بمشکل آسکتا ہے اس لئے کہ لوگوں کے مختلف درجے ہیں کوئی تھوڑا کھاتا ہے کوئی اس سے زیادہ کھاتا ہے اور جتنے طعام سے ایک شخص سیر ہو جاتا ہے دوسرا بھوکا رہتا ہے سو اس میں انضباط نہ ہوتا اور ہر شخص بہت کھا کر کہتا کہ میں نے اپنی بھوک سے کم کھایا ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ کھانے کے درمیان جو فاصلہ ہوتا ہے وہ معمول سے زیادہ ہو یہی طریقہ شریعت میں معتبر ہے کیونکہ تمام صحیح المزاج آدمیوں کا اس پر اتفاق ہے۔ چنانچہ لوگ عام طور پر صبح و شام دو مرتبہ کھاتے ہیں یا دن رات میں ایک ہی بار کھاتے ہیں، باقی یہ نہیں ہو سکتا کہ روزانہ لوگوں کو کم کھانے کی تکلیف دی جائے مثلاً کہا جاوے کہ تم لوگ اس قدر کھایا کرو کہ حیوانیت مغلوب رہے ایسا حکم دینا موضوع شریعت کے خلاف ہے مثل مشہور ہے کہ جو بھیڑیے کو چرواہا بنائے وہ خود ظالم ہے۔ ہاں غیر واجبات میں ایسا کرنا نامناسب نہیں۔

پھر یہ بھی لازم ہے کہ وہ فاصلہ اتنی دیر کا نہ ہو کہ اس سے نقصان پہنچے اور قوت کا استیصال ہو جائے مثلاً تین رات دن برابر بھوکا رہنے کا حکم ہوتا اس لئے کہ یہ موضوع شریعت کے خلاف ہے اور ہر ایک کو اس کی تکلیف نہیں دی جا سکتی۔ اور یہ بھی ہونا چاہئے کہ بھوکے پیاسے رہنے کے لئے بار بار کی بھی قید ہوتا کہ ریاضت اور اطاعت کا مادہ پیدا ہو ورنہ ایک بار بھوکے رہنے سے خواہ وہ کیسی ہی قوی اور سخت بھوک ہو کیا فائدہ ہوگا۔

ان مقدمات کے تسلیم کرنے پر ماننا پڑے گا کہ روزہ پورے دن بھر کا کامل ایک مہینہ تک ہونا چاہئے کیونکہ دن بھر سے کم تو ایسا ہے کہ دن کا کھانا ذرا تاخیر کر کے کھایا جاوے۔ اور اکثر لوگوں کی عادت بھی ہوتی ہے کہ رات کے کھانے کی پرواہ بھی نہیں کرتے اور ایک دو ہفتہ بہت تھوڑی مدت میں ہے جس کا اثر نہیں ہو سکتا اور دو مہینہ تک روزہ رکھنے سے طبعیت بہت کمزور ہو جاتی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

۴۔ چونکہ روزہ کے قانون کو عام ہونا چاہئے اس لئے کہ اس میں سب کی اصلاح تہذیب مقصود ہے لہٰذا ہر شخص اس بات کا مجاز نہ ہو کہ جس مہینے میں آسانی سمجھے روزہ رکھ لے اس لئے کہ اس میں باب معذرت کے وسیع ہو جانے کا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے انسداد کا اور اسلام کی ایک عظیم الشان عبادت میں سستی ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

۵۔ مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کا ایک وقت میں کسی ایک چیز کی پابندی کرنے سے ایک دوسرے کو اس کام میں مدد ملے گی آسانی ہوگی اور کام کرنے کی ہمت پیدا ہوگی۔

۶۔ ایک کام کو ایک ہی وقت میں ساری دنیا کے مسلمانوں کا بالاتفاق مل کر کرنا ان کے لئے باعث نزول رحمت الٰہی اور ان میں صورت اتفاق واتحاد کے لئے مفید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے خدا تعالیٰ نے روزوں کا ایک ہی مہینہ معین ومشخص کیا ہے پس جو شخص اس نظام الٰہی کو بغیر عذر کے توڑتا ہے اس پر بجائے رحمت کے لعنت کا نزول ہوتا ہے۔

یکم شوال کو روزہ حرام ہونے کی وجہ

سوال: یکم شوال کا روزہ رکھنا حرام اور رمضان کا اخیری روزہ فرض ہونے کا کیا راز ہے باوجود کے دونوں یکساں ہیں؟

جواب: یہ دونوں یوم مرتبہ ودرجہ میں برابر نہیں ہیں۔ اگرچہ طلوع وغروب آفتاب میں یکساں ہیں مگر حکم الٰہی میں یکساں نہیں ہیں کیونکہ ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس کے روزے خدا تعالیٰ

نے اپنے بندوں پر فرض کیے ہیں اور یکم شوال لوگوں کی عید وسرور کا دن ہے جس میں خدا تعالیٰ نے لوگوں پر کھانا پینا بطور شکر گزاری بندگان خدا مباح کیا ہے اس لئے اس دن سب لوگ خدا تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں لہٰذا خدا تعالیٰ کے مہمان کو واجب ہے کہ اس کی دعوت وضیافت کو قبول کرے یہ عمل خدا تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے کہ اس دن کوئی شخص روزہ رکھ کر خدا تعالیٰ کی دعوت وضیاضت کو رد کرے مہمانی کے لوازم وآداب میں سے یہ امر بھی ہے کہ روزہ رکھے تو صاحب خانہ یعنی میزبان کے اذن سے رکھے پس جبکہ یکم شوال کو اہل اسلام خدا تعالیٰ کے خاص مہمان ہوتے ہیں تو پھر اس دن کسی کو روزہ رکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے یہ امر شریعت اسلامیہ کی خوبیوں میں سے ہے کہ خدا نے رمضان کا آخری روزہ رکھنا فرض کیا کیونکہ یہ روزہ خدا تعالیٰ کے اتمام نعمت وخاتمہ عمل کے لئے ہے اور شوال کی یکم کو روزہ رکھنا حرام ہوا کیونکہ وہ ایسا دن ہے کہ اس میں تمام مسلمان اپنے پروردگار کے مہمان ہوتے ہیں یوں تو تمام مخلوق خدا تعالیٰ کی دائمی مہمان ہے۔ مگر یہ دن ان کی ایک مخصوص مہمانی وضیافت کا ہے جس کو رد کرنا گناہ عظیم ہے۔

سال میں چھتیس روزے رکھنے سے صائم الدھر بننے کی حکمت

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: مَنْ صَامَ صِيَامَ رَمَضَانَ فَاَتْبَعَهٗ سِتًا مِنْ شَوَّال كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ جو شخص رمضان کے روزے رکھ کر اس کے بعد شوال کے چھ روزے اور رکھ لیا کرے تو ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہے۔

اور ان روزوں کی مشروعیت میں یہ بھید ہے کہ یہ روزے ایسے ہیں جیسے نماز پنجگانہ کے ساتھ سنتیں مقرر کی گئی ہیں جن کی وجہ سے ان لوگوں کے فائدہ کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ جو اصل نماز سے پورا فائدہ حاصل نہیں کرتے اور ان روزوں کی فضیلت میں یہ بات ہے کہ ان کی وجہ سے آدمی کو ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے اس لئے کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر ملتا ہے اور ان چھ روزوں سے یہ حساب پورا ہوسکتا یعنی ۳۰+۶=۳۶۔ اور ۳۶ کو دس کے ساتھ ضرب دینے سے تین سو ساٹھ حاصل ضرب ہوتے ہیں جو ایک سال کے دن ہوتے ہیں۔

ماہ رمضان میں دوزخ کے دروازے بند ہونے اور بہشت کے دروازے کھلنے کی وجہ

حضرت ابی ہریرہؓ نبی ﷺ سے راوی ہیں۔ اِذَا جَاءَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَ صُفِدَتِ الشَّيَاطِينُ.

یعنی جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو بہشت کے دروازے کھلتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیطان جکڑ جاتے ہیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ دنیا میں عام شرور بدیاں جو انسانوں سے سرزد ہوتی ہیں وہ انکی سیری و قوت جسمی کی وجہ سے ہوتی ہیں سو جب روزہ کے سبب قوت جسمی میں فتور آجاتا ہے تو گناہوں میں بھی کمی ہو جاتی ہے پس جب انسان محض خدا تعالیٰ کے لئے بھوکے اور پیاسے ہوتے اور گناہوں کو ترک کرتے ہیں تو ان کے لئے رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے اور بہشت کے دروازے ان کے لئے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہوتا بھی کہ جب گناہ کا دروازہ ہی بند ہو گیا جس کے باعث سے غضب الٰہی کی آگ بھڑکتی ہے تو بے شک دوزخ کے دروازے بھی بند ہو جائیں گے۔

اور شیاطین کا جکڑا جانا بھی ظاہر ہے کہ جب بنی آدم کے رگ و ریشہ و جسم میں توانائی اور شکم میں سیری ہوتی ہے تو گناہوں کی طرف بھی رغبت ہوتی ہے اور اندر سے پٹھوں اور ریشوں سے شیطانی تحریکات شروع ہو جاتی ہیں مگر جب سارے جسم میں بھوک اور پیاس کا اثر ہوا اور بحکم الٰہی شہوانی قویٰ کو روزہ کی خاطر دبا دیا جاوے تو اس میں شک نہیں کہ اس طرح سے شیطان جکڑے جاتے ہیں۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِىْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ یعنی شیطان بنی آدم کے رگ و ریشہ میں خون کی طرح جاری اور رواں رہتا ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ شیطان کا مقام بنی آدم کے رگ و ریشہ میں ہوتا ہے پس جب رگ و ریشہ کی قوتوں میں فتور آجائے اور شیطانی تحریکات کا صوم کے سبب ظہور نہ ہو تو بعض کے قول پر یہی شیطان کا جکڑا جانا ہے اور ظاہر حدیث سے ظاہری جکڑا جانا معلوم ہوتا ہے دنیا میں جب کسی معزز کی آمد ہوتی ہے مفسدوں کو خاص طور پر نظر بند کر دیا جاتا ہے۔ پس رمضان میں خاص برکات و تجلیات کی آمد سے بھی ایسا ہی کیا جاتا ہے اور پھر بھی جو گناہ ہوتے ہیں وہ نفس کے سبب ہوتے ہیں نہ کہ شیاطین کے سبب۔

قطب جنوبی و شمالی میں روزہ ماہ رمضان مقرر نہ ہونے کی وجہ

سوال: قطبین پر چھ چھ مہینے کے دن رات ہوتے ہیں اور اس کی وجہ بیان ذیل سے اسی سوال میں واضح ہوگی؟

جب آفتاب خط استوا پر ہوتا ہے تو اس کی روشنی دونوں قطبوں پر پہنچتی ہے لیکن جس قدر

سورج خط استوا سے شمال کی طرف آتا ہے اسی قدر اس کی روشنی قطب شمالی کے آگے بڑھتی اور قطب جنوبی سے ورے ہٹتی آتی ہے اور اسی واسطے قطب شمالی پر دن اور قطب جنوبی پر رات ہوتی جاتی ہے مگر سورج خط استواء سے تین مہینوں میں تو شمال کی طرف آکر خط سرطان پر پہنچتا ہے اور پھر تین ہی مہینوں میں خط سرطان سے خط استواء پر آتا ہے پس ان چھ مہینوں میں قطب شمالی آفتاب کی روشنی سے منور اور قطب جنوبی اس سے غائب ہوتا ہے اور ایسا ہی باقی چھ مہینے جب آفتاب نصف کرۂ جنوبی میں ہوتا ہے قطب جنوبی تو آفتاب کی روشنی سے منور اور قطب شمالی تاریکی میں ہوتا ہے اور اسی واسطے ان دنوں قطب جنوبی پر دن اور قطب شمالی پر رات ہوتی ہے یعنی ۲۱ مارچ سے ۲۲ ستمبر تک آفتاب کے نصف کرۂ شمالی میں رہنے کے سبب قطب شمالی پر دن اور قطب جنوبی پر رات ہوتی ہے پس جہاں رات چھ ماہ کی اور دن بھی چھ ماہ کا ہو۔ وہاں روزہ رکھنے کا کیا انتظام ہوگا کسی انسان کی اتنی طاقت و وسعت نہیں کہ اتنے بڑے دن یعنی چھ ماہ کا روزہ رکھ سکے اور چھ ماہ تک غروب آفتاب کا انتظار کرے اور بھوکا پیاسا رہے۔ مثلاً گرین لینڈ میں جو جاوے وہاں اس کے روزہ کا کیسے انتظام ہو۔

جواب: قطبین اور گرین لینڈ وغیرہ پر روزہ رکھنے کے مسئلہ کو قرآن کریم نے بھلا نہیں دیا بلکہ واضح کر کے بتلا دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ.

ترجمہ: یعنی جو شخص ماہ رمضان کو پاوے وہ اس میں روزے رکھے۔

پس جہاں رمضان کی نوبت نہیں آتی اور جہاں رمضان موجود ہی نہیں روزہ بھی نہیں۔

ایسے مقامات پر یہی حال نماز کا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں ان الصلاۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا تو جہاں یہ اوقات نہیں وہاں عبادت موقوتہ بھی نہیں جس طرح چور کا ہاتھ کاٹنا قرآنی حکم اور اسلام کا عمل درآمد تھا اور ہاتھ کٹے چور مسلمان بھی ہو جاتے اور ہوتے تھے اور نمازیں بھی پڑھتے تھے اور قرآن کریم میں وضو اور تیمم کے وقت دونوں ہاتھوں کا دھونا یا مسح کرنا بھی ضروری تھا مگر جہاں ہاتھ ہی نہیں ان کا دھونا کیسا۔

اسی طرح جہاں رمضان ہی نہیں وہاں رمضان کے روزے چہ معنی دارد یہ قول بعض علماء کا ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مقصود بالذات خود نماز اور روزہ ہے اور اوقات کی تعین وہاں

ہے جہاں اوقات ہوں اور جہاں اوقات نہ ہوں وہاں وہ عبادات مقصودہ ساقط نہیں ہوں گی۔ وقت کا انداز کر کے نماز بھی پڑھی جاوے گی اور روزہ بھی رکھا جاوے گا اور احتیاط اسی قول میں ہے اور اگر کسی کے نزدیک آیت موصوفہ اس حکم پر دلالت کرنے کے لئے کافی نہ ہو۔ اور اس کی وجہ سے اس حکم کو غیر مذکور فی القرآن کہا جاوے تو اس صورت میں اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بالعموم قطبین پر بنی آدم کے علاوہ دوسرے حیوانات کی آبادی بھی بوجہ انجماد برف وآب وبرودت قریباً ناممکن نظر آتی ہے اس لئے جہاں خدا نے بنی آدم کی آبادی ہی نہیں رکھی وہاں روزہ کا تعین بھی نہیں ہوا۔

خوب سوچو کہ بادشاہی احکام کا نفاذ واجراء وہاں ہی ہوتا ہے جہاں اس کی رعیت ہو اور جہاں اس کی رعیت ہی نہ ہو وہاں احکام کا اجراء ہی نہیں ہوتا۔

اور پہلے جواب کی شرح یہ ہے کہ ماہ رمضان جو کہ روزوں کا مہینہ ہے قمری ہے چنانچہ خداتعالیٰ بعد ایجاب صوم اس کا وقت بتلانے کے لئے فرماتے ہیں شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ رمضان قمری مہینہ ہے اور قمری مہینہ ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ کا ہوتا ہے پس جہاں یہ قمری مہینہ نہیں ہے وہاں روزے بھی نہیں ہیں اذا فات الشرط فات المشروط اور علماء کا اختلاف اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

مسائل روزہ

مسئلہ: سحری کھا کر روزہ رکھنا اور سحری میں تاخیر کرنا، اور افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ بغیر سحری کے روزہ تو ہو جاتا ہے لیکن بلا عذر سحری چھوڑنا خلاف سنت ہے۔ (مستفاد، فتاویٰ دارالعلوم)

حقہ سے افطار: مسئلہ حقہ، بیڑی، پان وغیرہ سے روزہ افطار کرے گا تو افطار صحیح ہو جاتا ہے لیکن بہتر نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم)

غیر مسلم کی افطاری

مسئلہ: غیر مسلم کی افطاری سے افطار کرنا جائز اور درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم)

رمضان المبارک میں مغرب کی جماعت: مسئلہ: رمضان میں مغرب کی اذان کے بعد جماعت میں اتنی تاخیر بہتر ہے کہ اطمینان کے ساتھ روزہ دار کھا پی کر

جماعت میں شرکت کر سکے۔ لہٰذا اذان کے بعد دس بارہ منٹ تاخیر افضل ہے غیر رمضان میں یہ حکم نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم)

رمضان میں فجر کی جماعت

مسئلہ: رمضان المبارک میں فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ اول وقت میں زیادہ لوگ جماعت میں شرکت کرتے ہیں اور اگر خوب چاندنا ہونے کے بعد پڑھی جائے تو بہت سوں کی جماعت چھوٹ جاتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم)

روزہ میں انجکشن

مسئلہ: رگوں میں مسامات کے ذریعہ اگر کوئی چیز روزہ دار کے بدن میں پہنچائی جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اس لئے انجکشن سے روزہ پر کوئی خرابی نہیں آتی۔ (فتاویٰ محمودیہ)

روزہ میں گلوکوز

مسئلہ: روزہ میں انجکشن کی طرح گلوکوز چڑھانے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ محمودیہ)

بواسیری مسے پر دوا لگانا

مسئلہ: بحالت صوم بواسیر کے ان مسوں پر دوا لگانا جائز ہے جو باہر نکل آتے ہیں اور اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ لیکن کسی آلہ کے ذریعہ اندر داخل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ صرف باہر کے مسوں پر لگانا جائز ہے۔ (درمختار)

کان میں تیل یا دوا ڈالنا

مسئلہ: روزہ کی حالت میں کان میں تیل اور دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے لیکن پانی پہنچنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (درمختار)

ناک میں دوا

مسئلہ: ناک میں دوا ڈالنے اور پانی پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اسی طرح حلق میں پہنچنے سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ لہٰذا غسل جنابت میں غرغرہ اور استنشاق میں مبالغہ نہیں کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

سر میں تیل لگانا

مسئلہ: روزہ کی حالت میں سر میں تیل لگانے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ (فتاویٰ)

آنکھ میں دوا کا مسئلہ: آنکھ میں دوا ڈالنے سے اور سرمہ لگانے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی روزہ بدستور باقی رہتا ہے اگرچہ اس کا اثر حلق میں محسوس کیوں نہ ہو۔ (مراقی)

مسواک کا ریشہ

مسئلہ: اگر مسواک کرتے وقت اس کا ریشہ حلق میں داخل ہو کر پیٹ میں پہنچ جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (احسن الفتاویٰ)

مسوڑھوں کا خون

مسئلہ: اگر مسوڑھوں سے خون نکل کر حلق میں داخل ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر تھوک، خون کے برابر ہے یا زیادہ ہے اور حلق میں خون کا ذائقہ محسوس ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر خون کم ہو تو فاسد نہ ہوگا۔ (درمختار)

لفافہ کا گوند

مسئلہ: اگر زبان سے لفافہ کا گوند چاٹ کر تھوک دیتا ہے اور پھر اس کے بعد تھوک نگل جاتا ہے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر تھوکے بغیر نگلتا ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (درمختار)

اگربتی کا دھواں

مسئلہ: اگربتی اور لوبان وغیرہ جلا کر اگر اپنے پاس رکھ کر سونگھتا ہے تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے لیکن اگر بالقصد سونگھتا نہیں بلکہ بلا اختیار داخل ہو جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا لہٰذا جمعہ وغیرہ میں مساجد میں رمضان کے موقع پر اگربتی وغیرہ جلانے سے احتراز کرنا بہتر ہے۔ (درمختار)

حقہ بیڑی کا دھواں

مسئلہ: روزہ کی حالت میں حقہ اور بیڑی پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے قضا لازم کفارہ نہیں (امداد المفتیین)

منہ میں دوا رکھنا

مسئلہ: روزہ کی حالت میں منہ میں اگر شدت مرض کی وجہ سے دوا لگائی جائے تو بلا کراہت جائز ہے اور بلاضرورت مکروہ ہے۔ (درمختار)

روزہ میں منجن

مسئلہ: روزہ میں منجن، ٹوتھ پیسٹ، دنداسہ وغیرہ لگانا مکروہ ہے ان سے احتراز کرنا چاہئے۔ (احسن الفتاویٰ)

روزہ میں خون نکلوانا

مسئلہ: روزہ کی حالت میں خون نکلوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور اگر ایسے ضعف کا خطرہ ہے کہ روزہ کی طاقت باقی نہ رہے تو مکروہ ہے۔ (احسن الفتاوی)

روزہ میں دانت نکلوانا

مسئلہ: بوقت ضرورت دانت نکلوانا جائز ہے اور بلاضرورت مکروہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ)

عورتوں کا لبوں پر سرخی لگانا

مسئلہ: روزہ کی حالت میں عورت کے لبوں پر سرخی لگانے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔ لیکن اگر منہ کے اندر پہنچنے کا احتمال ہو تو مکروہ ہے۔ (احسن الفتاوی)

بحالت صوم بیوی سے دل لگی کرنا

مسئلہ: روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے بوس و کنار ہونا اور ساتھ لیٹنا ایسے آدمی کے لئے بلا کراہت جائز ہے جس کو انزال یا ہم بستری کا خطرہ نہ ہو۔ لہٰذا بوڑھے آدمی کے لئے بلا کراہت جائز ہے اور جوان کے لئے مکروہ تحریمی ہے جو اپنے نفس پر قادر نہیں ہے۔ (درمختار)

خروج مذی

مسئلہ: اگر بیوی سے بوس و کنار ہونے میں صرف مذی اور رطوبت نکلے تو اس سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ (احسن الفتاویٰ)

انزال اگر روزہ میں بیوی سے باقاعدہ ہم بستری نہیں کی ہے بلکہ صرف بوس وکنار ہونے یا ساتھ لیٹنے کی وجہ سے انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا بعد میں ایک روزہ قضاء کرنا واجب ہوگا۔ کفارہ لازم نہ ہوگا۔ اور اگر باقاعدہ ہم بستری کر لی ہے تو قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا۔ لیکن اس دن بھی کھانا پینا جائز نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ)

احتلام

مسئلہ: روزہ کی حالت میں سوتے ہوئے خواب میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کوئی خرابی نہیں آئی روزہ بدستور باقی رہتا ہے۔ (ہدایہ)

بھول سے کھانا

مسئلہ: اگر کسی کو اپنا روزہ بالکل یاد نہ رہے اور بے خیالی میں کھا لیا یا پی لیا یا بیوی سے ہم بستری کر لی اور بعد میں یاد آ جائے تو روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ بلکہ روزہ بدستور جاری رہے گا۔ (ہدایہ)

نظر کرنے سے انزال

مسئلہ: اگر اتفاق سے روزہ کی حالت میں کسی حسین عورت پر نظر پڑ جائے اور پھر تفکر کی وجہ سے انزال ہو جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اگر چہ نظر کی گئی عورت کا خیال جمالینا جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ)

حلق میں پانی چلا جائے

مسئلہ: اگر وضو وغیرہ کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ قضاء لازم، کفارہ نہیں لیکن پھر دن بھر کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ)

روزے کا فدیہ

مسئلہ: شیخ فانی یعنی اگر کوئی شخص بالکل بوڑھا اور ضعیف ہو جائے اور روزہ رکھنے کی قوت نہ ہو تو ضعیف کے لئے روزوں کا فدیہ ادا کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ)

حاملہ اور کمزور عورت کا فدیہ

مسئلہ: حاملہ اور کمزور عورت یا مریض کے لئے روزوں کا فدیہ دینا کافی نہیں ہے۔

اور اگر فدیہ دے دیا تو صحت یابی کے بعد دوبارہ رکھنا لازم ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم)

فدیہ کی مقدار

مسئلہ: فدیہ کی مقدار یہ ہے کہ ہر ایک روزہ کے عوض میں ایک صدقہ فطر یا اس کی قیمت فقراء کو دی جائے اور ایک صدقہ فطر کی مقدار نصف صاع گیہوں ہے جو موجودہ اوزان کے حساب سے ڈیڑھ کلو ۴۷ گرام ۶۴۰ ملی گرام ہے۔ اس کی تفصیل صدقہ فطر کی بحث میں ۲۰۷ میں دیکھ لی جائے۔

مسئلہ: ایک روزہ کا فدیہ متعدد مساکین کو دے سکتے ہیں اور اسی طرح ایک مسکین کو متعدد روزوں کا فدیہ دینا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

روزہ میں بھول ونسیان معاف، نماز وحج میں نہیں

مسئلہ: روزہ میں بھولے سے کھالیا جائے یا مفسد صوم عمل کیا جائے تو معاف ہے اور روزہ صحیح ہو جاتا ہے لیکن نماز اور حج میں معاف نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

بھول کر کھانے پینے اور جماع کرنے والے کا روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ

سوال: جب کہ صوم کے معنی ترک کرنے اور روکنے کے ہیں تو جو شخص بھول کر کوئی چیز کھا پی لے اس نے حد صوم اور صفت ترک کو توڑ دیا پس اس کا روزہ کیوں کر باقی رہ سکتا ہے؟

جواب: اگر روزہ دار بھول کر کسی چیز ناقض صوم کا استعمال کرے تو بھی امساک و ترک شرعی اس کے حق میں موجود ہے کیونکہ شارع نے اس کے فعل کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اَطْعَمَہٗ وَ سَقَاہُ یعنی خدا تعالیٰ نے اس کو کھلایا اور پلایا۔ پس اس میں بندہ کا فعل حکما معدوم ہوتا ہے اگر چہ حساً وہ کھانے والا ہوتا ہے اور امساک جس کے معنی صوم یعنی روزہ کے ہیں اور حکمی طور پر اسی طرح موجود ہے۔

سحری کا بیان

روزہ پر اس قدر اجر اور ثواب عظیم کا وعدہ جس کا تصور بھی کسی سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بھی ہے کہ یہ ایک بہت مشقت اور خاصے تحمل و برداشت اور محنت کی عبادت ہے۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور ازدواجی خواہش کے تقاضا پر عمل کرنے سے اپنے کو روکے رکھنا

کوئی معمولی بات نہیں۔اس میں کافی تعب و مشقت برداشت کرنا پڑتا ہے اور عبادت میں تعب و مشقت کے مقدار ہی اجر و ثواب ملا کرتا ہے۔اصل تو روزہ میں یہ تھا کہ رات کو سو جانے کے بعد کھانا پینا وغیرہ ناجائز ہو جاتا اور سحری کے وقت بھی کھانے پینے کی اجازت نہ ملتی جیسا کہ اہل کتاب کے یہاں یہی حکم تھا اور ابتداء اسلام میں بھی یہی حکم رہا ہے لیکن خداوند عالم کی خاص رحمت اور خصوصی مہربانی ہے کہ اس نے سحری کی اجازت فرما کر ہم ضعیفوں پر خاص انعام فرمایا اور سحری کھانے پر ثواب میں کمی تو کیا ہوتی اور زیادہ ثواب کا وعدہ فرمایا۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے تَسَحَّرُوا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً سحری کھاؤ، سحری کھانے میں برکت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ سحری کھاؤ اگرچہ ایک گھونٹ پانی کی ہو (احمد) سحری کھانے کا یہ حکم استحباب کے لئے ہے۔اس لئے سحری کھانا مستحب ہوا اور برکت سے مراد حدیث میں یہ ہے کہ سحری کھانے میں سنت پر عمل کرنے کے سبب اجر عظیم ملتا ہے۔اس میں یہ تو دینی برکت ہے دوسرے صبح صادق کے قریب کھانے پینے سے روزہ رکھنے پر اعانت وامداد ہوگی۔اور تمام دن اسی کھانے پینے کا اثر باقی رہے گا تو سحری کھانے سے روزہ رکھنے پر قوت بھی حاصل ہوتی ہے یہ اس میں دنیوی برکت ہوتی ہے اس لئے سحری کا اہتمام ہونا چاہئے کہ یہ ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے۔

ف: سحری کہتے ہیں شب کے آخری چھٹے حصہ کو جو لوگ آدھی رات یا اس کے قریب سحری کھاتے ہیں، وہ مستحب کی فضیلت سے محروم رہتے ہیں۔سحری میں تاخیر (دیر کرنی) مستحب ہے مگر اتنی تاخیر نہ کی جاوے کہ صبح صادق کے طلوع ہونے کا وہم ہونے لگے۔غروب آفتاب اور صبح صادق کے درمیانی حصہ کے چھ حصے بنا کر آخری چھٹے حصہ میں سحری کھائیں اور ایسے وقت پر سحری ختم کر دیں کہ اس وقت یقین ہو کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی۔اسی طرح جو لوگ سحری بالکل نہیں کھاتے ان کو بھی چاہئے کہ وہ سحری کی فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے کچھ نہ کچھ کھا پی لیا کریں۔جیسا اوپر حدیث کے حوالہ سے گزرا ہے کہ سحری کھاؤ۔اگرچہ گھونٹ پانی ہی ہو۔کیونکہ سحری کی وجہ سے ہی اہل کتاب کے روزہ سے ہمارے روزہ میں فرق و امتیاز ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے روزہ میں فرق سحری کھانے کا ہے۔(مسلم)

مگر ساتھ ہی اس غلطی کی اصلاح بھی بہت ضروری ہے کہ اگر کسی دن غفلت کی وجہ سے وقت پر آنکھ نہیں کھلتی اور صبح صادق ہو جانے کی وجہ سے سحری کھانے کا موقع نہیں ملتا تو بعض عوام

سمجھتے ہیں کہ روزہ رکھنا ضروری نہیں اور وہ فرضی روزہ کو بھی سحری نہ ملنے کی وجہ سے ترک کر دیتے ہیں تو ان کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ سحری کا کھانا صرف مستحب وافضل ہے روزہ کی شرط نہیں ہے اور نہ ہی سحری کا چھوٹ جانا روزہ کے قضا کر دینے کے لئے کوئی شرعی عذر ہے اس لئے سحری کے فوت ہو جانے کی وجہ سے روزہ کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہئے بغیر سحری کھائے روزہ رکھنا فرض اور لازم ہے۔

مسئلہ: سحری میں کھجور کا کھانا مستحب ہے۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے۔ نِعْمَ سُحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ مومن کی سحری میں کھجور خوب ہے۔ یہ مستحب گویا متروک ہو رہا ہے، اس کو رواج دینا چاہئے۔

انتباہ: ایک غلطی عام طور پر یہ ہو رہی ہے کہ سحری کھا کر لوگ اکثر سو جاتے ہیں اور نماز فجر کے لئے اٹھنے کا کوئی انتظام نہیں کیا جاتا۔ پھر اکثر ایسے وقت پر آنکھ کھلتی ہے کہ جماعت فجر ہو چکی ہوتی ہے۔ اور بعض مرتبہ تو وقت فجر ہی باقی نہیں رہتا۔ اور سورج نکل چکا ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑی غلطی ہونے کے علاوہ نعمت خداوندی کی سخت ناقدری بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے تو ہم کو سحری کی اجازت بطور انعام کے عطا فرمائی تھی، مگر ہم نے اس نعمت سے کام لینے کے بعد اپنے منعم کی یہ ناشکری کی کہ ہمیشہ کے فریضہ فجر کو اس کا وقت نکال کر یا تو بالکل فوت ہی کر دیا یا اس کو نامکمل بنا دیا کیونکہ بغیر جماعت کے جو نماز ادا کی جاتی ہے وہ ناقص ہوتی ہے۔ فرض تو ادا ہو جاتا ہے مگر اس پر کامل ثواب نہیں ملتا۔ اس لئے سحری کھا کر ایسی حالت میں ہرگز نہیں سونا چاہئے، جبکہ نماز فجر کی جماعت کے لئے اٹھانے کا کوئی انتظام نہ کیا گیا ہو اور سونے کی وجہ سے جماعت فجر کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو۔ حضرات فقہاء نے مغرب وعشاء کے درمیان سونے کو ایسی حالت میں مکروہ لکھا ہے جبکہ عشاء کی جماعت کے لئے بیدار ہونے پر وثوق اور بھروسہ نہ ہو اور اس کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

اور یہ خرابی بھی زیادہ اسی وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ عام طور پر لوگ سحری کو اس کے مستحب وقت سے پہلے کھانے کے عادی ہوتے ہیں پھر صبح صادق میں چونکہ زیادہ وقت ہوتا ہے اس وجہ سے نیند کا غلبہ ہو کر صبح کی نماز سے محرومی ہو جاتی ہے اگر سحری آخر میں اس کے مستحب وقت پر کھائی جائے اور صبح صادق ہونے پر اذان کے بعد جلدی جماعت فجر کرنے کا انتظام ہو جایا کرے تو اس طرح اس خرابی کی کافی حد تک اصلاح ہو سکتی ہے۔

ف: فجر کی جماعت میں اسفار (خوب روشنی) کر کے اس کو ایسے وقت میں ادا کرنا احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب ہے کہ طلوع شمس سے قبل دو مرتبہ مستحب طریقہ پر نماز ادا ہو

سکے مگر اس سے مقصود تکثیر جماعت ہے اور عام طور پر صبح کا وقت چونکہ غلبہ نوم وغفلت کا ہوتا ہے اس لئے عام لوگوں کو جماعت میں شامل کرنے کے لئے اسفار اور تاخیر کرنا مستحب ہے اور یہی وجہ ہے کہ جماعت فجر میں پہلی رکعت کے اندر امام کے لئے طویل قراۃ کر کے اس کو دوسری رکعت پر طویل کرنا بالاتفاق مستحب ہے تا کہ لوگ نیند غفلت سے بیداری اور ہشیاری کے بعد جماعت میں شامل ہو سکیں تو معلوم ہوا کہ اس میں ضعفاء کے لئے رحمت اور ان پر خاص نظر عنایت ہے کہ ان کے لئے حق تعالیٰ نے ایسے مواقع مہیا فرما دیئے کہ اگر تھوڑی سی ہمت اور ادنیٰ توجہ کی جائے تو جماعت کا ملنا کچھ مشکل نہیں۔ سبحان اللہ! جماعت کی اہمیت کو کیسے عجیب طریقہ اور کس نرالے طرز سے ظاہر فرمایا گیا ہے کہ اول تو وقت صبح ہو جانے کے بعد ہی حد اسفار تک تاخیر کرنے کا حکم دے دیا اب بھی اگر نوم وغفلت رفع نہیں ہوئی تو پھر امام کے لئے تطویل رکعت اولیٰ کو سنت قرار دے دیا تا کہ غفلت میں پڑے ہوئے انسان بھی جماعت کے اندر شامل ہو سکیں۔ اور ان کو جماعت کے ثواب عظیم میں شریک ہونے کا موقع میسر آجائے۔

بہر حال فجر کی جماعت میں اسفار سے مقصود تکثیر جماعت ہے تو سحری کے بعد اگر سب نمازی جماعت میں شامل ہو جانے کا اہتمام کر لیں۔ تو غلس میں جماعت کرنے سے بھی یہ مقصود تکثیر جماعت حاصل ہو جائے گا پس قبل اسفار جماعت کرنے سے جس محظور کا اندیشہ ہوتا ہے اس صورت میں وہ محظور نہیں پایا جاتا۔ فیض الباری میں سرخسی کے حوالے سے فجر کی نماز غلس میں پڑھنے کو اولیٰ قرار دیا ہے۔ جس وقت لوگ جمع ہو جائیں اور احادیث غلس کو رمضان پر محمول کیا ہے۔ (فیض الباری)

افطار

وقت افطار: احکم الحاکمین جل مجدہ کا ارشاد ہے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (بقرہ) یعنی پھر (صبح صادق سے) رات (آنے) تک روزہ پورا کر لیا کرو اس آیت میں روزہ کے آخری وقت کا بیان ہے اور وہی روزہ افطار کا وقت ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اِذَا اَقْبَلَ الَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ متفق علیہ (مشکوۃ مع مرقاۃ)

ترجمہ: جب رات ادھر سے (یعنی مشرق سے) آجائے اور دن ادھر سے (یعنی مغرب سے) چلا جائے اور آفتاب (بالکل) غروب ہو جائے تو روزہ دار صاحب افطار ہو گیا۔

عجیب نکتہ: حدیث میں لفظ افطر فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ کیا گیا کہ روزہ دار

صاحب افطار ہوگیا۔ سرورِ دو عالم ﷺ کا اس عنوان اختیار کرنے میں یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لفظوں میں دونوں باتیں ادا ہوگئیں۔ اول یہ کہ اس وقت روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہئے اور کھانے پینے میں مزید دیر نہ لگائے۔ دوسرے یہ کہ شرعاً اس کا روزہ ختم ہوگیا اگر وہ غروب ہوتے ہی کچھ بھی نہ کھائے پئے تب بھی اس وقت سے وہ ان لوگوں میں شامل ہے جن کا روزہ نہیں۔ اگر کوئی شخص افطار کی نیت کئے بغیر کچھ کھا لے گا یا یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب نہیں ہوا اور روزہ توڑنے والا، قصداً کوئی کام کرلے گا تو قضا یا کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ درحقیقت وہ اس وقت صائم نہیں رہا۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ صَائِمًا اَمَرَ رَجُلًا یَقُوْمُ عَلٰی نَشْزٍ مِنَ الْاَرْضِ فَاِذَا قَالَ قَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَفْطَرَ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: جب سید الاولین ﷺ روزہ سے ہوتے (تو شام کو غروب آفتاب کے وقت) کسی شخص کو کسی بلند مقام (ٹیلہ وغیرہ) پر کھڑے ہونے کے لئے ارشاد فرماتے، پھر جب وہ شخص غروب آفتاب کی اطلاع دیتا تو آپ روزہ افطار فرمالیتے۔

تشریح: ان احادیث مبارکہ سے آیت کا مفہوم پوری طرح واضح ہوگیا اور معلوم ہوا کہ روزہ کا آخری وقت ہے۔ جب سورج غروب ہوجائے اور غروب ہونے کا یقین آنکھوں سے دیکھ کر ہوجائے یا جنتری یا دیگر آلات وغیرہ سے یا اور کسی صحیح طریقہ سے تو روزہ افطار کرلیا جائے اس کے بعد پھر روزہ افطار کرنے میں شرعی عذر کے بغیر بلاوجہ تاخیر کرنا مذموم اور برا ہے، وقت ہو جانے پر جلد ہی افطار کرنے کا حکم ہے، چنانچہ احادیث میں ہے۔

تعجیل افطار

حدیث: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ شفیع المذنبین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: جب تک میری امت کے لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے وہ خیر پر رہیں گے۔

حدیث: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ عَلٰی سُنَّتِیْ مَا لَمْ تَنْتَظِرْ بِفِطْرِھَا النُّجُوْمَ.

ترجمہ: میرے امتی اس وقت تک میرے طریقہ پر رہیں گے جب تک وہ افطار کے

لئے ستاروں کے چمکنے کا انتظار نہ کریں (یعنی غروب کا یقین ہونے کے بعد ہی روزہ افطار کرلیا کریں)

جلدی افطار کرنیکی فضیلت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

حدیث : اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُھُمْ فِطْرًا۔ (رواہ الترمذی، الترغیب ص ۹۴)

ترجمہ : کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنے بندوں میں مجھے وہ بندہ زیادہ محبوب ہے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرلے (یعنی غروب آفتاب کے بعد بالکل دیر نہ کرے)

تین چیزیں خدائے پاک کو پسند ہیں

حدیث: حضرت یعلی مرۃؓ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَۃٌ یُحِبُّھَا اللّٰہُ تَعْجِیْلُ الْاِ فْطَارِ وَتَاخِیْرُ السُّحُوْرِ وَضَرْبُ الْیَدَیْنِ اَحَدُھَا عَلَی الْاُخْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: اللہ پاک کو تین چیزیں پسند ہیں۔

(۱) غروب آفتاب ہوتے ہی فوراً افطار کرنا۔

(۲) اخیروقت تک سحری مؤخر کرنا۔

(۳) نماز میں (بحالت قیام) ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنا۔

افطار میں تاخیر کرنا یہود ونصاریٰ کا کام ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا

قَالَ لَا یَزَالُ الدِّیْنُ ظَاھِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی یُؤَخِّرُوْنَ اَرْوًا۔

ترجمہ: دین (اسلام) غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے اس لئے کہ یہود ونصاریٰ (افطار کرنے میں) تاخیر کرتے تھے۔

تعجیل افطار میں کیا راز ہے؟

حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت میں صرف ماعجلو الفطر کے الفاظ ہیں اور مسند احمد میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے ایک حدیث مروی ہے، جس میں ماعجلو الفطر کے آگے واَخرو السحور کے الفاظ بھی ہیں یعنی امت اس وقت تک خیر پر رہے گی، اور اس کے حالات اچھے رہیں

گے، جب تک افطار میں تاخیر نہ کرنا، بلکہ جلدی کرنا، اور سحری میں جلدی نہ کرنا، بلکہ تاخیر کرنا اس کا طریقہ اور طرز عمل رہے گا...... اس میں راز یہ ہے کہ افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اللہ تعالیٰ جل شانہ کا حکم ہے اور اس میں عام بندگان خدا کے لئے سہولت اور آسانی بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نگاہ کرم کا ایک مستقل وسیلہ ہے، اس لئے امت جب تک اس پر عامل رہے گی وہ اللہ پاک کی نظر کرم کی مستحق رہے گی اور اس کے حالات اچھے رہیں گے اور اس کے برعکس افطار میں تاخیر اور سحری میں جلدی کرنے میں چونکہ اللہ پاک کے تمام بندوں کے لئے مشقت ہے اور یہ ایک طرح کی بدعت اور یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے اس لئے وہ اس امت کے لئے بجائے رضا اور رحمت کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے لہٰذا جب امت اس ناپسندیدہ طریقہ کو اپنائے گی تو اللہ تعالیٰ کی نظر کرم سے محروم ہوگی اور اس کے حالات بگڑیں گے، اللھم احفظنا۔

تعجیل افطار کا مطلب

افطار میں جلدی کا مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب غروب ہونے کا یقین ہو جائے تو پھر تاخیر نہ کی جائے، اور اسی طرح سحری میں تاخیر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے بہت پہلے سحری نہ کھالی جائے، بلکہ جب صبح صادق کا وقت قریب ہو تو اس وقت کھایا پیا جائے، یہی رسول کریم ﷺ کا معمول اور دستور مبارک تھا ہمیں بھی اسی کا اتباع کرنا چاہئے۔ آپ کی تابعداری کرنے ہی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

چند مسائل

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ جب سورج یقیناً ڈوب جائے تو فوراً روزہ کھول دے، دیر کر کے روزہ کھولنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: بدلی کے دن ذرا دیر کر کے روزہ کھولئے جب خوب یقین ہو جائے کہ سورج ڈوب گیا ہوگا تب افطار کیجئے۔ اور صرف گھڑی، گھڑیال وغیرہ پر کچھ اعتماد نہ کرنا چاہئے جب تک دل گواہی نہ دے دے کیونکہ شاید گھڑی کچھ غلط ہو گئی ہو، بلکہ اگر کوئی اذان بھی کہدے اور وقت آنے میں کچھ شبہ ہو تب بھی روزہ کھولنا درست نہیں ایسے موقع پر دو چار منٹ انتظار کر لینا بہتر ہے اور تین منٹ کی احتیاط بہر حال کرنی ہی چاہئے۔

مسئلہ: جب تک سورج ڈوبنے میں شبہ رہے تب تک افطار کرنا جائز نہیں۔ (بہشتی زیور)

افطار کے لئے کیا چیز بہتر ہے

حدیث: حضرت سلمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ سید الانبیاء والمرسلین ﷺ نے فرمایا کہ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ صَائِمًا فَلْیُفْطِرْ عَلَی التَّمْرِ فَاِنْ لَّمْ یَجِدِ التَّمْرَ فَعَلَی الْمَآءِ فَاِنَّ الْمَاءَ طَھُوْرٌ.

جب تم میں سے کسی کا روزہ ہوتو وہ کھجور سے روزہ افطار کرے، اگر کھجور نہ پائے تو پھر پانی ہی سے افطار کرے اس لئے کہ پانی نہایت پاکیزہ چیز ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلٰی رُطَبَاتٍ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَیْرَاتٌ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تُمَیْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَّاءٍ. (ابو داؤد ص ۱۷۵)

ترجمہ: رحمۃ للعالمین ﷺ (مغرب کی نماز سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے اگر تر کھجوریں بروقت موجود نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے افطار فرماتے تھے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی پی لیتے تھے۔

تشریح: اہل عرب اور خاص طور سے مدینہ والوں کے لئے کھجور بہترین غذا تھی اور سہل الحصول اور سستی بھی تھی کہ غرباء اور فقراء بھی اس کو کھاتے تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس سے افطار کی ترغیب دی اور جس کو بروقت کھجور بھی نہ ملے اس کو پانی سے افطار کی ترغیب دی اور اس کی یہ مبارک خصوصیت بتائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو طہور قرار دیا ہے اس سے افطار کرنے میں ظاہر و باطن کی طہارت کی نیک فال بھی ہے۔

مسئلہ: کھجور اور خرما سے روزہ کھولنا افضل ہے یا اور کوئی میٹھی چیز ہو اس سے کھولے وہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرے۔ اور کسی دوسری چیز سے افطار کریں تو اس میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔

مسئلہ: بعض مرد اور بعض عورتیں نمک کی کنکری سے روزہ افطار کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط عقیدہ ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۱ ج ۳)

افطار کرنے میں اوقات کا اہتمام اور روزہ کی افطاری کے بارے میں اکابر کے کچھ حالات ملاحظہ ہوں۔

اکابر کا افطار اور وقت کا اہتمام

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے یہاں گھڑی کا اہتمام اور اس کے ملانے کے واسطے مستقل آدمی تو تمام سال رہتا تھا، لیکن خاص طور سے رمضان المبارک میں گھڑیوں کو ڈاکخانے اور ٹیلی فون وغیرہ سے ملوانے کا بہت اہتمام رہتا تھا، اور افطار جنتریوں کے موافق ۲۔۳ منٹ کے احتیاط پر ہوتا تھا۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہ، رائپور میں چونکہ طلوع آفتاب اور غروب بالکل سامنے صاف نظر آتا تھا اس لئے دونوں وقت گھڑیوں کے ملانے کا اہتمام طلوع وغروب سے بہت تھا۔ اور افطار میں کھجور اور زمزم شریف کا بہت اہتمام ہوتا تھا، سال کے دوران میں جو حجاج کرام زمزم اور کھجور کے ہدایا لاتے تھے وہ خاص طور سے رمضان شریف کے لئے رکھ دیا جاتا تھا، زمزم شریف تو خاصی مقدار ماہ رمضان تک محفوظ رہتا تھا لیکن کھجوریں اگر خراب ہونے لگتیں تو وہ رمضان سے پہلے ہی تقسیم کر دی جاتیں۔

حضرت تھانویؒ کا افطار

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میرے رمضان کے معمولات وہی ہیں جو غیر رمضان میں تھے بعض حضرات کے یہاں روزہ کی افطاری میں کافی معمولات ہیں کہ کھجور یا زمزم سے روزہ افطار کرنے کا اہتمام ہوتا ہے میرا تو عام معمول یہ ہے کہ جو چیز افطاری کے وقت قریب ہو وہ کھجور ہو یا زمزم ہو، گرم پانی ہو، امرود ہو اسی سے روزہ افطار کر لیتا ہوں۔ (افاضات یومیہ) (اکابر کا رمضان ص ۳۶،۶)

دعاء افطار

حدیث: معاذ بن زہرہ تابعیؒ سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کَانَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (ابو داؤد)

ترجمہ: رسول کریم ﷺ جب روزہ افطار فرماتے تو کہتے تھے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (اے اللہ میں نے تیرے ہی واسطے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا)

یہ دعا افطار کے وقت پڑھنا مسنون ہے اور افطار کے بعد وہ دعا پڑھنی چاہئے جو ذیل میں آرہی ہے۔ (احکام رمضان ص ۸ مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ کَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَ ابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ (ابو داؤد ص ۳۲۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب روزہ افطار فرماتے تو کہتے تھے ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ یعنی پیاس چلی گئی اور رگیں (جو سوکھ گئی تھیں وہ) تر ہوگئیں اور خدا نے چاہا تو اجر و ثواب (یقیناً) قائم ہوگیا۔

تشریح: یعنی پیاس اور خشکی کی جو تکلیف ہم نے کچھ اٹھائی وہ تو افطار کرتے ہی ختم ہو گئی، اب نہ پیاس باقی ہے اور نہ رگوں میں خشکی اور انشاء اللہ آخرت کا ختم نہ ہونے والا ثواب بھی ثابت و قائم ہو گیا...... یہ اللہ کے حضور میں آپ ﷺ کا شکر بھی ہے اور دوسروں کو تعلیم و تلقین بھی کہ روزہ داروں کا احساس اور یقین ایسا ہونا چاہئے۔

فرحت افطار

حدیث: لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ الْفِطْرِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ الرَّحْمٰنِ۔

ترجمہ: روزہ دار کے لئے دو مسرتیں ہیں۔ایک افطار کے وقت، دوسری رحمٰن یعنی اپنے مالک و مولیٰ کی بارگاہ میں حضوری اور شرف باریابی کے وقت۔

اکثر علماء نے اس حدیث کی تشریح میں یہ فرمایا ہے کہ روزہ دار کو افطار کے وقت جو فرحت ہوتی ہے وہ دو وجہ سے ہوتی ہے۔

(۱) عمل پورا ہو جانے کی وجہ سے کہ خدائے پاک کا شکر و احسان ہے کہ اس نے یہ کام لے لیا اور روزہ تمام آفات سے منزہ ہوکر پورا ہو گیا۔

(۲) اور بعض نے فرحت افطار کا ظاہری سبب یہ بیان کیا ہے کہ افطار کے وقت بھوک، پیاس کے ختم ہونے اور کھانے پینے سے خوشی ہوتی ہے۔

فرحت افطار کی ان دو تفسیروں کا اختلاف مذاق کے اختلاف پر مبنی ہے، لوگوں کے مذاق مختلف ہیں کسی کو افطار کے وقت کھانے پینے سے خوشی ہوتی ہے اور کسی کو عمل صوم کے مکمل ہو جانے سے...... اختلاف مذاق پر۔

حکایت: ایک حکایت، ایک بادشاہ نے ملک کی چار سمتوں کی چار عورتیں اکٹھی کر کے محل میں داخل کیا، ایک مشرقی تھی ایک مغربی ایک جنوبی ایک شمالی، پھر اس نے ان سب کی ذہانت

کا اور لطافت مزاج کا امتحان کرنا چاہا تو ایک روز صبح کے قریب سب سے پوچھا کہ بتلاؤ! اب کیا وقت ہے؟ سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ صبح قریب ہے بادشاہ نے ہر ایک سے دلیل پوچھی کہ تم کو محل کے اندر بیٹھے ہوئے کس طرح معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی ہے ایک نے جواب دیا کہ میری نتھ کا موتی ٹھنڈا ہو گیا ہے، جواہرات صبح کی ہوا سے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ دوسری نے جواب دیا کہ شمع کی روشنی دھیمی ہو گئی ہے۔ تیسری نے کہا کہ پان کا مزہ منہ میں بدل گیا ہے۔ چوتھی نے کہا کہ پیشاب آ رہا ہے، صبح ہی کو پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے، بات ایک ہی تھی مگر اختلاف مذاق کی وجہ سے ہر ایک نے اپنے اپنے مذاق کے موافق وجہ بیان کی۔

اسی طرح فرحت صیام کی وجوہات میں مذاقوں کے مختلف ہونے سے اختلاف ہوا۔ ہم جیسوں نے دنیاوی فرحت کھانے پینے پر محمول کیا اور اکابر نے فرحت دینی پر، کہ انہیں اتمام عمل سے خوشی ہے، (ماخوذ از وعظ الصوم فی رمضان حضرت تھانویؒ مع تسہیل ص ۲۸۷ فضائل صوم وصلوٰۃ)

روزہ افطار کرانے کا ثواب

حدیث: حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو سید الاولین جناب رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک خطبہ دیا (اور اس میں آگے چل کر یہ بھی) فرمایا:

مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَ عِتْقُ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَ كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفْطِرُ بِهِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذَاقَةِ لَبَنٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَّآءٍ وَ مَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلٰى اٰخِرِهٖ (رواه البيهقي في شعب الايمان)

ترجمہ: جس شخص نے اس رمضان المبارک کے مہینہ میں کسی روزہ دار کو (اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے روزہ) افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے...... آپ سے عرض کیا گیا کہ، یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپ نے فرمایا کہ، اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی لسی پر یا صرف پانی ہی

کے ایک گھونٹ پر کسی کا روزہ افطار کرا دے (اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے، اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو پیاس ہی نہ لگے گی۔ تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔

تشریح: اس حدیث سے روزہ افطار کرانے کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔ روزہ افطار کرانے پر اللہ پاک تین انعام عطا فرماتے ہیں اور یہ انعام پیٹ بھر کھانا کھلانے پر موقوف نہیں بلکہ ایک چھوارہ یا کھجور یا دودھ کی تھوڑی سی لسی یا پانی کے ایک گھونٹ سے افطار کرانے پر بھی عطا فرما دیتے ہیں وہ تین انعام یہ ہیں۔

(۱) گناہوں سے مغفرت (۲) آتش دوزخ سے نجات (۳) جس شخص نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو افطار کرانے والے کو اس روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے اس طرح سے کہ افطار کرانے والے کے ثواب میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی، اللہ پاک افطار کرانے والے کو یہ ثواب الگ سے عطا فرماتے ہیں۔

غور فرمایئے! ایک چھوارہ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ کی کیا قیمت ہے؟ کچھ بھی نہیں اگر کسی روزہ دار کو افطار کے وقت ان میں سے کوئی چیز یا ان کے علاوہ اور کوئی چیز پیش کر دی جائے تو پیش کرنے والے کا کیا خرچ ہوگا؟ غریب سے غریب شخص کے پاس بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ بالفرض کچھ بھی نہ ہو تو پانی ہی سے افطار کرا سکتا ہے...... خدائے پاک جل شانہ کی رحمت و کرم کا اندازہ کیجئے کہ انہوں نے اپنی رحمت کتنی عام فرما دی ہے تا کہ ان مبارک لیل ونہار میں کوئی غریب سے غریب شخص بھی ان کی رحمت و مغفرت سے محروم نہ رہے۔ اور انعام و کرم بھی اتنا عظیم الشان فرمایا کہ جس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا، یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ہر مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت، شہری ہو یا دیہاتی، امیر ہو یا غریب سب اس کے سخت محتاج ہیں اور فکر آخرت رکھنے والے بندے ہمیشہ انہی کے حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

آخرت کا سکہ: اصل بات یہ ہے آخرت میں قدم قدم پر ثواب و نیکیاں کام آئیں گی وہاں کا سکہ نیک اعمال ہیں، جس کے پاس اعمال صالحہ کا جتنا زیادہ ذخیرہ ہوگا اسی قدر وہ کامیاب ہوگا اور جو اجر و ثواب سے خالی ہوگا اسے ہر طرف سے ناکامی کا سامنا ہوگا اور اس کی پریشانی کی کوئی حد نہ ہوگی۔ اللہ پاک کا بڑا فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایسے مبارک ایام عنایت فرمائے جن میں ہم خوب بڑھ چڑھ کر آخرت کی کمائی کر سکتے ہیں اور جتنا چاہیں آخرت کو

بنا سکتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ وَ فِقْنَا اَللّٰھُمَّ وَ فِقْنَا ۔

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ افطار کرنے والے کے روزہ کے مثل، افطار کرانے والے کو ثواب ملتا ہے۔ تو صرف روزہ کے ثواب ہی کا اندازہ کیجئے! کہ وہ کس قدر ہے؟ اس کا اجر وثواب کتنا بے حساب ہے؟ روزہ کو اللہ پاک نے اپنا فرمایا ہے اور قیامت کے دن خود ہی اس کا بدلہ عطا فرمائیں گے۔ اور بھی اس کے بے شمار فضائل ہیں جو معتبر احادیث میں آئے ہیں وہ سب برحق ہیں ان پر یقین رکھئے۔ خود روزہ رکھ کر ثواب حاصل کیجئے اور اپنے لئے اور اپنی وسعت کے مطابق اعزا واقارب اور دیگر احباب یا عام مسلمانوں کے روزے افطار کرا کر ان کے روزہ کا ثواب حاصل کیجئے اتنا عظیم اجر وثواب صرف ایک گھونٹ پانی پلانے پر مل رہا ہے جلدی کیجئے لوٹ کا وقت ہے جس قدر ثواب حاصل کرنا ہے اور جتنے روزوں کا ثواب لینا ہے حاصل کیجئے۔ یہ موقعہ پھر ہاتھ نہیں آئے گا اور اس کو نہایت غنیمت جانئے اور پھر ثواب ہی نہیں بلکہ ہر ہر شخص کے روزہ افطار کرانے کے ساتھ دوزخ سے نجات کا پروانہ اور گناہوں کی معافی کی ضمانت بھی موجود ہے اور آخرت کی نجات کا دارومدار انہی باتوں پر ہے بھلا بتلایئے؟ جس شخص کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہوں اور جہنم سے نجات کا پروانہ اور بے انتہا اجر وثواب اس کے ہمراہ ہو اس کو آخرت میں کیا غم ہوگا؟ وہ بڑے سکون وچین سے ہوگا، چہرہ مسرت وشادمانی سے تروتازہ ہوگا...... اگر آپ بھی اس اجر عظیم کے حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں تو افطار کرانے کا اہتمام کیجئے خواہ معمولی چیز سے ہو کچھ نہ ہو تو پانی سے ہی افطار کرایئے۔

افطار کرانے کا اہتمام

حمادؒ بن سلمہؒ ایک مشہور محدث ہیں، روزانہ پچاس آدمیوں کے روزے افطار کرانے کا اہتمام فرماتے تھے۔ (روح البیان)

افطار کرانے کا ثواب سب سے اول چیز کھانے پر موقوف نہیں: بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ افطار کراتے وقت اس کا بہت اہتمام کرتے ہیں کہ روزہ دار سب سے پہلے اس کی چیز سے افطار کرے اور یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ دار جو چیز سب سے پہلے منہ میں رکھے گا، اسی سے روزہ افطار کرانے کا ثواب ملے گا یہ تو خدائے رحیم وکریم کی رحمت کو تنگ کرنا ہے۔ اللہ پاک کی رحمت وعنایت بے انتہا ہے، اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ

روزہ افطار کرتے وقت روزہ دار جو جو چیز تناول کرتا ہے سب روزہ کی افطاری میں شامل ہے، افطار کرتے وقت جو چیز پہلے کھائی اور جس پر افطاری ختم کی سب کا ایک حکم ہے اس لئے روزہ دار، افطار کے وقت جس جس شخص کی افطاری تناول کرے گا تو ان میں سے ہر شخص کو افطار کرانے کا ثواب ملے گا، اللہ پاک کی شان کریمی سے یہی امید رکھنی چاہئے جو نا حقیقت شناس اللہ پاک کی شان کرم سے نا آشنا ہیں انہی کے دل اس بارے میں تنگ ہو سکتے ہیں۔

حلال سے افطار کرانے کی فضیلت

حدیث: حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ سید الاولین جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ فَطَّرَ صَائِماً عَلٰى طَعَامٍ وَ شَرَابٍ مِنْ حَلَالٍ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ فِيْ سَاعَاتِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَصَلّٰى عَلَيْهِ جِبْرِيْلُ لَيْلَةَ الْقَدرِ، رواه الطبرانی فی الکبیر و ابو الشیخ بن حبان فی کتاب الثواب الا انه قال وَ صَافَحَهُ جِبْرَئِيلُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَ زَادَ فِيْهِ وَ مَنْ صَافَحَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَرِقُّ قَلْبُهُ وَ تَكْثُرُ دُمُوْعَهُ قَالَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَأَيْتَ مَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ قَالَ فَقَبْضَةٌ مِنْ طَعَامٍ قُلْتُ اَفَرَأَيْتَ اِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ لُقْمَةُ خُبْزٍ قَالَ فَمُذْقَةٌ مِنْ لَبَنٍ قَالَ اَفَرَأَيْتَ اِنْ لَمْ تَكُنْ عِنْدَهٗ قَالَ فَشَرْبَةٌ مِنْ مَاءٍ (الترغیب ص ۹۶ ج ۲)

ترجمہ: جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ حلال کھانے پینے سے افطار کرائے تو رمضان المبارک کی ساعات میں فرشتے اس شخص پر رحمت بھیجتے ہیں ...... اور شب قدر میں (خود) جبرئیل امین اس پر رحمت بھیجتے ہیں (اور ابن حبان کی روایت میں یہ ہے کہ) شب قدر میں جبرئیل امین افطار کرانے والے سے مصافحہ کرتے ہیں (اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ) جس شخص سے جبرئیل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہیں اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور (آنکھوں سے) آنسو بہتے ہیں (اس کے بعد) حضرت سلمان نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کے پاس (افطار کرانے کا پورا سامان) نہ ہو؟ آپ نے ارشاد فرمایا (یہ فضیلت حاصل کرنے کے لئے) کھانے کا ایک لقمہ بھی کافی ہے (حضرت سلمان فرماتے ہیں) میں نے پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول! جس شخص کے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہو اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا (یہ فضیلت حاصل کرنے کے لئے) دودھ کی تھوڑی سی لسی بھی کافی ہے، حضرت سلمان نے پھر عرض کیا (یا رسول اللہ!) اگر اس شخص

کے پاس (افطار کرانے کیلئے) یہ بھی (موجود نہ ہو تو کیا ارشاد ہے؟) رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا (یہ عظیم تر فضیلت حاصل کرنے کے لئے) پانی کا ایک گھونٹ ہی کافی ہے (یعنی جو شخص پانی کے ایک گھونٹ سے کسی کا روزہ کھلوا دے اس کو بھی خدائے پاک یہ فضیلت عطا فرما دیں گے ان کی رحمت بہت وسیع ہے محروم نہیں فرمائیں گے)

تشریح: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان بھی بڑی ہے آخر کچھ بات تو تھی کہ خالق کائنات جل مجدہ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کی ہمراہی کے لئے ان کو منتخب فرمایا اور جملہ انبیاء علیہم السلام کے باقی تمام امتوں سے ان کو ایک مقام خاص عطا فرمایا اور دنیا ہی میں ان کو اپنی رضامندی کی بشارت سے نوازا، اندازہ کیجئے! حضرت سلمانؓ نے کس طرح سوال در سوال کر کے باری تعالیٰ جل مجدہ کی رحمت کو کتنا وسیع کرا دیا۔ اب ان کی بدولت ہر شخص نہایت آسانی سے اس دولت عظمیٰ کو حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے آمین۔

حرام سے افطار کرنے والے کی بخشش نہ ہوگی

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عُتَقَاءَ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ اِلَّا رَجُلٌ اَفْطَرَ عَلٰی خَمْرٍ (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: بیشک رمضان المبارک کی ہر شب میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے (دوزخ سے) آزاد کئے ہوئے ہوتے ہیں (یعنی ان کو جہنم سے خلاصی دی جاتی ہے) مگر ایک شخص (کی بخشش نہیں ہوتی یہ وہ شخص ہے) جس نے شراب سے روزہ افطار کیا ہو۔

تشریح: رمضان المبارک کے لیل ونہار میں سینکڑوں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں گناہ گاروں کو معاف کیا جاتا ہے اور دوزخ سے بری کر دیا جاتا ہے حالانکہ یہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جہنم ان پر واجب ہو چکی ہوتی ہے مگر اس کے باوجود اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے ان کو آتش جہنم سے آزاد فرماتے ہیں...... اس مبارک مہینہ میں خدائے پاک کی رحمت ومغفرت کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا، ہر طرف رحمت وکرم کی بارش برستی ہے اور افطار کے وقت خصوصی رحمت بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

افطار کے وقت دس لاکھ آدمیوں کی بخشش

چنانچہ ایک روایت ہے کہ خدائے ذوالجلال روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں

کی گردنیں جہنم سے آزاد فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں۔ مگر ایسے مبارک ایام میں ایک بدنصیب شخص ایسا بھی ہے جس کی مغفرت...... نہیں کی جاتی اور وہ اللہ پاک کی رحمت سے محروم رہ جاتا ہے یہ وہ شخص ہے جس نے شراب سے روزہ افطار کیا ہو۔

حرام سے افطار کرنے کی یہ نحوست ہے کہ ایسے کریم کی نظر کرم سے محروم ہو گیا، اور یہ یقین کر لیجئے! جس شخص کی رمضان المبارک میں بھی بخشش نہ ہوئی، اس سے زیادہ بدبخت اور محروم القسمت کوئی نہ ہوگا ایسا شخص واقعی بدبخت ہے اس کو محروم ہی رہنا چاہئے اس لئے روزہ افطار کرنے میں کھانے پینے کی ہر حرام چیز سے بچنے کی فکر کیجئے اور جس طرح سود اور شراب وغیرہ حرام ہے اسی طرح ہر وہ چیز جو حرام اور ناجائز طریقہ سے حاصل ہو وہ بھی حرام ہے اس سے بھی مکمل پرہیز کیجئے...... اور موجودہ دور میں لوگ سود اور شراب کو تو کچھ نہ کچھ حرام سمجھتے بھی ہیں، مگر بہت سے افعال واقوال کو حرام ہی نہیں سمجھتے اور بلا خوف وخطر ان میں مصروف رہتے ہیں اور احساس تک بھی نہیں ہوتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ روزہ میں بھی بدستور مبتلا رہتے ہیں۔

ان گناہوں سے پرہیز کریں: مثلاً جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، غرور وتکبر کرنا، کسی مسلمان سے ناحق بغض وحسد اور کینہ رکھنا، ریاکاری اور دکھاوا کرنا، بے جا کسی کو ایذا اور تکلیف پہنچانا خواہ کسی طریقہ سے ہو، ظلم کرنا، جوا کھیلنا، تہمت اور بہتان لگانا، نامحرم عورتوں یا ان کی تصاویر دیکھنا، گانا خود گانا یا ریڈیو وغیرہ پر سننا اور ٹیلی ویژن پر دیکھنا...... روزہ میں ان سے بچنا از حد ضروری ہے۔ اور یہ باتیں تو رمضان وغیر رمضان ہر حال میں حرام ہیں۔

جان بوجھ کر کوئی گناہ مت کیجئے اور حتی الامکان گناہوں سے بچنے کی کوشش کیجئے اس کے باوجود اگر کوئی گناہ ہو جائے فوراً ندامت قلب کے ساتھ خوب گڑگڑا کر اللہ پاک سے توبہ کر لیجئے اور دوبارہ پاک وصاف ہو جائیے جب خطا ہو توبہ کر لیجئے اور توبہ کرنے کی عادت بنا لیجئے اور تمام کوشش خرچ کر کے کسی طرح اپنے آپ کو ان کی رحمت واسعہ کا مستحق بنا ہی لیجئے اور با امید رہیے! ناامیدی کی کوئی گنجائش نہیں اللہ پاک کی رحمت جملہ بنی آدم کے گناہوں سے بھی بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ جملہ معاصی سے بچائے اور اپنی رحمت واسعہ تامہ سے ہم سب کو مالا مال فرمائے آمین۔

افطار کے متعلق بعض کوتاہیاں

آخر میں افطار کرنے اور کرانے کے متعلق بعض ان کوتاہیوں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے

جس میں آج کل عام مسلمان مبتلا رہتے ہیں اور بعض مرتبہ علماء، صلحاء بھی کسی وجہ سے مرعوب ہو کر یا اپنی طرف سے کچھ تاویل کر کے مبتلا ہو جاتے ہیں اور آخرت کے ثواب عظیم سے محروم ہو جاتے ہیں ہر کوتاہی خوب توجہ سے پڑھیں اور خود بھی بچنے کی فکر کریں اور اپنے متعلقین اہل خانہ، اعزہ و اقارت، دوست احباب کو بھی اس طرف توجہ دلائیں خود نہ کہہ سکیں تو یہ مضمون ہی پڑھ کر یا کسی سے پڑھوا کر سنوادیں۔

کوتاهی (۱) ایک کوتاہی یہ ہے کہ افطار کی دعوتیں دی جاتی ہیں اور جب سے کمسن بچوں سے روزہ رکھا کر ریا کاری کا سلسلہ چلا ہے اس وقت سے ان دعوتوں کا رواج اور زیادہ زور پکڑ گیا ہے، دعوت و ضیافت تو اچھا کام ہے مگر اس کے ساتھ یہ جو مصیبت کھڑی ہو گئی ہے کہ افطار کرتے کرتے نماز مغرب بالکل چھوڑ دیتے ہیں یا جماعت ترک کر دیتے ہیں یہ ایک عظیم خسارہ ہے اگر دعوت نہ ہوتی تو مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھتے اور ۲۷ نمازوں کا ثواب پاتے مگر دعوت نے یہ سب ثواب ضائع کر دیا، اب اس میں بتایئے! کیا مزہ رہا؟ جب دعوت انسانی کی وجہ سے دعوت رحمانی کی شرکت سے محرومی ہو گئی جس کی طرف حی علی الفلاح کے ذریعہ منادی ربانی نے بلایا تھا۔

کوتاهی (۲) بعض حضرات جماعت بالکل تو نہیں چھوڑتے، لیکن ایک دو رکعت جماعت سے پالیتے ہیں، ان میں وہ حضرات بھی ہوتے ہیں جو دوسرے مہینوں میں صف اول اور تکبیر اولیٰ ناغہ نہیں ہونے دیتے مگر رمضان جیسے مبارک مہینہ میں صف اول اور تکبیر اولیٰ کے عظیم ثواب کو افطاری کی نذر کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

کوتاهی (۳) بعض ضیافتوں میں مولوی، حافظ، قاری حضرات موجود ہوتے ہیں یہ صاحب دعوت ہی کے گھر میں جماعت کی نماز پڑھا دیتے ہیں، اس میں جماعت کا ثواب تو مل جاتا ہے مگر دو باتیں اس میں قابل توجہ ہیں۔

(۱) ایک وہ بات جو ابھی عرض کی گئی کہ جس ماہ میں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے اس میں بڑی جماعت کی شرکت چھوڑ دی اور مسجد جانے میں جو ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے اس سے محروم ہوئے۔

(۲) دوسرے یہ کہ مسجد کی جماعت چھوڑ کر گھروں میں چھوٹی چھوٹی جماعتیں کرنا شریعت کے مزاج کے خلاف ہے اور سنت نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتحیہ) کے ساتھ بالکل اس کا

جوڑ نہیں۔ ہر نیک کام کی رفعت و بلندی کا معیار سنت کے مطابق ہونا چاہئے۔ تھوڑا اٹھنے سے آگے چل کر بہت زیادہ ہٹ جاتے ہیں۔ بہت سی بدعات نے اسی طرح رواج پایا ہے۔

دعوت افطار ممنوع نہیں ہے

شاید کوئی خیال فرمائیں کہ دعوت جیسی نیکی سے روکا جا رہا ہے حالانکہ یہ سنت کا کام ہے سنت ہونے میں کیا شک ہے، مگر نماز با جماعت مسجد میں ادا کرنا کیا سنت نہیں؟ ضرور سنت ہے، اور بہت بڑی سنت ہے اس کو مت چھوڑو اور دعوت بھی خوب کھاؤ جس کا طریقہ یہ ہے کہ صاحب دعوت سے کھجوریں لے کر افطار کر لیں اور نماز با جماعت مسجد میں ادا کریں اور نماز سے فارغ ہو کر اچھی طرح اطمینان سے ماحضر نوش فرمالیں، اس میں دنیا و آخرت دونوں کا نفع ہے۔

کوتاہی (۴) بعض حضرات اپنے گھر میں روزہ افطار کرتے ہیں ان کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے۔ اکثر کی جماعت برباد ہوتی ہے پھر جب مسجد میں جماعت ملنے سے مایوسی ہو جاتی ہے تو اکثر لوگ گھر ہی میں نماز پڑھ لیتے ہیں اس طرح روزانہ مسجد کے برکات سے محروم رہتے ہیں جب ان سے مسجد میں افطار کے لئے کہا جاتا ہے تو مسجد میں افطار کرنے کو حقیر سمجھتے ہیں اور ایسا کرنا ان کے لئے عار کا باعث ہے۔ افسوس! اپنے گھر میں یا کسی بندہ کے گھر میں جا کر کھانا فخر اور خدائے پاک کے در پر حاضر ہونا اور افطار کرنا عار ہے۔ اگر یہی خیال ہے تو تمام افطار بیکار ہی بیکار ہے۔

کوتاہی (۵) بہت سے حضرات افطار تو مسجد میں کرتے ہیں اور نماز بھی جماعت سے پڑھ لیتے ہیں مگر یہ لوگ دوسری قسم کی کوتاہی میں مبتلا ہوتے ہیں اور مسجد کے آداب کا خیال نہ رکھنا ہے مثلاً۔

۱۔ کھجوریں وغیرہ کھا کر ان کی گٹھلیاں مسجد ہی میں ڈال دیتے ہیں، بعض دفعہ مسجد کی دریوں اور صفوں میں پڑی رہتی ہیں جس سے بعض لطیف المزاج حضرات کو سخت اذیت ہوتی ہے، اور مسجد کو گندہ کرنے کا گناہ اس سے الگ ہے۔

۲۔ مسجدوں میں مختلف قسم کی افطاری ہوتی ہے اور اس کو تقسیم کیا جاتا ہے، افطار کرنے والے حضرات اس کو لیکر مسجد کے مختلف گوشوں میں بیٹھ جاتے ہیں پھر افطار کے وقت اس پر ایسا جھپٹتے ہیں کہ کچھ ہوش نہیں رہتا چاول، دالیں اور دیگر اشیاء کی بھوریں مسجد کے صحن میں خوب پھیل جاتی ہیں بعض لوگ صفوں پر بیٹھ کر ایسا کرتے ہیں تو دریاں خراب ہو جاتی ہیں اور پھر تمام

نمازیوں کے قدموں میں آ کر چپکتی ہیں جس میں سب سے بڑا گناہ خدائے ذوالجلال کی عطاء کی ہوئی روزی کی سخت ناقدری اور ناشکری ہے۔ دوسرا گناہ مسجد میں گندگی پھیلانا ہے۔ تیسرا گناہ آنے والے نمازیوں کو ایذاء پہنچانا ہے اور ایذاء مسلم حرام ہے۔

۳۔ بسا اوقات افطار کے دوران اذان ہو جاتی ہے اس لئے پھر یہ حضرات جلدی جلدی کر کے جماعت کی فکر کرتے ہیں اور مسجد کی دریاں اسی گندے صحن پر بچھا کر نیت باندھ لیتے ہیں، جس سے مسجد کی دریاں خراب ہو جاتی ہیں اور مؤذن کو تکلیف ہوتی ہے۔

کوتاھی (۶) بعض جگہ مسجد میں آنے والی عمدہ عمدہ افطاری بھیجنے والوں کی طرف سے بلا کسی تعیین وتخصیص کے الگ چھپا کر رکھ لی جاتی ہے اور عام افطاری تقسیم کر دی جاتی ہے، پھر اس کو نماز کے بعد خاص خاص حضرات مل کر اڑاتے ہیں یہ چوری نہیں تو اور کیا ہے افطار کرانے والے نے اس غرض سے مسجد میں بھیجا کہ روزہ اس سے افطار کریں اور اس کو ثواب ملے اور یہاں اس غریب کی افطاری کا یہ خون ہوتا ہے کچھ تو اللہ کا خوف کریں اور عذاب آخرت سے ڈریں۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَ لَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ

اللہ تعالیٰ تمام مسلمان مرد اور عورتوں کو رمضان المبارک اور افطار کرنے کرانے کی تمام فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اور تمام گناہوں، نافرمانیوں اور کوتاہیوں سے بچنے کی توفیق بخشے آمین یارب العالمین۔ وما علینا الا البلاغ۔

قرآن پاک احکام محبت کا مجموعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ آپ قرآن کریم کو چومتے تھے اور یہ کلمات کہتے تھے۔ عہد ربی ومنشور ربی عزوجل. کے معنی ومطلب میں غور کریں اور سوچیں کہ اس قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہم سے کچھ وعدے لئے ہیں۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ سے ہمارا ایک معاہدہ ہے۔ دوسرے یہ بھی سوچیں کہ یہ تمام احکام محبت کے احکام ہیں۔ ہماری بہتری کے احکام ہیں۔ ان میں کوئی حکم مشکل نہیں۔

تلاوت کا آغاز:۔ جب تلاوت شروع کریں تو یہی ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور ان کا کلام خود انہی کو سنا رہا ہوں اور وہ اپنا کلام سن کر خوش ہو رہے ہیں۔ یوں کلام پاک کی تلاوت شروع کی جائے۔ ظاہر ہے کہ انسان خوب دل حاضر ہر کر متوجہ ہو کہ خشوع وخضوع کے ساتھ اور الفاظ کی صحت کا خیال رکھتے ہوئے خوب مزے لے لے کر تلاوت کریگا۔

باب

رمضان اور قرآن

فضائل قرآن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ

اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَیَتَتَعْتَعُ فِیْهِ وَهُوَ عَلَیْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ

(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ)

قرآن کا ماہر ان ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں اور نیک کار ہیں اور جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دقت اٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ہے

ماہ رمضان میں تلاوت کا ثواب

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

يَاَيُّهَا النَّاس قَد اَظَلَّكُمْ شهر عَظِيم مُبَارَكُ شَهْرٌ فِيهِ لَيلَة خَيْرٌ مِنْ اَلفِ شَهرٍ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى صِيَامَهُ فَرِيضَة وَقِيَام لَيله تَطوّعًا مَن تَقَرب فِيهِ بِخَصْلَة مِنَ الخَيرِ كَانَ كَمَنْ اَدٰى فَرِيضَةً فِيمَا سِواه وَمَن اَدىٰ فَرِيضَةً فِيهِ كَانَ كَمَنْ اَدٰى سَبعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِواهُ (۱۶۳)

ترجمہ:- اے لوگو! تمہارے پاس ایک بڑا برکت والا مہینہ (رمضان المبارک) آ پہنچا اس مہینہ میں ایک رات ہے (جس میں عبادت کرنا) ایک ہزار مہینہ (تک عبادت کرنے سے) بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض اور اس کی راتوں کو قیام (یعنی تراویح) کو سنت کیا ہے، جو شخص اس میں کسی نیک کام کے ذریعہ (خدا تعالیٰ) سے تقرب حاصل کرے وہ کام ایسا ہے جیسے اس نے رمضان کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں ایک فرض ادا کیا ہے اور جو کوئی رمضان میں ایک فرض ادا کرے اس کا ثواب ایسا ہے جیسے اس نے رمضان کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں ستر فرض ادا کیے ہوں۔

رمضان و قرآن کا باہمی تعلق

رمضان المبارک میں ایک اور بہت ہی مہتم بالشان امر کا ظہور ہوا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آخری صحیفہ کا آخری رسول پر نازل ہونا ہے کہ جس کے بعد نہ کوئی صحیفہ آئے گا اور نہ کوئی رسول۔ غور تو فرمائیے کہ اول تو الہام ربانی ہی اپنے اندر کس قدر عظمت رکھتا ہے کہ وہ کلام الٰہی ہے اور پھر کلام الٰہی بھی ایسا مکمل اور جامع کہ اس کے بعد کسی اور صحیفہ کی گنجائش اور ضرورت ہی نہیں رہی۔ اسی واسطے قرآن مجید کا رمضان شریف میں نازل ہونا رمضان کے لئے باعث شرف و عظمت ہے۔ اور قرآن کریم کو رمضان المبارک سے خاص تعلق اور گہری

خصوصیت حاصل ہے۔ چنانچہ رمضان المبارک میں اس کا نازل ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان شریف میں تلاوت قرآن کا شغل نسبتاً زیادہ رکھنا اور جبرائیل علیہ السلام کا رمضان شریف میں دور کرانا، تراویح میں ختم قرآن کا مسنون ہونا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اور بزرگان امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوۃ وتحیۃ کا رمضان میں تلاوت کا خاص اہتمام کرنا یہ سب امور اس خصوصیت کو بتلاتے ہیں۔ لہذا اس مہینہ میں تلاوت قرآن کے معمول کو بہ نسبت دوسرے معمولات ذکر وشغل کے بڑھانا اور زیادہ کرنا چاہئے اور اہتمام کے ساتھ کثرت سے تلاوت قرآن میں مشغول رہنا چاہئے۔ حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی عادت شریفہ تھی کہ وہ رمضان المبارک میں سالکین کی تعلیم وتلقین خاص کو بند فرمادیتے تھے البتہ افادہ عامہ پہلے سے زیادہ ہوجاتا تھا اور احباب کو مشورہ دیا کرتے تھے کہ قرآن مجید کی تلاوت کو اس ماہ مبارک میں دوسرے معمولات پر غالب رکھیں۔

رمضان اور قرآن کا تعلق

رمضان المبارک کے ساتھ جس طرح روزہ اور قرآن کریم دونوں کو خصوصی تعلق ہے اسی طرح آپس میں بھی ان دونوں عبادتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بہت گہرا تعلق اور مناسبت ہے۔ یہ دونوں عبادتیں یعنی روزہ اور قرآن کریم کئی خاصیتوں میں مشترک ہیں۔

رمضان اور قرآن کی مشترک خاصیتیں

پہلی مشترکہ خاصیت۔ شفاعت

حدیث شریف میں ہے کہ روزہ اور قرآن کریم دونوں قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا اے رب میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے باز رکھا تھا۔ میری

شفاعت اس کے حق میں قبول کیجئے اور قرآن کہے گا میں نے اس کو رات کو جگایا تھا اس لئے میری شفاعت قبول فرمایئے۔ پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

دوسری مشترکہ خاصیت۔قرب خاص

ایک اور خاصیت ان دونوں میں مشترک پائی جاتی ہے یعنی تلاوت قرآن اور روزہ میں، اور وہ خاصیت قرب خاص حق تعالیٰ کا ہے۔ تلاوت میں بھی خاص قرب ہوتا ہے ایسے ہی روزہ دار کو بھی خاص قرب ہوتا ہے حق تعالیٰ کا یہ دوسری بات ہے کہ تلاوت میں وجہ قرب اور ہو اور روزہ میں وجہ قرب اور۔ مگر نفس قرب خاص میں دونوں شریک ہیں۔ تلاوت سے تو اس لئے قرب خاص ہوتا ہے کہ کلام کو خاص مناسبت ہوتی ہے متکلم سے اور ظاہر ہے کہ جو شخص اس کی تلاوت کرے گا اس کو خاص تعلق ہوگا صاحب کلام سے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کوئی دیوان وغیرہ تصنیف کیا ہو اور ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس کے دیوان کو پڑھ رہا ہے مصنف کو اس کے ساتھ خاص تعلق پیدا ہو جائے گا خواہ وہ پڑھنے والا کلام سمجھتا بھی نہ ہو جب بھی اس کے ساتھ خاص محبت ہوگی اور اسکی طرف خاص عنایت مبذول ہوگی۔

بغیر سمجھے قرآن پڑھنا بھی اللہ کی محبت کا سبب ہے

یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم بغیر سمجھے پڑھنا بھی موجب محبت حق ہے بلکہ ایک طرح اس شخص کے ساتھ محبت زیادہ ہوگی جو بدوں سمجھے ہوئے اس کے کلام کو پڑھ رہا ہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ سمجھنے والے کو مضامین سے حظ (لذت) حاصل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کے کلام کی تلاوت کرتا ہو اور مصنف کی محبت تلاوت کا باعث نہ ہوئی بخلاف اس شخص کے جو بدوں سمجھے ہوئے تلاوت کرتا ہو کہ اس کا باعث سوائے محبت مصنف کے اور کچھ نہیں۔

اصل دولت قرب خداوندی ہے

اصل دولت قرب خداوندی ہے اور وہ کلام اللہ کے سمجھنے پر موقوف نہیں۔ گو سب کے لئے اس کی اجازت نہیں کہ سب کے سب بدوں سمجھے ہوئے پڑھیں بلکہ تھوڑے لوگ ایسے بھی ضرور ہونے چاہیں کہ خود بھی کلام اللہ کو سمجھتے ہوں اور دوسروں کو بھی سمجھا سکیں اور فضل کلی اس کو سمجھ کو پڑھنے ہی میں ہے۔ مگر ایک حیثیت سے اس شخص پر حق تعالیٰ کی زیادہ عنایت ہوگی جو بدوں سمجھے ہوئے کلام اللہ کی تلاوت کرتا ہو۔ کیونکہ صرف حق تعالیٰ کی محبت اس کا باعث ہوسکتی ہے سو کلام اللہ کا اصل نفع اسکے سمجھنے پر موقوف نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا خواب

امام احمد بن حنبلؒ نے حق تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ عرض کیا کہ اے اللہ! وہ کونسا عمل ہے جو آپ سے زیادہ قریب کرنے والا ہے۔ ارشاد ہوا وہ عمل تلاوت قرآن ہے آپ نے عرض کیا بفهم بلا فهم کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا بفهم اَوْبلافهم سمجھ کر ہو یا بدوں سمجھ ہو۔ راز اس میں یہ ہے کہ مصنف اپنے کلام کے پڑھنے سے خوش ہوا کرتا ہے پس جب بندہ حق تعالیٰ کے کلام کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے۔

تلاوت کی فضیلت کی ایک وجہ

تلاوت کی فضیلت کی ایک وجہ یہ ہے کہ جتنے بھی حق تعالیٰ کے افعال ہیں بندہ کے ویسے ہی افعال حق کی نقل نہیں ہوتے صرف ایک تلاوت ہی ایسا فعل ہے کہ بندے کی تلاوت بالکل نقل ہوتی ہے کلام حق کی یعنی جیسے اللہ تعالیٰ کلام کررہے ہیں یہ بھی کر رہا ہے۔ مثلاً بندہ کا دیکھنا خدا تعالیٰ کے دیکھنے کی نقل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام جو پڑھ رہا ہے اور اسکے صیغوں کو ویسے ہی ادا کر رہا ہے جس طرح خدا تعالیٰ کلام فرماتے ہیں مثلاً بندہ نے تلاوت کی

قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِي بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ

یا پڑھا فَجَعَلْنَا هَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا

جیسے حق تعالیٰ کلام فرماتے ہیں اسی طرح بندہ بھی کلام کر رہا ہے۔

تلاوت کا طریقہ

تلاوت کا طریقہ بھی اہل طریق نے اس طرح تجویز کیا ہے کہ بندہ پڑھنے کے وقت یہ تصور کرے کہ گویا بندہ گراموفون ہے اور متکلم حق سبحانہ تعالیٰ ہیں کہ اپنے کلام کو حق تعالیٰ نے اس میں بند کر دیا ہے اور وہ اس میں سے بلا قصد (بغیر ارادہ کے) نکل رہا ہے گویا یہ تجلی کلامی ایسی ہی ہو رہی ہے کہ جیسے شجرہ طور پر ہوئی تھی درخت سے آواز آ رہی تھی کہ اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وہ کلام حقیقت میں شجر (درخت) کا نہ تھا شجرہ تو محض واسطہ تھا۔ متکلم اللہ تعالیٰ تھے اس طرح بندہ کی آواز سے اللہ تعالیٰ کلام فرما رہے ہیں جس طرح نے یعنی بانسری میں سے آواز نکلتی ہے کہ وہ حقیقت میں نے کی آواز نہیں بلکہ بجانے والے کی آواز ہے کہ نے میں ہو کر نکل رہی ہے۔

پس تلاوت ایسی چیز ہے کہ اس میں پورا تشبہ ہے بندہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ اور جس کو کسی سے تشبہ ہو وہ اس کا مقرب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بادشاہ سواری پر نکلتے ہیں تو بعض مصالح سے مصاحبین کو اپنے جیسا لباس پہناتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تلاوت کرنے والے بندوں کو گویا اپنا خاص لباس کلام پہنایا۔ گویا بندے خاص مصاحب ہیں کہ ان کو لباس کلام سے آراستہ فرمایا ہے۔ بڑے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے سینوں میں کلام اللہ ہے۔

کلام اللہ بڑی دولت ہے

کلام اللہ بڑی دولت ہے اس کی بے قدری نہ چاہئے۔ اس کی قدر کرو اور پڑھو خواہ سمجھ

کریا بے سمجھے کیونکہ کلام اللہ کی تلاوت سمجھ کر ہو یا بے سمجھے ہو اس میں خاصیت تشبہ بالحق کی ہے اور یہی خاصیت ہے روزہ کی کہ اس میں بھی حق تعالیٰ کے ساتھ تشبہ ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی شان ہے نہ کھانا نہ پینا، نہ بی بی رکھنا اور روزہ میں بندہ کی یہی حالت ہوتی ہے۔ روزہ میں ایک صمدیت (بے نیازی) کی شان ہے۔ لہذا دونوں عملوں میں تشبہ بالحق ہوا۔ یعنی تلاوت قرآن میں اور روزہ میں، یہ دونوں عمل رمضان میں ہیں اسی لئے دونوں عملوں کو رمضان سے مناسبت ہوئی۔ ایک مناسبت قرآن اور روزہ میں یہ ہے کہ کلام اللہ سے انوار پیدا ہوتے ہیں۔ یہی خاصیت روزہ کی ہے کہ اس سے بھی انوار پیدا ہوتے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ انوار پیدا ہونے کی وجہ علیحدہ علیحدہ ہو۔ یعنی تلاوت میں اور وجہ ہو اور روزہ میں اور وہ یہ کہ تلاوت عبادت وجودی ہے (یعنی اس میں کچھ کرنا پڑتا ہے) اور روزہ عدمی (یعنی اس میں کچھ چھوڑنا ہوتا ہے) دونوں میں تفاوت (فرق ہے) ہے مگر نورانیت پیدا کرنے میں مشترک ہیں

روزہ سے نور پیدا ہوتا ہے

چنانچہ روزہ سے تو نور اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ کھانے سے قوت بہیمیہ میں ترقی ہوتی ہے اور نار شہوت بھڑکتی ہے اور اسکا غلبہ منافی (مخالف) ہے نور کے، اور جب روزہ میں آدمی کھانے پینے سے رکے گا تو نار شہوت میں کمی ہوگی اور اس کمی سے نور میں ترقی ہوگی۔

مگر روزہ کے بعد بھی مادہ شہوت باقی رہتا ہے اور اسکے رہنے میں بھی حکمت ہے کیونکہ نار شہوت گو ایک درجہ میں منافی (مخالف) ہے نور کے۔ مگر بدوں (بغیر) اس کے نورانیت بھی حاصل نہیں ہوتی اگر شہوت نہ ہوتی تو اجر کیسے ملتا کیونکہ نامرد کا زنا سے رکنا کوئی کمال نہیں اور نہ اس کو زنا سے بچنے پر کچھ ثواب ہے بس اجر کے لئے مادہ شہوت ہونا چاہئے۔ شہوت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے حمام میں خس وخاشاک سے آگ جلتی ہو کہ وہ ایک درجہ میں پانی کے لئے ضرر کی چیز ہے مگر پانی کے اندر اس سے حرارت ونورانیت آ گئی۔ اگر آگ نہ ہو تو حرارت ونورانیت کیسے آئے اور یہ نورانیت آئی کیسے؟ یہ آڑ کی وجہ سے آئی کہ پانی اور

آگ میں ایک آڑ حائل ہے یہ آڑ ہی کی برکت ہے کہ پانی میں نورانیت آ گئی۔ اسی طرح نار شہوت گو ایسی چیز ہے کہ بعض مرتبہ نار شیطانی کی طرف پہنچا دیتی ہے۔ لیکن تقویٰ کی آڑ سے اگر اس کی حفاظت کی جائے تو اسی سے نورانیت بھی پیدا ہوتی ہے۔

شہوت دنیا مثال گل خن است کہ از وحمام تقویٰ روشن است

خلاصہ یہ ہے کہ روزہ میں ترک باعث ہے نور کا اور تلاوت میں وجود سبب ہے نور کا۔ اس بیان سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا جو بعض نئے خیال کے لوگ کیا کرتے ہیں کہ ایسی حالت میں قرآن پڑھنے کا کیا نفع، جب ہم اس کو سمجھتے ہی نہیں، مگر قرآن پڑھنے میں جو فائدہ ہے اس سے یہ لوگ ناواقف ہیں۔ اوپر ان بعض فائدوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

قرآن کے الفاظ کو محفوظ رکھنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام

علاوہ بریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے الفاظ کا اس قدر اہتمام تھا کہ فرشتہ کے ساتھ ساتھ پڑھنے کی مشقت اس اندیشہ (خوف) سے برداشت فرماتے تھے کہ ان محبوب الفاظ میں سے کوئی لفظ میرے حافظہ میں سے نکل نہ جائے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے منع کرنے کی نوبت آئی اور حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کلام ہمارے ذمہ ہے کہ قرآن کو آپ کے دل پر جما دیں گے۔

لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ الخ

اس تسلی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الفاظ قرآن کا اس درجہ اہتمام تھا تو ہم کو بھی ان کا اہتمام کرنا چاہئے کہ بدوں الفاظ کے معنی کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا معانی کی نگہبانی یہی ہے کہ الفاظ کو یاد کیا جائے۔ جو نو تعلیم یافتہ الفاظ قرآن کے پڑھنے کو بے فائدہ سمجھتے ہیں۔ در حقیقت وہ معانی قرآن کی بھی

قدر نہیں کرتے، ورنہ اس کی حفاظت کے ہر سامان کی ان کو قدر ہوتی۔

الفاظ قرآن کی حفاظت

صاحبو! الفاظ قرآن کو اس کی حفاظت میں بہت بڑا دخل ہے کیونکہ الفاظ قرآن کا یہ معجزہ ہے کہ وہ نہایت سہولت سے حفظ ہو جاتے ہیں۔ تم اپنے حفظ پر کیا ناز کرتے ہو ذرا کافیہ یا اور کوئی نظم ونثر کی کتاب تو حفظ کر کے دیکھو آپ کو اس وقت اپنے حفظ کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ یہ خدا تعالیٰ ہی کی تو حفاظت ہے کہ قرآن جیسی ضخیم کتاب کا حفظ کرنا ایسا آسان کر دیا ہے کہ بچے تک حفظ کر لیتے ہیں۔ بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ حفظ قرآن بچپن ہی میں اچھا ہوتا ہے بڑے ہو کر ویسا حفظ نہیں ہوتا جیسا بچپن میں ہوتا ہے اور یقیناً بچپن میں بچہ معانی قرآن سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا تو جو لوگ بدوں معانی سمجھے الفاظ قرآن کے پڑھنے کو بیکار کہتے ہیں ۔اب اگر ان لوگوں کے مشورے پر بچوں کو قرآن نہ پڑھایا جائے تو اس کا انجام یہی ہوگا کہ حفظ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ یہ لوگ حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کے حافظ پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ محفوظ رہے اور یہ لوگ دنیا سے حفظ قرآن کو مٹانا چاہتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حفاظ قرآن سے عشق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے حفاظ سے اس قدر عشق تھا کہ آپ ﷺ خود تو تلاوت کرتے ہی تھے ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ انہوں نے عرض کیا

علیک اقراء وعلیک انزل (وکمال قال)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں سناؤں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر تو قرآن اترا ہے۔ فرمایا ہاں میں دوسرے کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

صحابی کو یہ ارشاد کیوں فرمایا؟ حالانکہ سارا قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حفظ تھا اور اسکے معانی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک میں حاضر تھے۔ صرف اسی لئے کہ قرآن کے الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عشق تھا اور دوسرے سے سننے میں بوجہ یکسوئی کے زیادہ مزہ آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ صرف الفاظ قرآن بھی بدوں لحاظ معنیٰ کے مطلوب ومقصود ہیں۔

صاحبو! اس سے بڑھ کر الفاظ قرآن کا نفع اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی قرأۃ کی طرف بہت توجہ فرماتے ہیں اور اسکو نہایت توجہ سے سنتے ہیں اس سے بھی الفاظ کا مقصود ہونا ظاہر ہے کیونکہ قرأت اور استماع الفاظ کے متعلق ہے نہ کہ معانی کے۔

تمام عبادات کا مقصود اور الفاظ قرآن کا تعلق

علاوہ ازیں اصل مقصود تمام طاعات سے قرب حق ہے حق تعالیٰ کے یہاں سے اولاً الفاظ آئے ہیں اور معانی ان کے تابع ہوکر آئے ہیں پس الفاظ کو اللہ تعالیٰ سے قرب زیادہ ہوا۔ بفرض محال اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر ایسے الفاظ عطا کئے جاتے جن کے معانی بالکل قابل فہم نہ ہوتے تو بھی محبان خدا (اللہ سے محبت کرنے والوں) کے رقص کرنے کے لئے یہی بات کافی تھی کہ محبوب کا عطیہ اور اسکا تحفہ ہے۔ کیونکہ محبوب اگر عاشق کو کوئی چیز دے تو اسمیں دو لذتیں ہوتی ہیں۔ ایک لذت تو محبوب کے ہاتھ سے ملنے کی ہے۔ دوسری لذت اس چیز کے استعمال کرنے کی پھر عشاق الٰہی کے لئے تو الفاظ قرآن ہی رقص کے واسطے کافی تھے۔ اس لئے کہ وہ عطیہ محبوب ہے اور وہ اولاً بالذات ہم کو ملے ہیں گو ان میں معانی بھی نہ ہوتے۔ مگر معانی کے ساتھ دو لذتیں جمع ہوگئیں تو اب یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ لذت معانی سے لذت الفاظ کو چھوڑ دیا جائے بلکہ دونوں لذتیں قابل لحاظ ہیں۔ اور الفاظ کی لذت اس لئے بہت زیادہ قابل لحاظ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاً آتے ہیں۔ گویا باعتبار قصد کے

معانی اصل ہیں اور الفاظ ان کے تابع ہیں۔

الفاظ قرآن کے بغیر صرف اردو ترجمہ

غرض بعض جہات سے الفاظ کو زیادہ قرب ہے اور بعض جہات سے معانی کو زیادہ قرب ہے اور کوئی ایک دوسرے سے مغنی اور بے پرواہ کرنے والا نہیں۔

الحمد للہ مختلف وجوہ سے اس مسئلہ کو ثابت کر دیا گیا ہے کہ الفاظ قرآن بدوں فہم (بغیر معنی سمجھتے کے) معنی کے بھی مطلوب ہیں۔ اور انکا پڑھنا ہرگز بے کار نہیں۔ اب یہ دعویٰ بالکل باطل ہو گیا کہ بدوں معنی کے الفاظ پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اس خیال کے لوگوں نے ایک قرآن صرف اردو ترجمہ کی صورت میں بدون متن قرآن کے شائع کیا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ اس کا خریدنا حرام و ناجائز ہے کیونکہ اسکا منشاء وہی ہے کہ یہ لوگ الفاظ قرآن کو بیکار سمجھتے ہیں

دوسرے اس میں بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر یہ صورت شائع (عام) ہوگئی تو اندیشہ ہے کہ کبھی یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمانوں کے پاس بھی صرف قرآن کا ترجمہ ہی رہ جائے اور اصل غائب ہو جائے۔ جیسا کہ توراۃ و انجیل کے تراجم ہی آج کل دنیا میں رہ گئے ہیں اور اصل کتاب معدوم (ختم) ہوگئی۔ پھر ترجمہ کے اندر ہر شخص کو آسانی سے تحریف (ردوبدل) کا موقع مل جائے گا اور جب اصل قرآن بھی ترجمہ کے ساتھ ہوگا تو کسی کی تحریف چل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس سے ہر شخص ترجمہ کا مقابلہ کر کے اسکی صحت و خطاء کا موازنہ کر سکتا ہے اس خیال کے بعض لوگوں نے ایک زمانہ میں یہ حرکت بھی شروع کی تھی کہ نماز کے اندر قرآن کا اردو ترجمہ پڑھنے لگے تھے اور دلیل وہی تھی کہ بے سمجھے قرآن پڑھنے سے کیا نفع ہے اسکے چند جواب عقلی اور نقلی اوپر گزر چکے ہیں۔

قرآن پاک کے الفاظ کی خاصیتیں

ایک اور جواب جوان لوگوں کے مذاق کے موافق اور اس خیال کی جماعت پر زیادہ اثر

انداز ہوسکتا ہے ذیل میں تحریر ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض خاصیتیں قرآن مجید کے الفاظ کی ہیں اور بعض خاصیتیں اس کے معانی کی۔ معانی کی خاصیت تو یہ ہے کہ ان کو سمجھ کر پڑھنے سے قرآن کا مطلب معلوم ہوگا اور الفاظ کی خاصیت متکلم کی عظمت وشوکت اور صولت کا استحضار ہے اور یہ صرف قرآن ہی کے ساتھ خاص ہے، دوسری کسی زبان کو خواہ اس میں کیسا ہی فصیح وبلیغ ترجمہ کردیا جائے ہرگز نصیب نہیں ہوسکتی اور عبادت سے مقصود معبود کی عظمت دل میں پیدا کرنا ہے اور افعال جوارح سے اس عظمت کا ظاہر کرنا ہے نہ کہ صرف استحضار قصص وواقعات۔ پس جو لوگ اردو ترجمہ سے نماز پڑھیں گے ان کے دل میں خداتعالیٰ کی وہ عظمت نماز کے اندر پیدا نہیں ہوگی جو الفاظ قرآن کے ساتھ نماز سے پڑھنے والونکے دل میں آتی ہے کیونکہ جو لوگ نماز میں ایسی زبان میں قرآن پڑھیں گے جو بندوں کی ایجاد سے جو یقیناً اصلی کلام الٰہی کے برابر باعظمت وباشوکت نہ ہوگی۔ نیز ان لوگوں کو نماز میں یکسوئی بھی حاصل نہ ہوگی۔ کیونکہ یکسوئی کیلئے استحضار عظمت ضروری ہے اور ترجمہ سے اس درجہ استحضار عظمت نہ ہوگا جو اصل قرآنی الفاظ سے ہوتا ہے۔ غرض محبت وعشق خداوندی کے لحاظ سے بھی اور نقل وعقل کے اعتبار سے بھی الفاظ قرآن کے اہتمام کا نہایت ضروری ہونا ثابت ہوگیا۔

علم تجوید حاصل کرنا واجب ہے

پس مسلمانوں کو تعلیم قرآن اور تلاوت قرآن کا پابندی کے ساتھ اہتمام کرنا چاہئے اور جب الفاظ قرآن مقصود ہیں تو ان کے صحیح پڑھنے کا بھی اہتمام ضروری ہے کیونکہ جب تک الفاظ کو صحیح طور پر ادا نہ کیا جائے گا اس وقت تک وہ عربی زبان نہ کہلائے گی۔ اس واسطے شرعاً علم تجوید کا حاصل کرنا ضروری اور واجب ہے حتی کہ علامہ جزری نے فرمایا ہے کہ جو معلم تجوید کے ساتھ نہ پڑھاتا ہو اس کو تنخواہ لینا جائز نہیں ہے۔ (نہایۃ القول المفید) البتہ جو شخص قرآن کے صحیح کرنے کے لئے پوری کوشش میں لگ جائے اور کسی قاری سے حروف کے صحیح کرنے کی

مشق شروع کر دے مگر پھر بھی اسکی زبان کے اندر نقص ہونے کی وجہ سے حروف صحیح نہیں ہوئے اور قاری نے کہہ دیا کہ تم سے امید نہیں ہے کہ تمہاری زبان درست ہوگی۔ تو اس وقت وہ معذور ہے اور اس کو اجازت ہے کہ جس طرح بھی وہ پڑھ سکتا ہے پڑھتا رہے اب اس پر غلط پڑھنے کی وجہ سے کوئی مواخذہ (گرفت) نہیں ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو وہی ثواب دیں گے جو صحیح پڑھنے والوں کو دیا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ قرآن کا ماہر ان فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو لکھنے والے بزرگ نیکوکار ہیں اور وہ شخص جو قرآن پڑھنے میں اٹکتا ہے اور قرآن کا پڑھنا اس پر مشکل ہوتا ہے اس کے واسطے دوہرا ثواب ہے۔ (بخاری و مسلم)

ماہر قرآن کون ہے......؟

ماہر قرآن سے وہ شخص مراد ہے کہ جس کو قرآن خوب یاد ہو اور پڑھنے میں اس کو دشواری پیش نہ آتی ہو اور فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو کہ لوح محفوظ سے اللہ تعالیٰ کی کتابیں لکھتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ماہر قرآن دنیا میں ان فرشتوں جیسا عمل کرتا ہے کہ بے تکلف قرآن کو فرشتوں کی طرح پڑھتا ہے اور آخرت میں اس کو درجات ملیں گے ان میں وہ فرشتوں کا رفیق (ساتھی) ہوگا اور دوہرے ثواب سے مراد یہ ہے کہ ایک ثواب پڑھنے کا اور دوسرا ثواب اس میں مشقت اٹھانے کا ملتا ہے۔ اس میں رغبت دلائی ہے اٹک کر پڑھنے والے کو قرآن پاک کی طرف کہ اس طرح پڑھنے میں بھی فضیلت اور ثواب حاصل ہے بلکہ مشقت کے اعتبار سے اس میں زیادہ ثواب ہے قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے پر بڑا اجر و ثواب ملتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ خَيْرُكُم مَنْ تَعَلَّمَ القُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (بخاری)

ترجمہ:- تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم کو سیکھے اور سکھلا وے۔

کلام پاک چونکہ دین کی اصل ہے اس کی حفاظت اور بقا پر ہی دین کا مدار ہے اس لئے اس کے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا ظاہر ہے۔

حافظ قرآن کا مقام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب قرآن (مراد حافظ قرآن ہے) کو کہا جائے گا کہ قرآن پڑھ اور اوپر چڑھ یعنی بہشت کے درجوں پر اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو ٹھہر ٹھہر کر دنیا میں پڑھتا تھا۔ پس تیرا ٹھکانا وہی ہے جہاں آخری آیت پر تو پہنچے۔ یعنی قرآن کی ایک ایک آیت پڑھتا جا اور جنت کے ایک ایک درجہ کے اوپر چڑھتا چلا جا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے درجات بقدر آیات قرآنیہ کے ہیں۔ پس اگر صاحب قرآن تمام قرآن پڑھے گا تو جنت کے اس آخری درجہ پر پہنچ جائے گا جو اس کے حال کے لائق اور مناسب ہوگا۔ گویا ہر آیت قرآن کریم کی جنت کا ایک درجہ ہے۔ جتنی آیتوں کی تلاوت کرے گا اتنے درجے جنت کے مل جائیں گے۔

ملا علی قاری نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ اگر دنیا میں بکثرت تلاوت کرتا رہا تب تو آخرت میں بھی یاد رہے گا ورنہ اسوقت بھول جائے گا اور کچھ نہ پڑھ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرماویں کہ ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو والدین نے اپنے دینی شوق میں قرآن مجید یاد کرادیا تھا مگر وہ اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے دنیا ہی میں اس دولت کو ضائع کر دیتے ہیں اور جو شخص قرآن پاک کے یاد کرتے اور اس میں محنت و مشقت برداشت کرتا ہوا مر جائے بروئے حدیث وہ بھی حفاظ کی جماعت میں شمار کر لیا جائے گا۔

صاحب قرآن کو اللہ تعالیٰ بلا مانگے عطاء کرتے ہیں

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن کریم میری یاد

اور مانگنے سے باز رکھے۔ (یعنی جس کو قرآن یاد کرنے اور معانی سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں قرآن کے سواذکر ودعاء کرنے کا موقع نہیں ملتا) تو میں اس کو مانگنے والوں سے بہتر دیتا ہوں اور کلام الٰہی کی بزرگی تمام کلاموں میں ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اسکی تمام مخلوق پر (ایسے ہی جو شخص قرآن مجید کے ساتھ مشغول ہے اسکی فضیلت ان تمام لوگوں پر ہے جو غیر کلام الٰہی میں مشغول ہیں) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی کتاب (قرآن کا) ایک حرف پڑھے اس کے واسطے ہر حرف پر ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکی کے برابر ہے (یعنی ہر حرف پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں پھر فرمایا) میں یہ نہیں کہتا کہ سارا (الم) ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے یعنی الم کہنے پر تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ کلام پاک کی تلاوت میں ہر ہر حرف پر ایک ایک نیکی شمار کی جاتی ہے اور ہر نیکی پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے دس حصے اجر دینے کا وعدہ ہے اور یہ کم سے کم درجہ ہے اور جس کے لئے چاہتے ہیں اجر زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔

حافظ قرآن کو عذاب نہیں ہوگا

ملا علی قاری ناقل ہیں کہ ابو امامہ روایت کرتے ہیں کہ قرآن شریف کو حفظ کیا کرو۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ شانہ اس قلب (دل) کو عذاب نہیں فرمائیگا جس میں کلام پاک محفوظ ہو (از فضائل)

جو لوگ حفظ قرآن کو فضول بتاتے ہیں وہ خدارا ذرا ان فضائل پر بھی غور کریں کہ یہی ایک فضیلت ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے ہر شخص کو حفظ قرآن پر جان دے دینا چاہئے نیز حضرت علی ﷺ کی حدیث سے بروایت دیلمی نقل کیا ہے کہ حاملین قرآن یعنی حفاظ اللہ تعالیٰ کے سایہ کے نیچے انبیاء اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ (از فضائل)

جس دل میں قرآن کا کوئی حصہ محفوظ نہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی

حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے اور جو قلب کلام پاک سے خالی ہو اس پر شیطان کا تسلط زیادہ ہوتا ہے اس حدیث شریف میں حفظ کی کس قدر تاکید ہے کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد فرمایا جس میں کلام پاک محفوظ نہیں (از فضائل)

تلاوت قرآن پاک سے دلوں کا وہ زنگ بھی دور ہوتا ہے کہ جو کثرت معاصی (بہت زیادہ گناہ) اور اللہ جل شانہ کی یاد سے غفلت کی وجہ سے دلوں پر لگ جاتا ہے۔ کثرت تلاوت سے دل صاف اور منور ہو جاتے ہیں اور وہ مکانات بھی روشن اور چمکیلے ہو جاتے ہیں جس میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے۔ شرح احیاء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کیلئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان پر ستارے۔

قرآن کے مدرسوں کی خاص فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ کوئی قوم اللہ تعالی کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر تلاوت کلام اور اس کا ورد نہیں کرتی مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے (سکینہ سے مراد ایسی چیز ہے جو جامع ہے طمانیت اور سکون قلب اور رحمت خاص کو جو ملائکہ کے ساتھ نازل ہوتی ہے) اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالی شانہ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

اس حدیث شریف میں قرآن کے مکاتب اور مدرسوں کی خاص فضیلت بیان کی گئی ہے جو بہت سی انواع و اکرام کو شامل ہے اس میں ہر ہر اکرام ایسا ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں اگر کوئی شخص اپنی تمام عمر خرچ کر دے تب بھی ارزاں ہے بالخصوص آخری فضیلت آقا کے دربار میں ذکر محبوب کی مجلس میں یاد ایک ایسی نعمت ہے جس کا مقابلہ کوئی چیز بھی نہیں کر سکتی۔ (از فضائل)

قرآن پاک کی تلاوت کے وقت ملائکہ کے ڈھانپ لینے کا ذکر متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اسید بن حضیر کا مفصل واقعہ کتب حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر ایک ابر سا چھایا ہوا محسوس کیا اور اس میں چراغوں کے مانند روشنی دیکھی جب انہوں نے اسکا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو تیرا قرآن شریف سننے کے لئے آئے تھے (ملائکہ اژدہام اور کثرت کی وجہ سے ابر سا معلوم ہوتے تھے) اور یہ چراغ کی طرح روشن فرشتوں کے منہ تھے۔

قرآن پڑھنے والوں کا مقام

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ضعفاء مہاجرین کی جماعت میں بیٹھا ہوا تھا، ان لوگوں کے پاس کپڑا بھی اتنا نہ تھا کہ جس سے پورا بدن ڈھانپ لیں بعض لوگ بعض کی اوٹ کرتے تھے (مجمع میں ستر کے علاوہ بدن کے کھلنے سے بھی حجاب معلوم ہوا کرتا ہے اس لئے ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ گئے تھے کہ بدن نظر نہ آوے) اور ایک شخص قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور بالکل ہمارے قریب کھڑے ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر قاری چپ ہوگیا (یہ خاموشی ادب کی وجہ سے تھی) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا کہ کلام اللہ سن رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام تعریف اسی اللہ کے لئے ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان میں ٹھہرنے کا حکم کیا گیا۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تاکہ سب کے برابر رہیں۔ کسی کے قریب کسی سے دور نہ ہوں۔ الخ

قرآن سننے کے فضائل

قرآن شریف پڑھنے کے فضائل تو ہیں ہی بے حد۔ اس کے سننے کے فضائل بھی متعدد

روایات میں آئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسی مجلس میں شرکت کا حکم ہوا ہے، جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سنائیں۔ میں نے عرض کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تو خود نازل ہی ہوا ہے، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیا سناؤں۔ ارشاد ہوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں۔ اسکے بعد انہوں نے سورہ نساء سے سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

ایک مرتبہ سالم مولی حذیفہ رضی اللہ عنہ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک کھڑے ہوئے سنتے رہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قرآن شریف سنا تو تعریف فرمائی ان روایات سے قرآن مجید سننے کی فضیلت اور ان کا ثواب معلوم ہوتا ہے۔

نماز میں تلاوت پر سو نیکیاں

اوپر کی احادیث و روایات میں قرآن مجید کی تلاوت وسماعت پر جو ثواب بیان فرمایا گیا ہے یہ اس وقت ہے جب نماز سے باہر اور بے وضو قرآن کریم پڑھا یا سنا جائے لیکن اگر قرآن مجید کی تلاوت نماز میں کی جائے یا وضو کے ساتھ اسکو پڑھا جائے تو پھر قرآن کا ثواب بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي صَلَاةٍ قَائِمًا كَانَ لَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمَنْ قَرَأَهٗ قَاعِدًا كَانَ بِكُلِّ حَرْفٍ خَمْسُوْنَ حَسَنَةً وَمَنْ قَرَأَهٗ فِي غَيْرِ صَلَاةٍ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ حَسَنَةٌ ط

جس آدمی نے نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے بدلہ میں سو نیکیاں ہیں اور جس نے اس کو (نماز میں) بیٹھ کر پڑھا اسکے لئے ہر حرف کے بدلہ میں

پچاس نیکیاں ہیں ، اور جس نے اس کو نماز سے باہر پڑھا اسکے لئے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں ہیں ، اور جس نے کتاب اللہ کو غور سے سنا اس کے لئے ہر حرف کے عوض ایک نیکی ہے

صاحب احیاء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا۔ اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے نماز (نفل) میں بلا عذر بیٹھ کر پڑھا اسکے لئے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اسکے لئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کیلئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی لکھی جاتی ہے

مسئلہ :- بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ قرآن پاک کا سننا پڑھنے سے زیادہ افضل ہے اس لئے کہ قرآن پاک کا پڑھنا نفل ہے اور سننا فرض ہے اور فرض کا درجہ نفل سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

مسئلہ :- بغیر وضو قرآن شریف کو ہاتھ لگانا جائز نہیں مگر تلاوت بغیر ہاتھ لگائے کر سکتا ہے۔

فائدہ :- قرآن کا پڑھنا نماز کے اندر فرض ہے اور جس قدر بھی طویل (لمبی) قرأت کی جائے گی وہ سب فرض سے ملحق (ملکر) ہو کر اس پر فرض کی ادائیگی کا ثواب ملے گا اس لئے نماز میں قرأت کرنے اور سننے والوں دونوں کو برابر ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی۔

تراویح میں قرآن پڑھنا اور سننا

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تراویح کے اندر قرآن پاک کا پڑھنا اور اسکا سننا کس قدر ثواب عظیم اور فضیلت رکھتا ہے۔ قرآن پاک کا پڑھنا اور سننا جس طرح بہت بڑے اجر و ثواب کا کام ہے، اسی طرح قرآن پاک کی تعلیم دینا اور اسکو سکھلانا بھی بہت بڑا کار ثواب اور فضیلت کا باعث ہے۔

حاکم نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف

پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو نور سے بنا ہوا ہوگا اور اسکے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے کہ تمام دنیا ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ وہ عرض کریں گے یا اللہ! یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں؟ تو ارشاد ہوگا کہ تمہارے بچے کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض ہیں۔ (از فضائل)

جمع الفوائد میں طبرانی سے منقول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سکھلاوے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور جو شخص حفظ کرائے اسکو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اٹھایا جائے گا اور اسکے بیٹے سے کہا جائے گا کہ پڑھنا شروع کر۔ جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا، باپ کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا حتی کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہوگا۔ (از فضائل)

حافظ قرآن کے والدین کے لئے تاج

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جاوے گا جسکی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہوتا پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔ یعنی آفتاب اتنی دور سے اس قدر روشنی پھیلا رہا ہے اگر وہ گھر کے اندر آجائے تو یقیناً بہت زیادہ روشنی اور چمک کا سبب ہوگا قرآن پڑھنے والے کے والدین کو جو تاج پہنایا جائے گا۔ اس کی روشنی اس روشنی سے زیادہ ہوگی جس کو گھر میں طلوع ہونے والا آفتاب پھیلا رہا ہو۔ بچہ کے قرآن شریف پڑھنے پر والدین کے یہ فضائل اور ان کو یہ اجر وثواب صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اسکی تعلیم کا سبب بنے اور انہوں نے کوشش کرکے قرآن پاک پڑھانے کے لئے اس کو مکتب ومدرسہ بھیجا

دنیا کے چار پیسے کے لالچ میں آ کر قرآن کی تعلیم سے منہ نہیں موڑا۔اس کی تعلیم کو بے کار نہیں بتلایا۔اضاعت عمر (عمر کا ضائع کرنا) نہیں سمجھا اس کو بے کار دماغ سوزی اور بے نتیجہ عرق ریزی نہیں کہا۔

آج اس کی تعلیم پر بڑے زور سے اس لئے انکار کیا جاتا ہے کہ مسجد کے ملانوں نے یہ اپنے ٹکڑوں کے لئے دھندا کر رکھا ہے۔مگر خدارا ذرا غور کیجئے کہ (بقول شما) ان خود غرض ملانوں کی خود غرضیوں کے ثمرات ونتائج تو آپ دنیا میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ حکومت برطانیہ کے تقریباً دوسو سالہ عہد حکومت میں تعلیم قرآن کے اندر حکومت کی ہر طرح سے رکاوٹ کے باوجود اور جبریہ تعلیم کے قوانین کے نفاذ کے باوجود جس کے ذریعہ والدین بچوں کو جبراً قرآن کے مکاتب سے ہٹانے پر مجبور کر دیئے گئے تھے اور قرآن پاک کی تعلیم حفظ یا ناظرہ پڑھانے کے بجائے پرائمری پڑھانا ان پر لازم اور ضروری کر دیا گیا تھا اور ادھر قوم کی طرف سے بھی ان کو خود غرض لالچی ملا کہہ کر عضو معطل (بیکار) کی طرح سمجھ لیا گیا تھا،لیکن اس سب کے باوجود ان ملانوں نے اپنوں کے طعنے برداشت کئے۔غیروں کے اعتراضات سے مگر قرآن پاک کی امانت کو گلے لگائے رکھا۔آج اسی کی برکت ہے کہ اس زمانے میں بھی قرآن پاک کے حفاظ لاکھوں کی تعداد میں اس ملک کے اندر موجود ہیں جن کے سینے کلام الٰہی کی امانت کے گنجینے اور اسکے الفاظ کی حفاظت کے خزینے ہیں۔غور تو کیجئے کہ اگر آپ کی ان بے غرضانہ تجاویز جبریہ قوانین پر عمل درآمد ہو جاتا تو ان کے ثمرات کیا ہوتے اور ان تجاویز کے ذریعے کلام پاک کی نشر واشاعت میں کس قدر مدد ملتی؟ خدارا انصاف کیجئے کیا جبریہ تعلیم کے قوانین کا لازمی نتیجہ یہی نہ ہوتا کہ قرآن مجید کا ملک میں ایک بھی نام لینے والا نہ ملتا اور ملک کا ملک حفاظ قرآن سے یکسر خالی ہو جاتا۔خدانخواستہ قرآن مجید کے دنیا سے ختم ہو جانے کے بعد کیا پھر مسلمانوں کی کوئی قومی خصوصیت باقی رہ سکتی ہے۔

گر ہمی خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بقرآں زیستن

قرآن کریم کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں

(حدیث نمبر ۶۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ قَرَأَ حَرفاً مِن كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالحَسَنَةُ وَ بِعَشرِ امْثَالِهَا لااَقُوْلُ (الم) حَرف اِلِف حرف وَلام حَرف وَمِيم حَرف

ترجمہ:- جس شخص نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا اس کے لئے ہر حرف کے بدلہ ایک نیکی ہے اور یہ نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے (بلکہ) الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

قرآن کے ثواب کے بارے میں ایک جامع حدیث

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

من استمع حرفاً من كتاب الله طاهرًا كتبت له عشر حسنة ومحيت عنه عشر سيئات ورفعت له عشر درجات ومن قرأ حرفاً من كتاب اللّٰه في صَلاة كتبت له خمسون حسنة ومحيت عنه خمسون سيئة ورفعت له خمسون درجة ومن قَرَأ حرفاً من كتاب اللّٰه قائمًا كتبت له مائة حسنة ومحيت عنه مائة سيئة ورفعت له مائة درجة ومن قرأ فختمه كتب اللّٰه عنده دعوة مستجابةً او مؤخرة

ترجمہ:- جس نے ایک حرف خدا کی کتاب سے قرآن میں بن دیکھے صرف یاد سے سنا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کئے جاتے ہیں۔ اور جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف نماز میں بیٹھ کر تلاوت کیا اس کے لئے پچاس

نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور پچاس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور پچاس درجات بلند کیے جاتے ہیں اور جس نے کتاب اللہ سے ایک حرف نماز میں کھڑے ہو کر تلاوت کیا اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور سو درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جس نے قرآن پاک پڑھا پھر اسکو ختم کیا (یعنی مکمل قرآن پڑھا) اللہ تعالیٰ ختم قرآن کے وقت ایک دعاء فی الحال قبول ہونے والی یا بعد میں قبول ہونے والی لکھ دیتے ہیں۔

ختم قرآن کے وقت دعاء قبول ہوتی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِنَّ لِقَارِی الْقُرانِ دَعْوَۃ مُستَجَابَۃ فَاِنْ شَاءَ صَاحِبُهَا عَجَلَهَا فِی الدُّنیَا وَاِن شَاءَ اَخَّرَهَا اِلَی الاٰخِرَۃِ

ترجمہ:- بے شک قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کے لئے ایک ایسی دعاء قبول کی جاتی ہے، پس اگر دعاء مانگنے والا چاہے تو جلدی کر کے اس کو دنیا میں مانگ لے، اور اگر چاہے تو اس کو آخرت تک موخر رکھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ

مَعَ کُلِّ خَتمَۃٍ دَعوَۃ مُستَجَابَۃ ہر ختم قرآن کے وقت دعاء قبول ہوتی ہے

ختم قرآن کا انعام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ لِصَاحِبِ الْقُرانِ عِندَ کُلِّ خَتمَۃٍ دَعوَۃً مُستَجَابَۃ وَشَجَرَۃ فِی الجَنَّۃ لَو اَنَّ غُرَابًا طَارَ مِن اَصلِهَا لَم یَنتَہِ اِلَی فَرعِهَا حَتی یُدرِکُہُ الھَرَمُ

ترجمہ:- قاری قرآن کے لئے ہر ختم کے موقع پر دعاء قبول ہوتی ہے اور اس کو (جنت

ہیں) ایک درخت عطا کیا جاتا ہے اگر کوئی غراب (کوا) اس کی جڑ سے اڑے تو اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکیگا مگر وہ بوڑھا ہو جائے گا۔

ختم قرآن کا سنت طریقہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ

اِنَّ النَّبِی صَلَی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَمَ کَانَ اِذاقَرأ قُل اَعُوذُ بِرَبِّ النَاسِ افْتَتَحَ مِن اَلحَمدُ ثم قَرأ مِن البَقَرَۃِ اِلیَ وَاُولَئِکَ ھُمُ المُفلِحُونَ ثُم دَعَا بِدُعَاء الخَتمَۃِ ثُمَّ قَامَ

ترجمہ:۔ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب (ختم قرآن کے وقت آخری سورت) قُل اَعُوذُ بِرَبِّ النَاس تلاوت کرتے تو اَلحَمد سے افتتاح کرتے۔ پھر سورہ بقرہ سے اُولَئِکَ ھُمُ المُفلِحُون تک تلاوت کرتے۔ پھر ختم القرآن والی دعاء پڑھتے پھر کھڑے ہوتے۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک ختم کرنے کے بعد دوبارہ شروع سے اُولَئِکَ ھُمُ المُفلِحُون تک تلاوت کرنا سنت ہے لہٰذا اسی طرح ختم قرآن کرنا چاہیے۔

ختم قرآن کی دعاء

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِذَا خَتَمَ اَحَدُکُم فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ اٰنِس وَحشَتِی فِی قَبرِی

جب تم میں سے کوئی قرآن کریم کو ختم کرے تو اسے یہ دعاء مانگنی چاہیے اَللّٰھُم اٰنس وَحشَتِی فِی قَبرِی اے اللہ قبر میں مجھے وحشت اور خوف سے دور فرما۔

فائدہ:۔ قرآن مجید کے آخر میں یہ دعاء مکمل لکھی ہوئی ہے ختم قرآن کے وقت اس کو ضرور پڑھنا چاہیے۔

ختم قرآن کے وقت جمع ہونا اور دعاء مانگنا

حضرت انس ؓ جب قرآن ختم کرتے تو اپنے اہل خانہ کو جمع کرتے اور دعاء کرتے تھے (۸۷)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام ختم قرآن کے وقت جمع ہوتے تھے اور فرمایا کہ اس وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

حکم بن عتبہ کہتے ہیں، میری طرف حضرت مجاہد نے ایک آدمی بھیجا جب کہ حضرت مجاہد کے پاس ابن ابی امامہ بھی تشریف فرما تھے دونوں نے فرمایا ہم نے قرآن کریم کے ختم کرنے کا ارادہ کیا ہے ختم قرآن کے وقت دعاء قبول ہوتی ہے آپ کو اس دعاء میں شامل ہونے کی دعوت ہے۔

ختم قرآن کی مجلس میں شریک ہونے والا

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ شَهِدَ فَتْحَ الْقُرآنِ فَكَاَنَّمَا شَهِد فُتُوح الْمُسْلِمِيْنَ حِيْنَ تُفْتَحُ وَمَنْ شَهِدَ خَتمَ الْقُرآنِ فَكَاَنَّمَا شَهِدَ الْغَنَائِمَ حِيْنَ تُقْسَمُ

ترجمہ:- جو تلاوت قرآن کے افتتاح میں حاضر ہوا گویا کہ وہ لشکر اسلام کے جہاد کے افتتاح کے وقت حاضر ہوا اور جو ختم قرآن میں حاضر ہوا پس گویا کہ وہ اموال غنیمت کی تقسیم کے وقت حاضر ہوا۔

ساٹھ ہزار فرشتوں کا استغفار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِذَا خَتَمَ العَبْدُ القُرآنَ صَلّٰى عَلَيهِ عِنْدَ خَتمِه سِتُّوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ

ترجمہ:- جب بندہ قرآن مجید ختم کرتا ہے تو ختم کے وقت ساٹھ ہزار فرشتے رحمت و

مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

ختم قرآن پر جنت میں محلات کی تعمیر

(حدیث نمبر ۹۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

مَامِنْ مُؤمِنٍ وَلَا مُؤمِنَةٍ اِلَّا وَلَهُ وَكِيلٌ فِي الجَنَّةِ اِن قَرَاءَ القُرآنَ يَنَالُهُ القُصُورَ وَاِن سَبَّحَ غَرَسَ لَهُ الأَشْجَارَ وَاِنْ كَفَّ كَفَّ (۹۵)

ترجمہ:- کوئی مومن مرد اور کوئی مومنہ عورت نہیں مگر جنت میں اسکا ایک وکیل ہے، اگر کوئی مومن مرد یا عورت قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو وہ اس کے لئے جنت میں محلات تعمیر کرتا ہے۔ اور اگر کوئی تسبیح پڑھتا ہے تو اس کے لئے درخت لگاتا ہے، اور اگر وہ (تلاوت و تسبیح سے) رک جاتا ہے تو وہ (فرشتہ بھی) رک جاتا ہے۔

قرآن پاک کا سب سے بڑا حق: ماہ مبارک میں قرآن کریم ختم ہوتا ہے تو اس رات میں لوگوں کو ایک ہی بات یاد رہتی ہے کہ خوشی کا موقع ہے خوشی مناؤ۔ ارے میاں صرف خوشی ہی نہیں قرآن کے کچھ دوسرے حقوق بھی ہیں۔ سب سے بڑا حق ہے قرآن پر عمل کرنا۔

الفاظ کی درستگی: عمل تو درکنار آج مسلمان کو قرآن کریم کے الفاظ بھی صحیح نہیں آتے۔ یقین نہ آئے تو سن کر دیکھ لیجئے۔ شاید لاکھوں میں ایک مسلمان ہو جو قرآن صحیح پڑھتا ہو۔ جب اس کے ہر حرف کو دوسرے سے الگ اس کے صحیح مخرج سے ادا کریں گے۔ مثلاً ذ'ز'ض' ظ یہ چاروں الگ الگ حروف ہیں۔ جب تک آپ ان میں فرق نہیں کریں گے تب تک وہ قرآن کا صحیح تلفظ نہیں کہلائے گا۔

مسلمان دوسری زبانوں میں بہت ہوشیار ہے کوئی بولنے میں ذرا غلطی کرے پکڑیں گے مگر قرآن کتنا ہی غلط پڑھا جائے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایک کی بجائے دوسرا حرف پڑھنے سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں۔ مثلاً ذَلَّ ذلیل ہوا' زَلَّ پھسل گیا' ضَلَّ گمراہ ہوا' ظَلَّ قریب ہوگیا' چاروں کے معنی الگ ہیں۔ لوگ سب کو ایک ہی طرح زل پڑھتے ہیں۔ قرآن صحیح سیکھ کر پڑھیے۔ دنیوی تعلیم کیلئے کیا کچھ کرگذرتے ہیں۔ کتنی کتنی فیسیں ادا کرتے ہیں مگر دین کا یہ حشر کہ اسکی پوری تعلیم تو الگ رہی صرف قرآن کے الفاظ ہی صحیح ادا نہیں ہوتے۔ اب سوچ کر فیصلہ کیجئے کہ ختم قرآن کا موقع مٹھائیاں کھانے اور خوشیاں منانے کا موقع ہے یا توبہ استغفار کی کثرت کا؟ (وعظ حقوق القرآن حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ)

باب

رمضان اور تراویح

حرمین شریفین میں بیس رکعات تراویح

خلفائے راشدین سے آج تک بیس تراویح سے کم نہیں پڑھی گئیں

حضرت عمر ﷺ: (۱) یحیٰ بن سعیدؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو (مسجد نبوی میں) بیس رکعت تراویح پڑھائے (رواہ ابوبکر بن شیبۃ فی مصنفہ واسنادہ مرسل قوی)

(۲) حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں صحابہ وتابعین رمضان میں بیس رکعت (بلاوتر) تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (رواہ البیہقی واسنادہ صحیح)

(۳) یزید بن رومان کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں سب لوگ (مع وتر) تیئیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔ (رواہ مالک واسنادہ مرسل)

حضرت عثمان ﷺ: اس دور میں عہد عمرؓ کی طرح مسجد نبوی میں بیس رکعات با جماعت تراویح ہوتی رہی ہیں چنانچہ سنن بیہقی میں حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دور میں حضرت علی نے (ایک رمضان میں) ہمیں بیس راتیں تراویح پڑھائیں پھر آپ کسی ذاتی وجہ سے امامت نہ کرا سکے تو باقی راتوں میں ابوحلیمہ معاذ القاری نے امامت کرائی۔

حضرت علی ﷺ: ابوالحسنات تابعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے بیس رکعات تراویح پڑھانے پر ایک آدمی کو مقرر کیا۔

جمہور صحابہ و تابعین کا اتفاق: امام ابوعیسیٰ الترمذی فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ کے جمہور صحابہ حضرت علی وحضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیس رکعت تراویح پر عمل کرتے تھے یہی قول سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن المالک، امام شافعی کا بھی ہے

نیز امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ معظمہ میں سب کو بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

(ترمذی ج ۱ ص ۹۹)

ائمہ اربعہ :امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بیس رکعت تراویح مختار اسی کے سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعیؒ بھی قائل ہیں اور امام مالک چھتیس رکعت کے قائل ہیں (المغنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۱۶۷)

الحمد للہ تا حال حرمین شریفین کا اسی سنت پر عمل ہو رہا ہے خلفائے راشدین سے آج تک کوئی دور ایسا نہیں گذرا جس میں حرمین میں بیس سے کم تراویح پڑھی گئی ہوں۔

تراویح رمضان ہی میں کیوں مقرر ہوئیں: اس مہینہ میں قرآن کریم کا ختم کرنا اس وجہ سے مسنون ہے کہ قرآن کریم کا نزول اسی مہینہ میں ہوا ہے۔ پس جو شخص اس مہینہ میں قرآن شریف ختم کرتا ہے وہ تمام برکات کا وارث ہو جاتا ہے کیوں کہ رمضان کا مہینہ تمام اسلامی خیر و برکات کا جامع ہے۔ ہر قسم کی دینی برکت اور خیر جو تمام سال میں کسی کو ملتی ہے وہ اس عظیم الشان مہینہ کی برکت سے آتی ہے۔ اس مہینہ کی جمعیت (دل جمعی و یکسوئی) پورے سال کی جمعیت کا ذریعہ ہوتی ہے اور اس مہینہ کی پراگندگی (و بدحالی) پورے سال کی پراگندگی کا سبب ہوتی ہے کیوں کہ تمام قسم کے خیرات، اور بھلائیوں کا سرچشمہ یعنی قرآن مجید کا نزول اسی مہینہ میں ہوا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ یعنی رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا۔ (الصالح العقلیہ ص ۱۳۶)

تراویح کے رات میں مقرر ہونے کی وجہ

۱۔ چونکہ رمضان کا مہینہ برکات و انوار کے نزول کا مہینہ ہے لہٰذا اس مہینہ کی راتوں میں بھی ایک خاص عبادت مقرر ہوئی ہے (جس کو تراویح کہتے ہیں) کیوں کہ اکثر برکات و انوار الٰہی کا نزول رات ہی کو ہوتا ہے۔

۲۔ رمضان کی راتوں میں تراویح اس لیے مقرر ہوئی تا کہ طبعی خواہشوں کی مخالفت پورے طور پر ثابت ہو، کیوں کہ دن بھر کے روزہ اور محنت و مشقت کے بعد طبیعت آرام چاہتی ہے۔ لہٰذا اس میں ایسی عبادت مقرر ہوئی جس سے عادت و عبادت میں امتیاز ہو (اور محنت و مجاہدہ اور نفس کے خلاف کام کرنے کی عادت ہو) (الصالح العقلیہ)

تراویح میں مجاہدہ

مجاہدہ کے چار ارکان ہیں، (۱) تقلیل طعام (یعنی کم کھانا) (۲) تقلیل منام (المنام بصورة القیام) (یعنی کم سونا) (۳) تقلیل کلام (یعنی کم بولنا) (۴) تقلیل اختلاط مع الانام (یعنی لوگوں سے کم ملنا)

شریعت نے تقلیل طعام (یعنی کم کھانے کے مجاہدہ) کو روزہ کی صورت میں مقرر فرمایا ہے اس کے علاوہ اہل مجاہدہ (اور جوگیوں وغیرہ) نے تقلیل طعام کی جو صورتیں اختیار کر رکھی ہیں شریعت میں اس کی اصل نہیں۔

مجاہدہ کا دوسرا رکن تقلیل منام (یعنی کم سونا) ہے۔ رمضان اس کا بھی جامع ہے اس میں ایک ایسی عبادت مشروع ہے جو تقلیل منام (یعنی کم سونے) کو مستلزم ہے اور وہ تراویح ہے جس کا نام ہے قیامِ رمضان۔

حدیث شریف میں ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ لَکُمْ صِیَامَہٗ وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَہٗ ۔"

اللہ نے تم پر اس ماہ کے روزے کو فرض کیا ہے اور اس کے قیام کو میں نے مسنون کیا ہے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حدیث میں قِیَامَہٗ سے مراد تراویح ہے۔ (تقلیل المنام)

تراویح ہمیشہ کیوں نہیں: اب ایک شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ جب تراویح مجاہدہ ہے تو جیسے رمضان میں مشروع فرمایا اور دنوں میں بھی مقرر فرمادیتے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر رمضان کے علاوہ اور دنوں میں نماز نہ ہوتی تو بے شک اس کو فرض ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اور دنوں میں بھی فرض نمازیں مقرر ہیں جو مجاہدہ کے لئے کافی ہیں۔ اس لیے رمضان ہی میں اس کو رکھا گیا اور سنت مؤکدہ بتایا گیا۔

الغرض ترک لذات کے لیے روزہ اور تکبر کے علاج کے لیے شریعت نے نماز مجاہدہ مقرر فرمائی۔ (التہذیب)

دوسروں کے مجاهدوں اور شریعت کے تجویز کردہ مجاهدوں کا فرق

تقلیل منام یعنی کم سونے کے لیے دوسرے لوگوں نے مجاہدے کے جو طریقے اختیار کیے تھے ان میں وہ چھت میں رسیاں باندھتے تھے کہ جب نیند آتی اس میں لٹک جاتے جس سے

نینداڑ جاتی۔ اپنی آنکھیں پھوڑتے تھے۔ اہل ریاضت مجاہدے کی جو صورتیں اختیار کرتے ہیں ان کو دیکھ کر پھر شرعی مجاہدہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے شاہانہ علاج کیا ہے کہ نہ آنکھیں پھوڑنے کی ضرورت ہے نہ رسیاں باندھنے کی ضرورت ہے نہ کالی مرچ چبانے کی ضرورت ہے بلکہ بیس رکعت تراویح عشاء کے بعد پڑھ کر سو رہو تقلیل منام (یعنی کم سونے کا مجاہدہ) ہوگیا۔ پھر مزید آسانی یہ کہ تراویح جماعت سے ہوتی ہے الگ الگ جاگنا مشکل تھا جماعت کے ساتھ جاگنا اور بھی سہل ہوگیا۔ پھر بیچ میں نیند آنے لگے تو ہر چار رکعت پر تھوڑی دیر ٹھہرنا مستحب کیا گیا ہے جس میں اگر کسی کو نیند آنے لگی ہو تو وہ ٹہل سکتا ہے۔ منہ پر پانی ڈال سکتا ہے، باتیں کر کے نیند ختم کرسکتا ہے اس طرح سے بیس رکعت کی مقدار جاگنا کچھ بھی دشوار نہیں۔

شریعت نے امراض باطنہ کے سارے علاج شاہانہ اور بہت آسان کیے ہیں اور دعوے سے فرماتے ہیں کہ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ یعنی دین آسان ہے۔ (تقلیل المنام)

ضروری تنبیہ: اور اگر تم کو تراویح میں (یہ مجاہدے اور اس کے مصالح) سمجھ میں نہ آسکیں تو تم کو تحقیق کیا ضرورت ہے بس خدا اور رسول کا حکم سمجھ کر عمل شروع کردو۔

بعض لوگوں کو اَسرار جانے بغیر عمل کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے اور اَسرار جاننے سے فائدہ کم ہوتا ہے۔

مسائلِ تراویح

تراویح سنت مؤکدہ ہے اس کا بہت اہتمام کرنا چاہئے

تراویح چونکہ سنت ہے اس لیے عملاً اس کا بہت اہتمام کرنا چاہئے گو اعتقاد میں فرض کا اہتمام زیادہ ہے اور عملاً اس کا اہتمام اس لیے زیادہ ہے کہ اس میں حضور ﷺ کا اثر محسوس ہے اور یہ ایک طبعی فطری بات ہے چنانچہ اگر ایک قرآن رکھا ہو اور ایک حضور ﷺ کا قمیض (کرتہ) مبارک بھی رکھا ہو، تو دیکھ لو دل کدھر کھنچتا ہے، طبیعت کا جذب (اور میلان) کدھر زیادہ ہوتا ہے گو عقیدہ میں قرآن حق تعالیٰ کا کلام ہے اس کی تعظیم واجب ہے مگر عملاً تم اس کے ساتھ وہ برتاؤ کروگے جو قرآن کے ساتھ نہیں کرتے پھر بھی نہ یہ شرک ہے نہ ترک ادب کیوں کہ فطرۃً انسان اس کے خلاف پر قادر نہیں، البتہ حدود شرعیہ سے آگے بڑھنا معصیت اور بدعت ہے۔ تو جب ہم آپ کے ملبوسات (یعنی آپ کے استعمال کیے ہوئے لباس) سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں تو آپ کی سنت کی کیوں نہ وقعت ہو۔ (روح القیام)

تراویح سنت مؤکدہ ہے اس کے چھوڑنے سے گناہ ہو گا

تراویح کے مؤکدہ ہونے کا جو عنوان مشہور ہے وہ یہ ہے کہ مواظبت (یعنی پابندی) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقیقی دوسرے حکمی، مواظبت حقیقی تو یہ ہے کہ کسی فعل کو ہمیشہ پابندی سے کیا ہو۔ مثلاً ظہر کی سنتیں ہیں، فجر کی سنتیں ہیں۔ اور مواظبت حکمی یہ ہے کہ کوئی عمل ایسے طرز سے واقع ہوا ہے کہ وہ طرز بتلا رہا ہے کہ اس کا دوام (اور اس میں پابندی) مطلوب ہے چنانچہ آپ دو تین شب تشریف لائے اس کے بعد پھر تشریف نہیں لائے اور صحابہ سے فرمایا کہ مجھے تم سب کا آنا معلوم تھا مگر میں اس لیے نہیں آیا کہ ایسا نہ ہو کہ تم پر یہ نماز فرض ہو جائے اور (فرض کی طرح اس کی ادائیگی) نہ ہو سکے تو تم (فرض چھوڑنے کے) گنہگار ہو، اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ چلو یہ تو ایک گنجائش کی بات معلوم ہوئی۔ کہ فرض نہیں۔ اب کیوں مشقت اٹھائیں۔ جاگیں اور تھکیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ گناہ تو ہو گا مگر فرض چھوڑنے کے برابر نہ ہو گا، شاید کوئی یہ کہنے لگے کہ خیر زیادہ گناہ تو نہیں ہے تھوڑا گناہ ہے اگر چھوڑ دیں گے تو کوئی بڑا گناہ نہ ہو گا۔ جو یہ کہے پہلے میری اس رائے کو قبول کرے تب یہ سمجھا جائے گا کہ یہ تھوڑی سی چیز کی وقعت نہیں کرتا اور اسے مہمل سمجھتا ہے۔ تب میں بھی ایسے شخص کے لئے فتویٰ دے دوں گا کہ اسے چھوڑ دینا جائز ہے۔

وہ رائے یہ ہے کہ ایک چھوٹی سی چنگاری لے کر ایک چھپر پر یا اپنے صندوق کے کپڑوں میں رکھ دے اور اگر کوئی اس کو ٹوکے تو وہ یہ کہہ دے کہ یہ تو چھوٹی سی چنگاری ہے بڑا انگارہ تو نہیں ہے۔ اور اگر یہ چھوٹی سی چنگاری رکھنے سے بچے کہ چھوٹی بڑی سب یکساں ہیں تو اس سے کہا جائے گا کہ حضور والا یہاں بھی دونوں کا اثر یکساں ہے اور وہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی ناخوشی (یعنی تراویح گو فرض نہیں سنت مؤکدہ ہے اس کے چھوڑنے سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہو گا)۔ (روح القیام)

تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل: تراویح کا پڑھنا نہایت ضروری ہے کیوں کہ روایات سے اس کا مرغوب فیہ ہونا، مامور بہ ہونا، اور معمول بہ ہونا، مطلوب و مقصود ہونا سب ثابت ہے۔

(یعنی احادیث سے ثابت ہے کہ تراویح کی نماز حضور ﷺ کو مرغوب تھی، آپ کا معمول بھی تھا اور امت کو آپ نے اس کا حکم بھی دیا اور تراویح ثابت ہے) آپ کے عمل سے بھی، اس کے بعد صحابہ کی پابندی سے بھی اس لیے محققین نے اسے سنت مؤکدہ لکھا ہے گو آپ سے یہ ثابت ہے کہ تین شب کے بعد آپ تراویح کے لئے تشریف نہیں لائے اور یہ فرمایا کہ مجھے اس کے تم پر

فرض ہو جانے کا اندیشہ تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر فرض کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ کا تشریف لانے کا ارادہ تھا اور پختہ ارادہ خود عمل کے قائم مقام ہوتا ہے پس جب آپ نے ارادہ فرمالیا تو اس سے بھی تراویح کا مؤکدہ ہونا ثابت ہو جائے گا جیسا کہ فعل سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی ایک یہ تقریر ہے جو اپنے عنوان کے اعتبار سے نئی ہے۔ (روح القیام)

بیس رکعت تراویح کا ثبوت: حدیث شریف میں ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ لَکُمْ صِیَامَہٗ وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَہٗ" (مؤطا امام مالک)

بے شک اللہ نے تم پر رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے اس کی راتوں کا جاگنا یعنی تراویح پڑھنا مسنون کیا۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حدیث میں قِیَامَہٗ سے مراد تراویح ہے۔

رہا بیس کا عدد، سو اس وقت اس کے اثبات سے ہم کو بحث نہیں، عمل کے لیے ہم کو اتنا کافی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر جماعت کے ساتھ پڑھے جاتے تھے یہ روایت مؤطا امام مالک میں گو منقطع ہے مگر عملاً متواتر ہے۔ امت کے عمل نے اس کو متواتر کر دیا ہے بس عمل کے لیے اتنا کافی ہے۔

دیکھئے اگر کوئی پنساری کے پاس دوا لینے جائیں تو اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ یہ (دوا) کہاں سے آئی اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ وہی دوا ہے جو میں لینا چاہتا ہو۔ بلکہ اگر شبہ ہوتا ہے تو ایک دو جاننے والوں کو دکھلا کر اطمینان کر لیا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی پنساری سے یہ کہے کہ مجھے تو اطمینان اس وقت ہوگا جب تم بائع (بیچنے والے) کے دستخط دکھلا دو گے کہ تم نے اس سے یہ دوا خریدی ہے تو لوگ یہ کہیں گے کہ اس کو دواء کی ضرورت ہی نہیں اور پنساری بھی صاف کہہ دے گا کہ مجھے دستخط دکھلانے کی ضرورت نہیں، لینا ہو تو لو، نہ لینا ہو تو نہ لو۔ اسی طرح محققین سلف کا طرز ہے کہ وہ مدعی سے بحث نہیں کرتے بس مسئلہ بتلا دیا، اور اگر کسی نے اس میں حجتیں نکالیں تو صاف کہہ دیا کہ کسی دوسرے سے تحقیق کر لو۔ جس پر تم کو اعتماد ہو، ہمیں بحث کی فرصت نہیں۔ (تقلیل الانام)

عوام کو اگر بتلا بھی دیا جائے کہ حدیث میں یہ ہے تو ان کو طریق استنباط کا علم کس طرح ہوگا اس میں پھر وہ فقہاء کے محتاج ہوں گے تو پہلے ہی سے فقہاء کے بیان پر کیوں اعتماد نہیں کرتے۔ (تقلیل الانام)

عمل کے لیے اتنا ثبوت کافی ہے: عمل کے لئے تو تراویح کا اتنا ثبوت

کافی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے قول سے اس کو مسنون فرمایا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہ عملاً تراویح کی بیس رکعتیں پڑھتے تھے، عوام کے لیے اتنا کافی ہے، اس سے زیادہ تحقیق علماء کا منصب ہے اس سے اس وقت بحث نہیں۔ (تقلیل السنام)

تراویح بیس ہی رکعت کیوں پڑھنا چاہئے: دہلی سے ایک نئے مجتہد صاحب آٹھ رکعت تراویح سن کر مولانا شیخ محمد صاحب کے پاس آئے تھے اور انہیں اس میں شک تھا کہ تراویح آٹھ ہیں یا بیس۔ یہ نئے مجتہد اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں۔ کیوں صاحب حدیث میں بیس بھی تو آئی ہیں ان پر کیوں نہیں عمل کیا، تاکہ اس کے ضمن میں آٹھ پر بھی عمل ہو جاتا (یعنی دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا بیس والی حدیث پر بھی اور آٹھ والی پر بھی)۔

اصل بات یہ ہے کہ نفس کو سہولت تو آٹھ ہی رکعت میں ہے تو بیس کیوں پڑھیں۔

بہرحال مولانا شیخ محمد صاحب سے انہوں نے سوال کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر محکمہ مال سے یہ اطلاع آئے کہ مال گذاری داخل کرو (یا مثلاً جرمانہ یا فیس وغیرہ کا مطالبہ کیا گیا) اور تم کو معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے تم نے ایک نمبردار سے پوچھا کہ میرے ذمہ کتنی مال گذاری ہے اس نے کہا کہ آٹھ روپے تم نے دوسرے نمبردار سے پوچھا اس نے کہا بارہ روپے اس سے تردد بڑھا تم نے تیسرے سے پوچھا اس نے کہا بیس روپے۔ تو اب بتاؤ تمہیں کچہری کتنی رقم لے کر جانا چاہئے انہوں نے کہا کہ صاحب بیس روپے لے کر جانا چاہئے اگر اتنی ہی ہوئی (یعنی بیس) تو کسی سے مانگنا نہ پڑے گا اور اگر کم ہوگئی تو رقم بچ رہے گی (میرے کام آئے گی) اور اگر میں کم لے کر گیا اور وہاں ہوئی زیادہ تو کس سے مانگتا پھروں گا۔ مولانا نے فرمایا بس خوب سمجھ لو، اگر وہاں بیس رکعت طلب کی گئیں اور ہیں تمہارے پاس آٹھ تو کہاں سے لا کر دو گے اور اگر بیس ہیں اور طلب کم کی ہے تو بچ رہیں گی اور تمہارے کام آئیں گی کہنے لگے ٹھیک ہے سمجھ میں آ گیا۔ اب میں ہمیشہ بیس رکعتیں پڑھا کروں گا، بس بالکل تسلی ہوگی سبحان اللہ کیا طرز ہے سمجھانے کا حقیقت میں یہ لوگ حکماء امت ہوتے ہیں۔ (روح القیام)

علمی تحقیق: آج میں نے ایک صاحب کے خط کا جواب لکھا ہے اور تعجب ہے کہ وہ صاحب پڑھے لکھے بھی ہیں، اگر کوئی جاہل ہو تو اسے سمجھانا آسان ہے مگر یہ پڑھے لکھے لوگ مشکل سے سمجھتے ہیں۔

اس خط میں لکھا تھا کہ آج کل طبیعتوں میں سستی غالب ہے اگر ان احادیث پر عمل کر لیا

جائے جن میں آٹھ یا بارہ رکعت کی تصریح ہے تو کیا حرج ہے، مجھے بھی فکر ہوئی۔ کہ اس کا کیا جواب لکھوں۔ پھر میں نے اللہ سے دعاء کی کہ اے اللہ اس کا کوئی جواب سمجھا دے چنانچہ حق تعالےٰ نے مجھے سمجھا دیا میں نے لکھا کہ یہ سیدھی سی بات ہے کہ بیس رکعت۔ کے سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اجماع کی مخالفت ناجائز ہے اور یہ اجماع علامت ہے ان احادیث کے منسوخ ہونے کی اور اگر اجماع میں یہ شبہ ہو کہ بعض علماء نے صرف آٹھ رکعت کو سنت مؤکدہ لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع اس قول سے منعقد ہے پس اس کے مقابلہ میں شاذ قول قابل اعتبار نہیں ہوگا جب بیس رکعت کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہو گیا تو اس کے ترک کرنے سے عتاب کا مستحق ہوگا۔

انہوں نے ایک بات اور لکھی تھی کہ صاحب فتح القدیر کی رائے ہے کہ آٹھ رکعتیں پڑھنی چاہیئے میں نے لکھا کہ جمہور کے مقابلہ میں ایک صاحب فتح القدیر کی رائے نہیں چل سکتی خصوصاً جب کہ ان کا عمل خود ان کے خلاف ہو کیوں کہ صاحب فتح القدیر کی یہ علمی تحقیق ہے مگر پڑھیں انہوں نے بھی ہمیشہ بیس۔ لہٰذا ان کی تحقیق قابل عمل نہیں ہے۔ (روح القیام)

۲۰ رکعت تراویح کا شرعی حکم: اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے آٹھ رکعت پڑھ لے تو کیا حکم ہے

سوال : اگر کوئی شخص ضعف اور دیگر امراض کی وجہ سے تراویح کی بیس رکعت نہ پڑھ سکے اور صرف آٹھ یا بارہ پڑھ لے تو گناہ تو نہ ہوگا؟

الجواب: تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ لکھا ہے، اس سے کم پڑھنے والا سنت مؤکدہ کا تارک ہوگا، پس جو عذر ترک سنت مؤکدہ کے لیے معتبر ہے وہ اس میں بھی معتبر ہوگا ورنہ اگر کھڑے ہو کر دشوار ہو تو دشواری کے بقدر بیٹھ کر پڑھ لے۔ (امداد الفتاوی)

تراویح کی جماعت میں کوتاہی: بڑے افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ تراویح کی جماعت سنت مؤکدہ علی الکفایۃ ہی تو ہے بس محلّہ کے چند لوگ جماعت سے پڑھ لیں گے۔ ہماری طرف سے بھی ادا ہو جائے گی۔ کیا ظلم وستم ہے، تم خدا کے ساتھ قانون بگھارتے ہو؟ اگر خدا تعالےٰ بھی اپنی عطاء کے وقت قانون برتیں کہ جس طرح تم ضروری ارکان ادا کرتے ہو، وہ بھی ضرورت کے موافق دے دیا کریں تو بتاؤ تمہارا کیا حال ہوگا۔ مثلاً ایک دن تمہیں آدھ پاؤ سے زیادہ اناج نہ دیں یا ایک لوٹے سے زیادہ پانی نہ دیں تو تم کیا کر لو گے کیوں کہ کسی کو دینا ان پر واجب تو ہے نہیں محض اپنے فضل ورحمت اور احسان سے دیتے ہیں۔

اب تم جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قانون بگھارتے ہو کہ جماعت تراویح سنت مؤکدہ علی الکفایۃ ہے (لہٰذا ہم کو جماعت سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کچھ لوگوں کا جماعت سے پڑھ لینا کافی ہے) تو اگر اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ قانون برتیں کہ اگر وہ تمہیں صرف اتنا ہی کھانے کو دیں کہ بھوکے نہ مرو، تو نانی یاد آ جائے۔ بعض پڑھے لکھے لوگ بھی اس میں کوتاہی کر بیٹھتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ پڑھا ہے، تراویح میں اس کی مشق ہوتی ہے۔ (روح القیام)

تراویح سے متعلق بعض کوتاہیاں

۱۔ بعض لوگ جلدی فارغ ہونے کی وجہ سے وقت آنے سے پہلے (نماز کے لیے) کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۲۔ اگر وقت پر کھڑے بھی ہوتے ہیں تو اذان ہی وقت سے پہلے کہہ دیتے ہیں۔

۳۔ بعض حفاظ تراویح میں قرآن مجید اس قدر تیز پڑھتے ہیں کہ تجوید تو کیا صحیح ہوتی حروف بھی صحیح نہیں ادا ہوتے۔ بعض دفعہ سامعین کو سمجھنا تو کیا، سنائی بھی نہیں دیتا کہ کیا پڑھا جا رہا ہے۔

۴۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مقتدی ثناء، رکوع و سجدہ کی تسبیحات اور التحیات پورا نہیں پڑھنے پاتے کہ امام صاحب قراۃ یا قومہ یا جلسہ یا قیام یا سلام کی طرف چل دیتے ہیں۔

۵۔ بعض جگہ ترویحہ (یعنی ہر چار رکعت) میں بھی نہیں ٹھہرتے۔

۶۔ بعض لوگ ایک ہی رات میں دو دو جگہ پوری تراویح پڑھا دیتے ہیں۔

۷۔ بہت سے لوگ اجرت پر (یعنی پیسہ لے کر) قرآن سناتے ہیں۔

۸۔ بعض حفاظ اپنا پڑھ کر یا کسی روز ناغہ کر کے دوسرے حفاظ کا اس نیت سے سننے جاتے ہیں کہ اس کی غلطیاں پکڑیں گے۔ یا اس کو غلطی میں ڈالیں گے، کبھی کھنکھارتے ہیں کبھی زور سے باتیں کرتے ہیں۔

۹۔ بعض جگہ ایسے بچوں کو امام بنا دیتے ہیں کہ ان پر یہ بھی اطمینان نہیں کہ ان کے کپڑے بھی پاک ہوں گے یا ان کا وضو بھی ہوگا۔

۱۰۔ بعض دفعہ شبینہ اس طرح ہوتا ہے جس سے نماز و قرآن دونوں کا ضائع ہونا لازم آتا ہے۔ (اصلاح انقلاب)

تراویح کے حقوق اور اس میں ہونیوالی کوتاہیاں

تراویح رمضان المبارک کی مخصوص عبادت ہے اس کے حقوق یہ ہیں۔

۱۔ ٹھیک وقت پر ہو۔

۲۔ رکوع سجدہ بھی اچھی طرح ہو، تشہد بھی اچھی طرح ہو، جلدی مت کرو۔

۳۔ جو اس میں تلاوت کی جائے وہ بھی اچھی طرح ہو۔

اب تو لوگ تراویح کی ایسی گت بناتے ہیں کہ خدا کی پناہ، تراویح اتنی بڑی نعمت اور سمجھتے ہیں کہ لو اب کمبختی آئی، بیس رکعت پڑھنی پڑیں گی، کوئی حد ہے، ناقدری کی، اور اگر کوئی حافظ ذرا تجوید سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے والے ہوئے تو گویا قیامت آ گئی، اول تو ایسے حافظ کو کوئی تجویز نہیں کرتا، اور اگر کر بھی لیا تو جلدی کرنے کی فرمائش کر کے اسے ایسا تنگ کرتے ہیں کہ آئندہ کے لیے وہ توبہ کر لیتا ہے کہ انہیں تو اب کبھی نہیں سناؤں گا، بس یہ چاہتے ہیں کہ اٹھک بیٹھک ہو اور بیس پوری ہو جائیں۔ (رمضان فی رمضان)

تراویح کے بعض منکرات: جیسے دن کا عمل روزہ ہے ایسے ہی رات کا عمل قیام (یعنی تراویح) ہے اس میں لوگ یہ خبط کرتے ہیں کہ بیس رکعت گنتی کی تو پوری کر لیتے ہیں مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان میں توریت پڑھی جاتی ہے یا انجیل پڑھی جاتی ہے یا تو شروع کا حرف سمجھ میں آتا ہے یا رکوع کی تکبیر۔

ایک حافظ صاحب کا قصہ ہے کہ قرآن شریف پڑھتے پڑھتے جہاں بھولے وہاں کچھ اپنی تصنیف سے (عربی عبارت بنا کر) پڑھ دیا، بڑی تعریف ہوتی رہی کہ ان کو کہیں متشابہ نہیں لگتا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ .

صاحبو! اللہ میاں کو دھوکہ مت دو، بیس رکعتیں گن کر ذرا ڈھنگ سے پڑھا کرو۔

بعض حافظ یہ ظلم کرتے ہیں کہ مقتدیوں کو بھگاتے ہیں، اس طرح کی قراۃ اتنی لمبی کر دیتے ہیں کہ کوئی ٹھہر ہی نہ سکے، پانچ پانچ پارے ایک ایک رکعت میں پڑھ دیتے ہیں (جس کی وجہ سے لوگ آنا چھوڑ دیتے ہیں)

بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَیَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا

یعنی خوش خبری سناؤ اور نفرت مت دلاؤ، آسانی کرو اور تنگی میں مت ڈالو۔ (تطہیر رمضان)

ایک مسجد میں متعدد جگہ تراویح

سوال: کسی بڑی مسجد میں دو حافظ تراویح پڑھائیں اس طرح کہ درمیان میں کوئی آڑ کر دی جائے جس سے کہ ایک دوسرے کی آواز سے حرج نہ ہو، جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایک مسجد میں دو جگہ تراویح پڑھنا بشرطیکہ از راہ نفسانیت نہ ہو اور ایک کا دوسرے سے حرج نہ ہو جائز ہے۔ مگر افضل یہی ہے کہ ایک ہی امام کے ساتھ سب پڑھیں۔ (امداد الفتاویٰ)

چھوٹی ہوئی تراویح وتر سے پہلے پڑھے یا وتر جماعت سے پڑھ کر بعد میں تراویح پڑھے

سوال: ایک شخص کی تراویح اور فرض نماز چھوٹ گئی وہ فرض پڑھ کر امام کے ساتھ تراویح میں شریک ہو گیا، جب امام کی نماز تراویح پوری ہو جائے تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں شامل ہو گا، یا پہلے اپنی چھوٹی ہوئی تراویح پوری کرے گا؟

جواب: عالمگیری میں ہے کہ یہ شخص وتر میں شریک ہو جائے پھر بقیہ تراویح پڑھ لے۔ (امداد الفتاویٰ)

تراویح میں نابالغ کی امامت: بعض لوگ نابالغوں کو تراویح میں امام بنا دیتے ہیں، نابالغ کے پیچھے پڑھنے میں اختلاف ہے، مختار اور مفتیٰ بہ قول یہی ہے (یعنی فتویٰ اسی پر ہے) کہ نا جائز ہے۔ (التہذیب)

نابالغ کے پیچھے تراویح کی نماز جائز نہیں:

سوال: نابالغ لڑکے کے پیچھے صرف تراویح پڑھی جائیں تو کیا حسب قواعد شرعیہ و متاخرین فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے؟ ریاست بھوپال کے قضاۃ و مفتیان کرام نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور لکھا ہے کہ تراویح میں نابالغ کی اقتداء اختلافی مسئلہ ہے اس میں مشائخ فقہاء متاخرین جواز کے قائل ہیں۔ حضرت والا سے گذارش ہے کہ مفصل جواب سے شکر گذار فرمائیں اور بالغ ہونے کی حد بھی تحریر فرمائیں کہ کتنی عمر میں بالغ ہوتا ہے؟

الجواب: فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ اختلاف کے باوجود ترجیح عدم جواز (والمختار انہ لا یجوز فی الصلوۃ کلھا) کو ہے (یعنی راجح قول یہی ہے کہ جائز نہیں اور فقہاء نے اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ) نابالغ کی تراویح نفل محض ہے اور بالغ کی سنت مؤکدہ ہے، دوسرے نابالغ کی نفل شروع کرنے سے واجب نہیں ہوتی، اور بالغ کی واجب ہوتی ہے پس نابالغ کی نماز ضعیف ہوئی،

اس پر بالغ کی قوی نماز کا مبنی کرنا خلاف اصول ہے، اس لیے جائز نہیں، اور اس میں جو حکمتیں و مصلحتیں، بیان کی گئی ہیں کہ بچہ کا حفظ پختہ ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ اس کا جواب یہ ہے کہ احکام کی بنا دلائل پر ہے مصالح پر نہیں، پھر بجائے تراویح کے نوافل میں ان کا پڑھ لینا بھی ممکن ہے اور اس کا کافی ہونا معلوم ہے۔ علاوہ اس کے نابالغ کی امامت میں مصالح کے ساتھ مفاسد بھی ہیں وہ یہ کہ اکثر وہ احکام طہارت واحکام صلوٰۃ سے ناواقف ہوتے ہیں پس اس کے جائز کہنے میں بالغوں کی نماز کا فساد ہونا بہت غالب ہے اور بالغ ہونے کی کوئی علامت نہ دیکھی جائے تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق پندرہ سال کی عمر میں بلوغ کا حکم کر دیا جاتا ہے، اس وقت اس کے پیچھے تراویح میں اقتداء جائز ہے۔ (امداد الفتاوی)

تراویح کے سلسلہ میں ایک بڑی کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ بعض لوگ ایسے بچوں کو امام بنا دیتے ہیں جن کو طہارت و نماز کے ضروری مسائل بھی معلوم نہیں ہوتے بلکہ ان پر یہ بھی اطمینان نہیں ہوتا کہ ان کے کپڑے بھی پاک ہوں گے یا ان کا وضو بھی ہوگا اور نماز کے بارہ میں تو بہت احتیاط مطلوب ہے، ایسے بچے نوافل میں پڑھ دیا کریں کافی ہے۔ (اصلاح انقلاب)

ڈاڑھی کٹانے والے فاسق کی امامت کا حکم: ڈاڑھی منڈوانا، کتراناحرام ہے البتہ مقدار قبضہ یعنی ایک مٹھی سے جو زائد ہو جائے اس کا کترانا درست ہے۔ چنانچہ عالمگیری میں اس کی تصریح ہے۔ (امداد الفتاوی)

ڈاڑھی منڈانے یا کٹوانے والا شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں کیوں کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (امداد المفتین)

راجح قول کے مطابق فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (امداد الفتاوی)

فاسق اور بدعتی کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ (کیوں کہ وہ واجب الاہانت ہے قابل تعظیم نہیں) اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اس لیے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔ (امداد المفتین) ہاں خدانخواستہ اگر بدعتی و فاسق زوردار ہوں کہ ان کے معزول کرنے پر قدرت نہ ہو یا فتنہ عظیم برپا ہوتا ہو تو مقتدیوں پر کراہت نہیں۔ (بہشتی زیور)

امرد یعنی خوبصورت لڑکا جس کے ابھی ڈاڑھی نہ نکلی ہو، اس کی امامت کا حکم

سوال: امرد کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مراد یہ ہے کہ بالغ ہو گیا مگر ڈاڑھی

مونچھیں کچھ نہیں آئی، خواہ حافظ ہو یا علم دین پڑھنے والا ہو اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ خوبصورت ہے اور اس کو شہوت کی نگاہ سے لوگوں کے دیکھنے کا احتمال ہے تب تو وہ اگر حافظ یا طالب علم ہو تب بھی مکروہ ہے اور اگر یہ بات نہیں ہے صرف عوام کی ناپسندیدگی ہے تو اگر وہ سب مقتدیوں سے علم وقرآن میں اچھا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہیں۔ اور اگر اتنی عمر ہوگئی ہے کہ اب ڈاڑھی بھرنے کی امید نہیں رہی تو وہ امرد نہیں رہا (اور اس کی امامت بھی مکروہ نہیں خواہ ڈاڑھی کا ایک بال بھی نہ ہو) (امداد الفتاویٰ)

سب رکعتیں برابر ہونا چاہئیے: عام طور پر حافظوں کی یہ بھی عادت ہوتی ہے کہ شروع کی رکعتوں میں بہت کھینچتے ہیں اور آخری رکعتوں میں دو دو تین تین آیتیں پڑھتے ہیں۔ یاد رکھو کہ سب رکعتیں اور رکوع سجدے متناسب (یعنی برابر) ہونے چاہئے۔

حدیث شریف میں حضور ﷺ کی نماز کے بارے میں آیا ہے:

حدیث: كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ. (مسلم)

ترجمہ: یعنی حضور ﷺ کی نماز معتدل ہوتی تھی اگر قیام طویل (لمبا) ہوتا تھا تو رکوع سجدہ بھی اس کے مناسب ہوتا تھا اور اب لوگ اس کے برعکس کرتے ہیں کہ قیام تو طویل کرتے ہیں اور رکوع سجدہ، قعدہ نہایت ہی مختصر، اس زمانہ میں تو پوری نماز مختصر پڑھنا چاہئے، اسی واسطے میں شبینہ بھی پسند نہیں کرتا۔ (اجذیب)

حدیث میں آیا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ" (مسلم)

بے شک اللہ تعالےٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اہل اللہ اور مشائخ صفات حق کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں اس لیے ان کو جمال یعنی تناسب ہر شئی میں پسندیدہ ہوتا ہے ہم نے اپنے حضرات کو دیکھا ہے کہ نفاست اور تناسب ہر شئی کے اندر پسند کرتے تھے، تناسب تو ہر شئی میں بہتر ہے نماز کے اندر کیوں نہ ہوگا۔ (اجذیب)

سب رکعتیں برابر پڑھنا شرعاً پسندیدہ ہے: سب رکعتیں برابر برابر پڑھا کرو، یہ دیکھو کہ تم کو ہر شئی کے اندر، تناسب اور حسن اچھا معلوم ہوتا ہے، نماز تو زیادہ اس کے لائق ہے کہ اس کو حسین کرو، داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بناتے تھے، ان کو اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا: اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ.

یعنی اے داؤد پوری پوری زرہیں بناؤ اور اس کے بنانے میں انداز رکھو یعنی کڑیاں (اور اس کے حلقے) بڑے چھوٹے نہ ہوں۔ جب لوہے کی زرہوں میں تناسب کا حکم ہے تو اے صاحبو! نماز تو بہت بڑی شئی ہے اس میں تناسب کا کیوں نہ حکم ہوگا، اگر تمہاری طبیعت میں تناسب نہ ہو تو ذکر اللہ کی کثرت کیا کرو، اس سے طبیعت میں نفاست اور اعتدال پسندی پیدا ہو جائے گی اور ہر امر میں تناسب کی رعایت رکھنے لگو گے۔

دیکھئے جماعت کے اندر تناسب کا حکم ہے کہ صف سیدھی ہو، درمیان میں جگہ نہ چھوڑو، اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ شریعت کا کوئی حکم ایسا نہیں کہ جس میں تناسب ملحوظ نہ ہو۔ جب ہر امر میں تناسب کا حکم ہے تو نماز کے اندر کیوں نہ ہوگا۔ پس تراویح اور غیر تراویح اور ہر نماز میں تناسب کی رعایت رکھو، (یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک رکعت بہت لمبی اور ایک مختصر) (اجدیب)

حفاظ اور ائمہ کو مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے

حفاظ کو مسائل جاننے کی سخت ضرورت ہے بعض حافظ بہت جاہل ہوتے ہیں، تعجب نہیں بلکہ غالب ہے کہ سجدہ سہو کے مسائل کی بھی ان کو خبر نہ ہو۔ جو شخص مسائل سے واقفیت نہ رکھتا ہو اس کو امام بنانا مناسب نہیں۔ امام یا تو عالم ہو یا علماء کا صحبت یافتہ ہونا چاہئے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو وہ ضرور نماز کو خراب کرے گا۔

میرے سامنے خود ایک ایسا موقع پیش آیا کہ ایک مرتبہ میں اور میرے ایک ساتھی ایک مسجد میں گئے، گرمیوں کے رمضان تھے۔ حافظ صاحب نے ایک رکعت میں آدھا پارہ گھسیٹا ان کو یاد تو رہا نہیں کہ ایک رکعت ہوئی یا دو، وہ ایک ہی رکعت پر بیٹھ گئے، مقتدی بیچارے تھکے ہوئے تھے انہوں نے بھی غنیمت سمجھا، یاد نہ رہا ہو، کسی نے نہ بتلایا، میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم شریک ہو کر بتلاؤ لیکن انہوں نے جلدی سے سلام پھیر دیا، میں نے پکار کر کہا کہ حضرت ایک رکعت ہوئی ہے، نماز کا اعادہ کیجئے اور یہ جو قرآن آدھا پارہ پڑھا ہے اس کو بھی پھر سے پڑھیئے۔ اس وقت امام اور مقتدیوں میں خوب چک چک ہوئی۔ (اجدیب)

تراویح میں کتنا قرآن سُنانا چاہئے

حفاظ و ائمہ کو ضروری تنبیہ

اے حفاظ اور اے اماموا! اپنے مقتدیوں کو دیکھ لو کیسے ہیں؟ اگر واقعی ان کو قرآن سننے کا

شوق ہو تو سبحان اللہ قرآن زیادہ پڑھو، قرآن جس قدر بھی زیادہ ہو، باعث نورانیت ہے اور اگر دیکھو کہ شوق نہیں جیسے آج کل ہے تو بس سوا پارہ اچھی مقدار ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ پندرہ پارہ تک سوا پارہ پڑھو اور پھر ایک ایک پارہ کر دو۔ ۲۷ کو ختم ہو جائے گا۔

فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ رمضان میں نمازی ایک قرآن بھی سننے سے اکتاتے ہوں تو وہاں تراویح اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے پڑھ لے (پورا قرآن نہ سنائیں لیکن) بعض حافظ ایسا ستم ڈھاتے ہیں کہ (مقتدیوں کی منشاء کے خلاف) پانچ پانچ پارے پڑھ جاتے ہیں، ان حفاظ کو مسائل جاننے کی سخت ضرورت ہے۔ (التہذیب)

امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کی رعایت کرے: حدیث شریف میں ایک قصہ آیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ ایک مسجد میں امام تھے پہلے تو حضور ﷺ کے پیچھے نفل کی نیت سے شریک ہوتے، پھر وہاں جا کر نماز پڑھایا کرتے تھے، ایک مرتبہ عشاء کی نماز پڑھانے کے لئے گئے تو سورۃ بقرہ شروع کر دی محلہ میں ایک آدمی بے چارہ غریب، دن بھر کی محنت مزدوری مشقت سے تھکے ہوئے تھے، وہ جماعت سے علیحدہ ہو کر اپنی نماز پڑھ کر چلے گئے، اور اس وقت جماعت میں شریک نہ ہونا نفاق کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ نے ان کو بُرا بھلا کہا، صبح کو یہ مقدمہ آپ کے حضور میں پیش ہوا۔ ان صحابی نے حضرت معاذؓ کی شکایت کی، کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم مزدور پیشہ لوگ ہیں، دن بھر تو محنت مزدوری کرتے ہیں اور رات کو یہ سورہ بقرہ شروع کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ پر عتاب فرمایا اور فرمایا اَفَتَّانٌ اَنْتَ یَا مُعَاذ یعنی اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو۔ وَالشَّمْسِ، وَاللَّیْلِ، وَالتِّیْنِ پڑھا کرو، کیوں کہ مقتدیوں میں ضعیف، بیمار، کاروبار والے آدمی (سب ہی قسم کے لوگ) ہیں۔ الغرض نماز میں اتنی تاخیر کرنا یا قرأت اتنی لمبی کرنا جس سے نمازی بھاگ جائیں جائز نہیں ہے۔ (التہذیب)

تراویح میں بہت تیز اور جلدی قرآن پڑھنے کی تمنا کرنا

کانپور میں بے چارے ایک حافظ تھے جو ذرا رکوع وسجدہ اطمینان سے ادا کرتے تھے اور قومہ (یعنی رکوع سے کھڑے ہو کر بھی) کچھ دیر لگاتے تھے، لوگ تراویح کے بعد نکلتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ ارے میاں تراویح کیا ہیں قید خانہ ہے۔ بس جا کر پھنس جاتے ہیں۔ رکوع میں گئے تو رکوع ہی میں ہیں۔ سجدہ میں چلے گئے تو اب سر ہی نہیں اٹھتا۔ التحیات پڑھنے بیٹھے تو اب کسی طرح سلام

ہی نہیں پھیرتے۔ جان مصیبت میں آجاتی ہے۔

غرض مقتدی چاہتے ہیں کہ امام بس التحیات ہی پڑھ کر سلام پھیر دیا کرے اور اس کو بہت پسند کرتے ہیں کہ حافظ ریل ہو اور ریل بھی کون سی، مال گاڑی نہیں، پسنجر نہیں۔ ڈاک نہیں۔ اسپیشل ہو اور اب اللہ بھلا کرے ریل سے بھی بڑھ کر ہوائی جہاز چل گئے ہیں۔ کہ حافظ جہاز ہوں۔

ایک نابینا حافظ صاحب تھے بیچارے مرگئے ہیں، ان کے تیز پڑھنے کا حال کچھ نہ پوچھو، بس گن گن گن گن گن گن غفورا۔ بن بن بن بن بن بن شکورا۔ غفورا، شکورا کے سوا کچھ خبر نہیں کہ کیا الفاظ منہ سے نکل رہے ہیں اور یہ پتہ تو کیا چل سکتا تھا کہ کون سا رکوع پڑھ رہے ہیں یا کون سا پارہ ہے۔ بس اندھادھند آندھی کی طرح اڑے چلے جاتے تھے۔ مگر مقتدی ان سے ایسے خوش تھے کہ سبحان اللہ کیا ہلکی پھلکی تراویح پڑھاتے ہیں۔

اور میں تم کو اس سے بھی زیادہ ہلکی پھلکی کی ترکیب بتادوں وہ یہ کہ بالکل ہی نہ پڑھو، کیوں کہ ہلکی پھلکی ہونے کے بھی مرتبے ہیں۔ جیسے جلدی کے درجے ہیں۔ ہلکے پھلکے رہنے کا ایک درجہ یہ بھی ہے کہ تراویح بالکل پڑھے ہی نہیں۔ چنانچہ بعض لوگ ایسا کرتے بھی ہیں۔

ارے خدا کے بندو، جب تراویح کا نام کیا ہے اور ایک گھنٹہ کی مشقت بھی اٹھائی تو پندرہ منٹ کی اور مشقت سہی، اور زیادہ وقت تو اٹھنے بیٹھنے میں لگتا ہے اچھی طرح تجوید سے پڑھنے میں اور گھسیٹ کر جلدی جلدی پڑھنے میں گھڑی لے کر آزما کر دیکھ لو، دس پندرہ منٹ سے زیادہ فرق نہیں نکلے گا۔

پھر افسوس ہے کہ صرف دس پندرہ منٹ کے لیے قرآن کو بگاڑ کر پڑھا جائے اور تراویح کو خراب کیا جائے۔

پھر تراویح سے فارغ ہو کر کوئی کام بھی تو نہیں محض باتیں کرنے کے سوا کوئی کام نہیں کرتے، کتنے افسوس کی بات ہے کہ تراویح کو تو خراب کرو، اور کھانے کو نہ خراب کرو، بلکہ رمضان میں تو اور مہینوں سے زیادہ لذیذ کھانے کا اہتمام کرتے ہیں کہ بھنا ہوا گوشت بھی ہو، چٹنی بھی ہو، دہی بڑے بھی ہوں، پھلکیاں بھی ہوں، شربت بھی ہو وغیرہ وغیرہ، پھر شرم نہیں آتی جسمانی غذائیں تو اور دنوں سے اچھی ہوں اور روحانی غذا کو خراب کر کے کھاؤ، سبحان اللہ کیا اچھا فیصلہ ہے۔ (رمضان فی رمضان)

ہمت سے کام لیجئے

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا حال

کچھ آپ بھی ہمت کیجئے، ہم سے پہلے ہمت والوں نے تو یہاں تک کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ ہر رمضان میں اکسٹھ قرآن شریف ختم کرتے تھے ایک ختم تو روزانہ دن کو کرتے اور ایک رات کو اور ایک وہ جو ہمیشہ تراویح میں پڑھنے کا معمول تھا۔ غرض ایک مہینہ میں اکسٹھ قرآن شریف پڑھتے تھے۔

تو دیکھو ایک اللہ کے بندے وہ بھی تو تھے (اور ایک ہم ہیں کہ عبادت کے لیے کچھ محنت مشقت برداشت کرنا جانتے ہی نہیں) (رمضان فی رمضان)

تراویح یا شب قدر میں نیند نہ آنے کا علاج

بعض لوگوں کو تراویح میں نیند بہت آتی ہے سو اس کا علاج کرنا چاہئے اور اس کا آسان علاج ایک تو یہ ہے کہ کالی مرچ کھالو اس سے نیند جاتی رہے گی۔ کالی مرچ نفع مند بھی ہے، مقوی دماغ بھی ہے البتہ لال مرچ نقصان دہ ہے۔

باقی نیند کا اصل علاج یہ ہے کہ پانی کم پیو، مشائخ میں ستر اہل مجاہدہ کا قول یہ ہے کہ نیند کا مادہ پانی سے ہے اس کو امام غزالیؒ نے بھی لکھا ہے پھر بھی اگر زیادہ نیند آئے تو کالی مرچ (نماز سے پہلے یا دوران نماز سلام پھیرنے کے بعد) چبالو۔ آخر خدا تعالےٰ سے کچھ لینا بھی ہے یا نہیں۔ حق تعالےٰ سبحانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّۃَ نَعِیْمٍ .

یعنی کیا ہر شخص اس کی طمع رکھتا ہے کہ نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے؟ ایسا ہرگز نہیں، یعنی کچھ کئے بغیر کچھ نہ ملے گا، پہلے اعمال کے ذریعہ جنت کے قابل تو بنو، اعمال ومجاہدہ کے بغیر جنت لینے کا کیا منہ ہے پس رمضان میں ہمت کر کے ایک قرآن تو سن ہی لو۔ (شلث رمضان)

تراویح میں حضورِ قلب اور توجہ سے قرآن پڑھنے کا طریقہ

رمضان میں خصوصاً تراویح میں قرآن کی طرف توجہ کرنے کی حقیقت بھی بتلاتا ہوں۔

دیکھو اگر کسی حافظ کو کوئی رکوع کچا یاد ہو تو اسے کیسے پڑھے گا خوب دھیان سے پڑھے گا۔ یہی حاصل ہے قرآن کی طرف توجہ کرنے کا پس جس طرح ایک رکوع پڑھتے ہو، بیسوں رکعت اسی

طرح پڑھ لیا کرو۔ نماز میں حضور قلب کے یہی معنی ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے نماز میں اور قرآن میں حضور قلب کی یہی حقیقت لکھی ہے۔ اب بتلاؤ کہ حضور قلب سے نماز پڑھنا کیا مشکل ہے، بس اتنا ہی تو کرنا پڑے گا کہ جو خیال نیت کے وقت دل میں تھا اسے پوری نماز میں رکھو۔

اور حضور قلب سے قرآن پڑھنا کیا مشکل ہے بس اتنا ہی تو ہے کہ جو کیفیت تمہاری کچے رکوع کے پڑھنے کے وقت ہوتی ہے، اسے بیسوں رکوعوں میں رکھو۔ اب بھی اگر کسی سے حضور قلب نہ ہو تو یہ اس کی کوتاہی ہے۔ (روح القیام)

تراویح کا مسنون طریقہ اور حضرت تھانویؒ کا معمول

بندہ محمد یوسف بجنوری عرض کرتا ہے کہ مجھ کو ایک عرصہ سے تمنا تھی کہ تراویح کا جو طریقہ سلف میں تھا اس کا ذکر کتب فقہ میں تو ہے اس کو عمل میں کہیں دیکھوں، مگر کہیں اتفاق نہیں ہوا تھا، جہاں کہیں بھی دیکھا حد سے متجاوز پایا۔ اس سال بندہ کا قیام تھانہ بھون میں رہا اور رمضان شریف میں شروع سے اخیر تک یہ شریک رہا۔ حضرت والا نے قرآن شریف سنایا۔

چونکہ حضرت والا ہر امر میں اتباع سنت کو بدرجہ اعلیٰ محفوظ رکھتے ہیں، اس کو بھی مسنون طریقہ کے مطابق ادا فرمایا، ایک بات بھی ایسی نہ ہوئی جو شرع کے خلاف ہو۔ اس لیے بندہ کو مناسب معلوم ہوا کہ جس طریقہ سے حضرت نے تراویح ادا فرمائیں اس کو قلم بند کردوں کیا اچھا ہو کہ جن حضرات کی نظر سے یہ مضمون گذرے وہ بھی اسی طرح عمل فرمائیں، واللہ اتباع سنت ہی میں دین کی راحت ہے اور دنیا کی بھی بڑی راحت ہے، تجربہ سے اس دعویٰ کی تصدیق ہو جائے گی۔ اب میں اس کے متعلق عرض کرتا ہوں۔

۱۔ رمضان شریف میں حضرت کے یہاں عشاء کی اذان کا وقت آٹھ بجے یعنی غروب سے ایک گھنٹہ چالیس منٹ بعد تھا اور پونے نو بجے جماعت کھڑی ہوتی تھی۔

۲۔ حضرت والا فرض خود ہی پڑھاتے تھے۔ رمضان شریف میں سورۂ فاتحہ کے بعد چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے جیسے وَالتِّين اور اَلَمْ تَرَ كَيْفَ وغیرہ۔ اور اکثر تو یہی عادت تھی اور کبھی وَالشَّمْس وغیرہ پڑھتے۔ غرض فرضوں میں قرأت طویل نہ ہوتی تھی اس میں مقتدیوں کی رعایت مدنظر تھی۔

۳۔ تراویح میں قرأت نہ تو اس قدر جلدی ہوتی تھی جیسے اس زمانہ میں حفاظ کا

طرز ہے کہ الفاظ بھی ٹھیک ادا نہیں ہوتے اور نہ اس قدر آہستہ ہوتی تھی جیسے فرضوں میں قرأت ہوتی ہے بلکہ فرضوں کی بہ نسبت ذرا کچھ رواں قرأت فرماتے اور ہر حرف اچھی طرح سمجھ میں آتا تھا، اظہار واخفاء کی بھی رعایت تھی۔

۴۔ تراویح میں شروع شروع میں سواپارہ پڑھا پھر کم کردیا تھا۔ ۲۷ویں شب کو ختم ہوا۔

۵۔ کل وقت فرض اور سنت اور تراویح اور وتر میں ڈیڑھ گھنٹہ یا کبھی اس سے بھی کم خرچ ہوتا تھا۔

۶۔ ہر چار رکعت کے بعد بیٹھتے تھے جس کو ترویحہ کہتے ہیں اس میں ۲۵ بار درود شریف پڑھتے جس میں خفیف سا جہر ہوتا تھا (یعنی ہلکی آواز سے پڑھتے تھے)

۷۔ جب بیس رکعت تراویح ہوجاتیں تو ترویحہ کرکے دعا مانگتے اس کے بعد وتر پڑھتے۔

۸۔ جس موقع پر کلام اللہ میں سجدہ کی آیت ہے وہاں کبھی سجدہ فرماتے ہیں اور کبھی (جب مجمع زیادہ ہوتا ہے تو) رکوع ہی سے سجدہ ادا فرماتے ہیں (کیوں کہ مسئلہ ہے کہ سجدہ کی آیت پڑھ کر جلدی اگر رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں سجدہ کی نیت کرلے تو سجدہ تلاوت ادا ہوجاتا ہے)

۹۔ عام معمول یہ ہے کہ سورہ اخلاص سے پہلے ہی کسی سورۃ میں بسم اللہ جہر سے پڑھتے ہیں۔ حضرت والا نے سورۂ اقراء سے پہلے بسم اللہ میں جہر فرمایا (کیوں کہ) مسئلہ یہ ہے کہ پورے کلام اللہ میں ایک دفعہ جہر سے بسم اللہ پڑھنا چاہئے خواہ کسی سورۃ میں ہو۔

۱۰۔ عام دستور یہ ہے کہ سورۃ اخلاص کو تین بار پڑھتے ہیں حضرت والا نے اس کو ایک بار ہی پڑھا۔

۱۱۔ جس روز ختم ہوا، دوسرے دنوں کی بہ نسبت نہ روشنی میں اضافہ تھا، نہ مٹھائی منگائی گئی، جیسے اور روز پڑھ کر چلے جاتے تھے اس دن بھی چلے گئے۔

۱۲۔ ایک دستور یہ کہ جس روز ختم ہوتا ہے تو حافظ کے سامنے پنساری کی دکان لا کر رکھ دیتے ہیں یعنی اجوائن وغیرہ سامان اور پڑیاں، پانی دم کرنے کے لئے رکھ دیتے ہیں حافظ صاحب اس میں چھو کر دیتے ہیں، یہاں یہ سب کچھ نہیں تھا بس مسنون طریقہ کے مطابق عمل تھا شریعت مطہرہ نے سب کاموں میں آسانی رکھی ہے ہم لوگ خود ہی دقتیں بڑھا لیتے ہیں۔ اگر اس طریقہ سے تراویح کریں تو کتنی آسانی ہو۔

۱۳۔ ختم ہونے کے بعد تین روز اور تراویح پڑھیں، پہلے دن سورۃ والضحیٰ سے آخر

تک تراویح میں قرآن پڑھا، دوسرے دن الم ترکیف سے اخیر تک پھر اسی کو لوٹا کر اخیر تک پڑھا۔ تیسرے دن عم یتساءلون کا تقریباً نصف پارہ پڑھا۔ (حسن العزیز)

اُجرت دے کر قرآن سننا

ایک بدعت تراویح میں استیجار علی العبادۃ (عبادت پر اجرت لینے کی ہے) یعنی حافظ صاحب سے اجرت دے کر قرآن پڑھوایا جاتا ہے اور استیجار علی العبادۃ (یعنی عبادت پر اجرت لینا) حرام ہے۔(والا ستیجار علیٰ مجردۃ التلاوۃ لم یقل بہ اَحَدٌ من الائمۃِ و انّما تنازعوا فی الا ستیجار علی التعلیم) بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ اجرت نہیں کیوں کہ ہم کوئی مقدار مقرر نہیں کرتے جو ہمارے مقدر میں پہنچتا ہے وہ لے لیتے ہیں۔ سبحان اللہ۔

اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ. جو بات مشہور ہوتی ہے اس میں ٹھہرانے کی کیا ضرورت ہوتی ہے۔ (مشہور تو خود ہی مشروط ہوتا ہے) اگر کسی طرح حافظ صاحب کو معلوم ہو جائے کہ یہاں سنانے میں کچھ بھی نہ ملے گا تو درمیان رمضان ہی میں حافظ صاحب چھوڑ کر بیٹھ رہیں گے اس سے ثابت ہوا کہ حافظ صاحب کو مقصود اجرت ہی ہے، ختم کرنے سے بحث نہیں۔ (تطہیر رمضان)

قرآن سنانے کی اجرت لینا دینا دونوں نا جائز ہیں

بعض حفاظ کی عادت ہے کہ اجرت لے کر قرآن مجید سناتے ہیں طاعت پر اجرت لینا حرام ہے۔ اسی طرح دینا بھی حرام ہے بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے پہلے سے مقرر نہیں کیا اس لیے یہ معاوضہ نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو پہلے سے نہیں ٹھہرایا لیکن نیت تو دونوں کی یہی ہے اور نیت بھی محض خیال کے درجہ میں نہیں بلکہ عزم (یعنی پختہ ارادہ) کے درجہ میں ہوتی ہے اگر کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں کچھ وصول نہ ہوگا تو ہرگز ہرگز وہاں نہ سنائیں گے، اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ معروف مثل مشروط کے ہے جب اس کا رواج ہو گیا اور دونوں کی نیت یہی ہے تو بلا شک وہ معاوضہ ہے۔ (اصلاح الرسوم)

جب امامت کی اجرت جائز ہے تو تراویح کی کیوں جائز نہیں

سوال: جب امامت پر اجرت جائز ہے تو تراویح میں ایک قرآن سنانا بھی (بعض علماء کے قول کے مطابق) سنت مؤکدہ ہے اس پر اجرت کیوں نا جائز ہے؟

الجواب: جہاں فقہاء نے ایک ختم کو سنت کہا ہے جس سے ظاہراً سنت مؤکدہ مراد

ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ جہاں (پورا ایک قرآن سننا) لوگوں کو ثقیل ہو وہاں الم ترکیف وغیرہ سے پڑھ دے پس جب تقلیل جماعت کے محذور سے بچنے کے لیے (یعنی اس اندیشہ سے کہ پورا قرآن سنانے میں شاید جماعت کم ہو جائے ایسی صورت میں) اس سنت کے ترک کی اجازت دے دی تو استیجار علی الطاعت (یعنی عبادت پر اجرت لینے) کی خرابی اس سے بڑھ کر ہے اس سے بچنے کے لیے کیوں نہ کہا جائے گا کہ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ سے پڑھ لے۔ اسی سے نمبر ۱، ۲ کی (گذشتہ مسئلہ کی دلیل اور) وجہ بھی معلوم ہوگئی۔ (امداد الفتاوی)

سامع یعنی امام کے پیچھے قرآن سننے اور ٹوکنے والے کو بھی اجرت لینا جائز نہیں

ایک مسئلہ اور ہے اس میں مجھ سے غلطی ہو چکی ہے وہ یہ ہے کہ میں سمجھتا تھا کہ سامع کو (یعنی امام کے پیچھے حافظ مقتدی جو لقمہ دینے کی غرض سے متعین ہو اس کو) روپیہ لینا (بطور اجرت کے) جائز ہے میں اس کو تعلیم پر قیاس کیا کرتا تھا۔ (چنانچہ میں نے فتویٰ دیا تھا کہ) "سماعت قرآن سے غرض یہ ہے کہ جہاں بھولے گا بتلائے گا پس یہ تعلیم ہوئی اور تعلیم پر اجرت لینے کے جواز پر فتویٰ ہے۔" (امداد الفتاوی)

لیکن پھر سمجھ میں آیا کہ یہ قیاس صحیح نہیں اس لیے کہ (بحالت صلوٰۃ) تعلیم سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور سامع کے بتلانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور نیز بھولے ہوئے کو بتلانا نماز کی اصلاح ہے اور اصلاح نماز عبادت ہے اس لیے نہ قاری کو (یعنی امام صاحب کو اجرت لینا) جائز ہے نہ سامع کو۔ یہ دونوں فتوے قواعد کلیہ سے دیئے گئے ہیں۔ اگر اس کے خلاف کسی کو جزئیہ معلوم ہو تو میں اس سے بھی رجوع کرلوں گا۔ (التہذیب)

بغیر پیسے والا حافظ نہ ملے تو کیا کرنا چاہئے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب بلا اجرت پڑھنے والا ہم کو ملتا ہی نہیں اور اجرت دے کر سننا جائز نہیں تو پھر قرآن کیسے سنیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پورا قرآن سننا فرض نہیں، ایک مستحب امر کے لیے حرام کا ارتکاب جائز نہیں۔ الم ترکیف سے تراویح پڑھ لو ایسی حالت میں قرآن مجید کا ختم کرنا ضروری نہیں۔ (اصلاح الرسوم)

جو حافظ اجرت لے کر تراویح سنائے اس کے پیچھے تراویح نہ پڑھنا چاہئے اس سے بہتر یہ ہے کہ الم ترکیف سے تراویح پڑھ لی جائے۔ (انفاس عیسیٰ)

سوال :(۱) جو حافظ تراویح میں قرآن سنائے اس کو دینا بھی ناجائز یا لینا دینا دونوں ناجائز ہے۔
(۲) اور اگر بلا اجرت حافظ نہ ملے تو اجرت پر مقرر کرلے یا الم ترکیف سے تراویح پڑھ لے؟
جواب :(۱) میں تو دونوں کو ناجائز سمجھتا ہوں۔
(۲) میں تو الم ترکیف سے بتلا دیتا ہوں۔ (امداد الفتاویٰ)

اجیر حافظ یعنی پیسہ لے کر قرآن سنانے والے کے پیچھے سننے سے ثواب ہو گا یا نہیں

سوال: جس جگہ حافظ اجرت پر قرآن سناتے ہیں، اجرت متعین تو نہیں ہوتی مگر عام رواج ہے کہ لوگوں سے چندہ وصول کر کے حافظ صاحب کو دیتے ہیں اس صورت میں تراویح سننے کا ثواب ہو گا یا نہیں؟ اگر ثواب نہ ہو تو کیا کرے گھر آکر تنہا پڑھ لیا کرے؟

الجواب: سننا جدا عمل ہے اس میں کوئی امر مانع ثواب نہیں اس کا ثواب ہو گا، (البتہ شرط یہ ہے کہ سننے والا امام کو معاوضہ دینے والوں میں نہ ہو (امداد الفتاویٰ) محمد شفیع)

یہ کراہت اجارہ علی الطاعۃ امام سے ناپسند کرنے والے مقتدیوں کی طرف متعدی نہیں ہوتی (یعنی وہ مقتدی جو حافظ قرآن کو قرآن سنانے کی اجرت کے لین دین کو غلط سمجھتے ہوں اور اس میں شریک نہ ہوں وہ اس سے بری ہوں گے) کیوں کہ نہ وہ اس کے سبب (اور ذریعہ) ہیں نہ ہی اس کے مباشر (یعنی خود کرنے والے) اور تیسری کوئی نسبت کی علت نہیں۔ (انفاس عیسیٰ)

عارضی امام بنانے کا حیلہ بھی غیر مفید ہے

سوال: اگر زید کو کوئی شخص اجرت طے کیے ہوئے بغیر اپنی خوشی سے پانچ روپے دے دے یا ایک ماہ کیلئے امام مقرر کر کے کچھ اجرت دے دے اس طور عند الشرع اجرت حلال ہو گی یا نہیں؟ اور امامت کی صورت میں تو حلال ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ علماء متاخرین نے امامت کی اجرت کے جواز پر فتویٰ دیا ہے آپ کی کیا رائے ہے تفصیل سے تحریر کیجئے؟

الجواب: یہ جواز کا فتویٰ اس وقت ہے جب امامت ہی مقصود ہو حالانکہ یہاں مقصود ختم تراویح ہے اور یہ محض ایک حیلہ ہے دیانات (عبادات) میں جو کہ معاملہ فِی مَـابَیْنَ الْعَبْدِ وَ بَیْـنَ اللّٰه ہے (یعنی اللہ اور اس کے بندہ کا معاملہ ہے) حقیقت سب کو معلوم ہے (ایسے) حیلے واقعی جواز کو مفید نہیں ہوتے لہٰذا یہ ناجائز ہو گا۔ (امداد الفتاویٰ)

حَبسِ (یعنی اپنے وقت کو کسی کام میں گھیر دینا) اوقات کا حیلہ بھی نہیں چل سکتا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حافظ لوگ جو محراب سناتے ہیں اور ان کو دیا جاتا ہے اور علماء اس کو قرآن پڑھنے کی اجرت قرار دے کرنا جائز کہتے ہیں اگر اس کو حَبسِ (یعنی اپنے وقت کو کسی کام میں گھیر دینا) اوقات کی اجرت قرار دیا جائے تو کیا قباحت ہے؟

فرمایا کہ حبس اوقات کی اجرت کہاں ہے اگر حافظ جی مہینہ بھر تک ٹھہرے رہیں اور پڑھیں نہیں تو کون دے گا؟ اور حافظ جی دن بھر ٹہلا کریں اور رات کو سنا دیں تو مل جائے گا، یہ تو قرآن پڑھنے پر خالص اجرت ہے۔ (ملفوظات اشرفیہ)

(عبادات میں) تعلیم تو شعائر میں سے ہے (اس لئے) اس خدمت کے لیے محبوس ہونا موجب جزاء ہے (یعنی اس میں حبس اوقات کی اجرت درست ہے) اور تراویح کا ختم اور ایصال ثواب شعائر میں سے نہیں اگر چہ طاعت وعبادت ہے (اس لیے اس کے لیے محبوس ہونا موجب جزاء نہیں ہوسکتا) البتہ خود تراویح اور پانچوں وقت کی جماعت شعائر میں سے ہے اس کے لیے اگر مفت امام نہ ملے تو اجرت ٹھہرانا درست ہے۔ (احکام العشر الاخیرہ)

یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ اگر روپیہ نہ دیں تو تراویح کا سلسلہ ختم ہو جائے گا

بعض لوگ تاویل کرتے ہیں کہ اگر روپیہ نہ دیں گے تو تراویح کا ترک لازم آئے گا یہ قیاس صحیح نہیں تراویح ترک نہ ہوں گی بلکہ ختم قرآن چھوٹ جائے گا اور وہ ضروری نہیں اگر تراویح میں قرآن نہ سنائیں تو کسی ضروری امر میں خلل نہیں پڑتا البتہ تعلیم قرآن کا باقی رکھنا ضروری ہے اس لیے اس پر فقہاء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اگر اس پر لینا جائز نہ ہو تو تعلیم قرآن کم ہو جائے۔ (اجذیب)

یہ کہنا بھی بے سود ہے کہ ہم اللہ کے واسطے سنائیں گے تم اللہ کے واسطے دینا

بعض لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے واسطے پڑھیں گے تم اللہ کے واسطے دینا۔

صاحبو! یہ خالی الفاظ ہی الفاظ ہیں مطلب صاف یہی ہوتا ہے کہ پڑھنے کی وجہ سے لیتے ہیں یہ نیت نہیں ہوتی کہ اللہ کے لیے دونوں کام ہوں گے بلکہ یہ محض اصطلاحی الفاظ ہو گئے ہیں یہ الفاظ بول کر ان کے معنی موضوع لہٗ (یعنی ان کے اصلی معنی) مراد نہیں لیتے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کہنے کے بعد حافظ جی کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ کچھ نہ دیں گے تو اسی وقت بھاگ جائیں گے یا اگر ختم پر کچھ نہ دیں تو پھر دیکھئے کیا مزہ آتا ہے خوب لڑائی ہوگی یا حافظ جی اگر مہذب سنجیدہ ہوئے تو

لڑائی تو نہ ہوگی۔ لیکن دل میں یہ ضرور سمجھیں گے کہ ان لوگوں نے حق تلفی کی۔ (اجد یب)

حُفّاظ سے خطاب: اے حفاظ! آپ اپنی قدر کیجئے اور دس دس پندرہ پندرہ روپیہ پر رال نہ ٹپکائیں۔ بڑا افسوس ہے کہ قرآن کو بیچا بھی تو کتنے میں، دس روپیہ میں۔

اے حفاظ! تم تو اللہ کے واسطے پڑھو اور اپنے ثواب کو برباد نہ کرو۔ قرآن پڑھ کر کچھ لینا نا جائز ہونے کے علاوہ بہت ہی کم ہمتی (اور ذلت) کی بات ہے میں نے دیکھا ہے کہ قرآن پڑھنے پر لینے سے حرص پیدا ہو جاتی ہے اگر جائز بھی ہوتا تو اس مرض (یعنی ذلت اور حرص) سے بچنے کے لیے بھی اس سے پرہیز ہی بہتر تھا۔ (اجد یب)

ایک حافظ قاری کی عبرت آمیز حکایت: لکھنو میں ایک بزرگ کہیں سفر میں تھے، چوروں نے ان کو لوٹ لیا سارا سامان چلا گیا صرف ایک لنگی ان کے بدن پر رہ گئی کسی مسجد میں آئے اور قرآن شریف بہت اچھا اور عجیب انداز سے پڑھتے تھے۔ ایک رئیس (سیٹھ صاحب) کو خبر ہوئی کہ ایک صاحب آئے ہیں اور قرآن بہت اچھا پڑھتے ہیں اور اس حالت میں ہیں ان کو رحم آیا، کپڑے جوڑے اور نقد روپیہ اور کھانا ساتھ لائے اور ان سب کو ایک طرف رکھ دیا لیکن تھے بے عقل، تمیز نہ تھی، بزرگوں کے صحبت یافتہ نہ تھے آ کر بیٹھے اور کہا کہ حضرت میری درخواست ہے کہ مجھے قرآن سنائیے، انہوں نے قرآن شریف سنایا، اس نے قرآن سن کر وہ سامان پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک مجھ کو ضرورت ہے میں ایسے حال میں ضرور لے لیتا لیکن اس وقت تو مجھ کو یہ آیت وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا (اور نہ خریدو میری آیات کے بدلہ میں تھوڑا سا عوض) اس کی اجازت نہیں دیتی، اگر آپ پہلے دیتے تو میں لے لیتا، اب تو ہرگز نہ لوں گا سبحان اللہ کیسے مخلص تھے۔ (اجد یب)

حافظوں کی خدمت ضرور کرو لیکن جائز طریقہ سے

حافظوں کی خدمت کرنے کا صحیح اور آسان طریقہ

اگر کوئی شخص خالی الذہن ہو (یعنی اس کے ذہن میں یہ بات نہ ہو کہ میں تراویح سنا کر پیسے لوں گا) اور اس جگہ دینے کا رواج بھی نہ ہو تو جو کچھ ہدیہ قبول کیا جائے اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ ان کو (یعنی حافظِ قرآن اور تراویح سنانے والوں کو) ان کی ضرورت کے موافق بطور ہدیہ کے کچھ دے دیا کرو، اور چونکہ اس طرح سے دینے کی عموماً عادت نہیں ہے اسی وجہ سے ان کی نیتوں میں فساد پیدا ہو گیا، اگر بغیر سوال کے اور بغیر حیلہ کے ان کو دے دیا جایا کرے تو یہ نوبت کاہے کو

آئے اگر ہم لوگ یہ بات طے کرلیں (اور اس کی عادت ڈال لیں کہ) گیارہ مہینہ میں اپنے کپڑوں کے ساتھ ایک جوڑا ان کو بھی بنادیں اور جہاں آپ کھاتے ہیں کبھی کبھی ان کی بھی دعوت کردیا کریں اور اپنے خرچ کے روپیوں کے ساتھ ان کے لیے بھی کچھ نکال دیا کریں غرض رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں ان کی برابر خبر گیری کرتے رہا کریں پھر رمضان شریف میں ان سے درخواست کی جائے کہ قرآن شریف سنا دیجئے تو کیا نہیں سنائیں گے؟ ضرور اور بخوشی سنائیں گے۔ اس صورت میں استیجار علی العبادۃ (یعنی عبادت پر اجرت لینے) کی کوئی قباحت نہیں لازم آئے گی۔ الغرض اجرت دے کر حافظ سے قرآن شریف پڑھوانا جائز نہیں۔ (تطہیر رمضان)

تراویح میں ہر چار رکعت کے جلسہ میں کیا پڑھنا چاہئے

تراویح میں ہر چار رکعات کے بعد کچھ دیر بیٹھتے ہیں جس کو ترویحہ کہتے ہیں اس کے متعلق ایک صاحب نے حضرت والا سے دریافت کیا، کہ آپ ترویحہ میں کیا پڑھتے ہیں؟ فرمایا، شرعاً کوئی ذکر متعین تو ہے نہیں باقی میں ۲۵ مرتبہ درود شریف پڑھ لیتا ہوں، مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے اور ۲۵ کی تعداد اس لئے مقرر کرلی کہ اتنی دیر میں کسی کو پانی پینے اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو فارغ ہوسکتا ہے۔ (حسن العزیز)

سوال: معمولات اشرفی میں جو ہے کہ بین الترویحات (یعنی ہر چار رکعت پر) اذکار مسنونہ ادا فرماتے ہیں تو وہ اذکار مسنونہ کیا ہیں؟

الجواب: اس کا مطلب یہ نہیں کہ خاص ترویحات میں اذکار مسنونہ وارد ہوئے ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ خاص ترویحات میں خاص اذکار منقول نہیں اور جو مروّج ہیں وہ سنت میں وارد نہیں، اس لیے ان مروجہ اذکار کی پابندی نہیں کی جاتی بلکہ جن اذکار کی بلا تخصیص تقیید سنت میں فضیلت وارد ہے ان کو ادا کیا جاتا ہے۔

ہر سورت میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم

امام ابوحنیفہؒ ہر سورۃ پر بسم اللہ پڑھنے کو ضروری نہیں کہتے، یہ نہیں کہ جائز نہیں کہتے۔ درمختار یا ردمختار میں ہر سورۃ پر بسم اللہ پڑھنے کو حَسَن کہا ہے (یعنی پڑھنا بہتر ہے پڑھنا چاہئے) اب رہا ہر جگہ پکار کر (یعنی زور سے) پڑھنا یہ بلا شبہ (مسلک) احناف کے خلاف ہے اور امام عاصمؒ بھی جہر کو ضروری نہیں کہتے، صرف بسم اللہ پڑھنے کو ضروری کہتے ہیں۔ (امداد الفتاوی)

کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بسم اللہ مطلق قرآن کے جزء ہے کسی خاص سورۃ یا ہر سورۃ کا جزء نہیں۔ پس اس کا مقتضی یہ ہے کہ ایک جگہ ضرور جہر ہو ورنہ سامعین کا قرآن پورا نہ ہوگا گو

قاری کا تو اخفاء (یعنی آہستہ پڑھنے) میں ہو جائے گا کیوں کہ بعض اجزاء کا جہر اور بعض کا اخفاء جائز ہے فن قرأت سے تو اس مسئلہ کا صرف اس قدر تعلق ہے آگے فقہ سے تعلق ہے اور اس میں بسم اللہ کا اخفاء ہے (یعنی...... آہستہ پڑھنے کا حکم ہے) (امداد الفتاویٰ)

تراویح میں کسی ایک سورۃ کے شروع میں بسم اللہ زور سے پڑھنا چاھئے

مسئلہ: تراویح میں کسی سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھنا چاہئے اس لیے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے اگر چہ کسی سورت کا جزء نہیں۔ بس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے گی تو قرآن مجید کے پورا ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائے گی تو (امام کا تو قرآن مجید پورا ہو جائے گا) مقتدیوں کا قرآن مجید پورا نہ ہوگا۔ (بہشتی گوہر)

ہر سورۃ میں بسم اللہ زور سے پڑھنے کا حکم: بعض مقامات میں ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ جہر سے پڑھتے ہیں، اور اس سلسلہ میں انہوں نے رسالے بھی لکھے ہیں ان کے مضمون کا حاصل یہ ہے کہ قراء سبعہ میں دو جماعتیں ہیں۔ ایک وہ ہے جو دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ سے فصل کرتے ہیں یعنی ایک سورۃ کے ختم ہونے اور دوسری سورۃ کے شروع ہونے کے درمیان بسم اللہ پڑھتے ہیں۔

اور دوسرے وہ ہیں جو فصل نہیں کرتے بسم اللہ پڑھتے ہی نہیں بلکہ سورتوں کو ملاتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور امام عاصمؒ جن کی قرأت ہندوستان میں ہے بسم اللہ پڑھنے والوں میں سے ہیں اس لیے اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس نے امام عاصمؒ کی روایت پر پورا قرآن نہیں پڑھا۔ پس جس طرح قرآن جہر سے پڑھا جاتا ہے اسی طرح بسم اللہ بھی جہر سے پڑھنا چاہئے (یہ حاصل ہے ان حضرات کے استدلال کا) مگر اس استدلال میں کلام ہے وہ یہ کہ اس سے اتنی بات تو ثابت ہوئی کہ امام عاصمؒ کی رعایت کے موافق بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔

اب رہی یہ بات کہ جہر کے ساتھ پڑھنا چاہئے یا نہیں تو یہ مسئلہ قرأت کا نہیں فقہ کا ہے اور فقہ میں یہ ہے کہ بسم اللہ آہستہ پڑھنا چاہئے پس اس مسئلہ کا تعلق دو فن سے ہے۔ ایک قرأۃ دوسرے فقہ۔ بسم اللہ آہستہ پڑھنے میں دونوں پر عمل ہو جاتا ہے اور جہر پڑھنے سے خفیت چھوٹتی ہے امام عاصمؒ قرأت میں امام ابو حنیفہ کے استاذ ہیں اور فقہ میں امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ (حسن العزیز)

بسم اللہ جہر کے ساتھ کس سورۃ میں پڑھنا چاہئیے

کلام اللہ میں ایک دفعہ بسم اللہ بالجہر (یعنی زور سے) پڑھنی چاہئے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ بھی قرآن پاک کی ایک آیت ہے۔

میرا اور میرے استاذ کا معمول ہے کہ سورہ ''اقراء'' پر پڑھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ سورۃ نازل ہوئی۔ دوسرے اس کا شروع مضمون بھی بسم اللہ پڑھنے کے مناسب ہے کیوں کہ فرماتے ہیں۔ اِقْرَاء بِاسْمِ رَبِّکَ جس میں بسم اللہ پڑھنے کا اشارہ نکلتا ہے۔ اور بعض علماء نے اختلاف کی رعایت کی وجہ سے کہا ہے کہ تراویح کے شروع میں الحمد پر پڑھ لے۔ مناسب یہ ہے کہ مختلف طور سے پڑھ دیا کرے کبھی کسی سورۃ کے شروع میں اور کبھی کسی میں۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ ہی میں بسم اللہ پڑھنا متعین نہیں۔ اور قُلْ هُوَ اللّٰه کا تین مرتبہ پڑھنا کسی دلیل سے ثابت نہیں اور (ختم کے بعد دوسری رکعت میں) مُفْلِحُوْن تک پڑھنے میں سب کا اتفاق ہے۔ (ملفوظات اشرفیہ)

کسی مقتدی کی رعایت میں دوبارہ قرآن شریف پڑھنا ممنوع ہے

سوال: کسی خاص شخص کی رعایت میں دوبارہ قرآن شریف پڑھنا مثلاً ایک شخص کا ناغہ ہو گیا اور قرآن پاک سننے سے رہ گیا تو دوسرے روز پھر اسی کو پڑھنا جو کل پڑھا جا چکا ہے، یہ درست ہے یا نہیں۔ اس میں مقتدیوں کو بار اور تکلیف اور وقت کی تنگی ہوتی ہے، امام صاحب اکثر ایسا کرتے ہیں، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: نماز تو ایسے امام کے پیچھے جائز ہے مگر خود یہ فعل کہ ایک شخص کی رعایت کرے اور دوسروں کو گرانی ہو، مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر یہ شخص فسادی ہے کہ اس سے ضرر کا اندیشہ ہے تو مکروہ بھی نہیں۔ (شامی) (امداد الفتاوی)

دو رکعت میں بیٹھنا بھول گیا اور چار پوری کر لیں تو کتنی رکعتیں ہوں گی اور کتنے قرآن کا اعادہ ضروری ہوگا

سوال: تراویح میں اگر دو رکعت کی جگہ امام چار پڑھ جائے اور درمیان میں قعدہ نہ کرے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے تو تراویح کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ہوں گی تو دو ہوں گی یا چار، اور اگر دو ہوں گی تو اول کی دو یا آخر کی۔ اور کون سی رکعت کے قرآن شریف کے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہوگی؟

الجواب: (۱) اگر تراویح میں دوسری رکعت پر قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، بیٹھ جائے اور با قاعدہ سجدہ سہو کر کے نماز پوری کر لے۔

(۲) اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو چوتھی رکعت ملا کے سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے لیکن یہ چار رکعت صرف دو رکعت شمار ہوں گی۔ یعنی دونوں شفعہ مل کر ایک شفعہ سمجھا جائے گا۔ اور جب مجموعہ شفعہ معتبر نہ ہوگا تو ایک شفعہ اور پڑھا جائے گا (یعنی دو رکعت اور پڑھی جائیں گی) اب رہی یہ بات کہ کون سے شفعہ کا پڑھا ہوا قرآن شریف معتبر ہوگا اور کون سا قابل اعادہ؟ تو یہ اس پر موقوف ہے کہ پہلے یہ متعین کیا جائے کہ کون سا شفعہ تراویح ہے کہ اس میں پڑھا ہوا قرآن معتبر ہو، اور کون سا نفل کہ اس میں پڑھا ہوا قابل اعادہ ہو۔ سو اس میں مجھے تردد ہے میرے خیال میں اگر صرف اعادہ قرآن کے حق میں سہولت کے لیے دوسرے قول پر عمل کر لے (یعنی اس قول پر) جو دونوں شفعہ کو معتبر کہتے ہیں تو گنجائش ہے۔ بس شفعہ تو ایک اور پڑھ لے (یعنی دو رکعت تو اور پڑھ لے) اور قرآن شریف جو پڑھا جا چکا اس کا اعادہ نہ کرے۔ (امداد الفتاوی)

(۳) اور اگر دوسری رکعت پر بقدر تشہد قعدہ کر کے کھڑا ہوا ہے اور چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرا ہے تو چاروں رکعتیں صحیح ہوں گی اور سب تراویح میں شمار ہوں گی اور سجدہ سہو کی حاجت نہ ہوگی۔

(۴) اور اگر تین رکعت پر قعدہ کر کے سلام پھیر دیا تو پہلا شفعہ صحیح ہو گیا اور تیسری رکعت بے کار گئی۔ اس تیسری رکعت میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کا اعادہ کرنا (یعنی دوبارہ پڑھنا یقیناً) ضروری ہوگا۔ (امداد الفتاوی)

اہم مسئلہ رکوع میں سجدہ تلاوت کی ادائیگی

مسئلہ: سجدہ کی آیت پڑھ کر اگر فوراً رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں یہ نیت کر لے کہ میں سجدہ تلاوت کی طرف سے بھی یہ رکوع کرتا ہوں تب بھی وہ سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا اور اگر رکوع میں یہ نیت نہیں کی تو رکوع کے بعد جب سجدہ کیا جائے گا تو اسی سجدہ سے سجدہ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا چاہے کچھ نیت کرے چاہے نہ کرے (بشرطیکہ سجدہ کی آیت پڑھنے کے بعد فوراً رکوع کیا ہو) (بہشتی زیور)

حضرت تھانویؒ کے یہاں تراویح میں جب مجمع بہت زیادہ ہوتا تو اس قدر کثیر مجمع میں سجدہ تلاوت کرنے میں دقت تھی اور بہتوں کی نماز جاتے رہنے کا اندیشہ تھا (کہ کوئی سجدہ میں

جائے اور کوئی رکوع میں) اس لیے اس روایت پر بھی عمل کیا جاتا کہ آیت سجدہ کے بعد اگر فوراً رکوع کیا جائے تو سجدہ تلاوت بھی ادا ہو جاتا ہے۔ (معمولات اشرفی)

مسئلہ: اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور نماز میں (کسی طریقہ سے بھی) سجدہ نہ کیا تو اب نماز کے بعد سجدہ کرنے سے ادا نہ ہوگا ہمیشہ کے لیے گناہ ہوگا اب سوائے توبہ و استغفار کے اور کوئی صورت معافی کی نہیں۔ (بہشتی زیور)

ستائیسویں شب کو کلام مجید پورا کرنا کیسا ہے

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ستائیسویں شب کو کلام اللہ ختم کرنے کی عادت کیسی ہے؟ کیا بدعت ہے؟ فرمایا التزام نہ کرے (یعنی اس کو ضروری نہ سمجھے) ہاں متبرک رات ہے اور ہر رکعت میں ایک رکوع کے حساب سے ستائیسویں شب کو ختم ہوتا ہے۔

ایک صاحب نے پوچھا کہ اس صورت میں ایک رکعت میں چھوٹا رکوع اور ایک میں بڑا ہونا لازم آتا ہے فرمایا نوافل میں یہ جائز ہے، اور معلوم نہیں یہ رکوع کس نے مقرر کئے ہیں عرب میں پتہ بھی نہیں۔ (حسن العزیز)

قل ھو اللہ تین مرتبہ پڑھنے کا حکم: ایک صاحب نے سوال کیا کہ عام رواج اس وقت یہ ہے کہ ختم قرآن کے موقع پر سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھتے ہیں اور بنیاد اس کی یہ سمجھتے ہیں کہ تین بار سورۃ اخلاص پڑھنے سے پورے قرآن کریم کا ثواب ملتا ہے اس لیے تین دفعہ اس کو پڑھنے سے ایک قرآن کا ثواب اور ملے گا۔

اس کے متعلق فرمایا، تراویح میں تین مرتبہ پڑھنے کی رسم بعض علماء کے نزدیک تو مکروہ ہے اور بعض علماء کے نزدیک جواز بلا کراہت ہے مگر اوّلیت (یعنی افضلیت) کسی کے نزدیک بھی نہیں۔ اس لئے مستحب اور اولیٰ سمجھنا تو سخت غلطی ہے۔

اور تراویح میں تین مرتبہ قل ھو اللہ پڑھنے کی محض رسم ہی رسم ہے اور یہ بات جو کہی جاتی ہے کہ تین بار سورۂ اخلاص پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے، یہ بھی ٹھیک نہیں اس لیے کہ حدیث کے الفاظ سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ اخلاص ثلث قرآن ہے، نہ یہ کہ تین بار پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملے گا۔

اور راز اس کا یہ ہوسکتا ہے کہ سارے قرآن مجید میں امہات مسائل (یعنی اہم مضامین صرف) تین ہیں۔ توحید، رسالت، معاد (یعنی قیامت و آخرت) پورا قرآن ان ہی تین اجزاء اور

مضامین کی شرح ہے تو سورۃ اخلاص میں توحید کامل درجہ کی ہے، اس لیے ایک جزء توحید ہونے کی وجہ سے یہ سورۃ اس ثلث کے برابر ہوئی جو توحید پر مشتمل ہے۔

اور اگر ثواب کو تسلیم کیا جائے تو شاہ محمد اسحاق صاحبؒ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ سورۂ اخلاص پڑھنے سے ثلث قرآن کا ثواب ملے گا، تو تین دفعہ پڑھنے سے تین ثلث قرآن کا ثواب ملے گا، اور تین ثلث سے پورا قرآن ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کسی نے دس پارہ تین دفعہ پڑھے، ظاہر ہے کہ اس طرح پڑھنے کو پورا قرآن نہیں کہتے۔ (حسن العزیز)

رمضان میں اور ختم قرآن کے روز مسجد کی سجاوٹ

رمضان میں بعض لوگ مسجد کو تماشا گاہ بنا دیتے ہیں جس کی کراہت حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا لَتُزَخْرِفُنَّ الْمَسَاجِدَ كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصَارىٰ۔ (البتہ تم مسجدوں کو اس طرح مزین اور آراستہ کرو گے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا تھا)۔

آج کل عام طور پر مسجدوں کو آراستہ کیا جاتا ہے (خصوصاً ختم قرآن کے روز یا بارہ ربیع الاول کے موقع پر) مجالس اسلامیہ کو آرائش و زیبائش سے تھیٹر بنا دیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں ہم کو ان سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے۔

حضرات! آپ تو جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی کیجئے اور کفار کا یہ نفسانی مقابلہ چھوڑ دیجئے۔ یہود اپنی زینتیں دکھلائیں، نصاریٰ اپنی زینتیں دکھلائیں اور ایک مسلمان پھٹا ہوا کرتا پہن کر نکلے گا تو خدا کی قسم سب کی رونقوں کو مات کر دے گا، خدا نے آپ کو وہ حسن دیا ہے کہ آپ کو زینت کی حاجت ہی نہیں۔ سلامی مجلس کے لئے یہ حسن اور شرف کیا کم ہے کہ وہ حقیقی اسلام کی طرف منسوب ہے اسلامی مجلس ایسی ہونا چاہئے کہ دور سے دیکھ کر خبر ہو جائے کہ اسلامی مجلس ہے یہ کسی ناچ ورنگ کی محفل یا تھیٹر یا سرکس کا سٹیج نہیں ہے، اسلامی مجلس باہر سے بالکل سادہ ہو اندر پہنچو، تو صحابہ کا رنگ جھلکتا ہو، یہ نہ ہو کہ بازاری عورتوں کی طرح گلے میں پھولوں کے ہار پڑے ہوں، لباس نہایت پر تکلف اور ایک ایک چیز اور ہر ہر ادا سے رؤساء کا سا تکبر نمایاں ہو، اور حقیقت کا پتہ نہیں۔

صحابہ کے طرز کو دیکھئے مدینہ کی سادی مسجد میں ٹوٹے ہوئے بوریوں پر بیٹھے ہیں اور حوصلہ اس قدر بلند ہے کہ سلطنت روم و فارس (جو دنیا کی عظیم الشان سلطنتیں تھیں ان) کا فیصلہ کر

رہے ہیں اور سب خوف زدہ ہیں کہ دیکھئے یہ بوریہ نشیں ہماری قسمت کا کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ سارا جہاں لرزاں ہے کہ یہ پھٹے کپڑے پہننے والے کیا کریں گے۔

حضرات! یہ نمونہ تھا کام کرنے والوں کا۔ یہ فیشن، یہ وضع اور یہ شان و شوکت ان حضرات میں کہاں تھی۔ اگر واقعی کام کرنا ہے تو کسی چیز میں شان و شوکت کا خیال مت کرو۔ (اصلاح انقلاب)

ختم کے روز مسجد کی سجاوٹ اور ضرورت سے زائد روشنی کرنے میں شرعی قباحتیں

رمضان میں مسجد میں روزانہ اور خصوصاً ختم کے روز کثرت سے روشنی کرنے اور سجاوٹ کا اہتمام کیا جاتا ہے اس میں بہت سے مکروہات ہیں۔

۱۔ اسراف (یعنی فضول خرچی) کہ اس قدر تیل اور بتی مفت ضائع ہو جاتا ہے اگر یہی رقم مسجد کے کسی ضروری کام میں مثلاً رسی ڈول، فرش لوٹے (بجلی کے کرایہ) وغیرہ میں صرف کی جائے تو کس قدر مدد پہنچے۔ اور اسراف (فضول خرچی) کا حرام ہونا قرآن پاک میں آیا ہے۔

۲۔ اکثر روشنی کرنے والوں کی نیت وہی ناموری (شہرت دکھلاوے کی) ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ایسا اہتمام کیا۔

۳۔ مسجد تماشا گاہ بنتی ہے، عبادت گاہ کو تماشا گاہ بنانا کس قدر تعجب کی بات ہے۔

۴۔ نمازیوں کی توجہ اسی کی طرف ہو کر رہ جاتی ہے، نماز میں خیال بٹتا ہے، نماز میں خشوع و خضوع فرض ہے جو چیز خشوع میں خلل انداز ہوگی بے شک مذموم ہوگی۔ خصوصاً مہتمم (یعنی انتظام کرنے والے) کی طبیعت تو بالکل اسی میں مشغول رہتی ہے کہ فلاں چراغ (بلب یا راڈ) بجھتا ہے یا بھڑکتا ہے، فلاں کو ابھارنا چاہئے، فلاں کو کم کرنا چاہئے نماز و ماز خاک نہیں۔ (اصلاح الرسوم)

مسجد کی سجاوٹ اور چراغوں کی کثرت سے اسلام کی عزت نہیں

رمضان شریف میں ایک بدعت ختم کے روز چراغوں کی کثرت (اور مسجد کی سجاوٹ کی) ہے اور لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس میں تو اسلام کی شوکت ہے ہم کہتے ہیں کہ رمضان ہی میں شوکت اسلام کی ضرورت ہے یا باقی تمام مہینوں میں بھی تو ہمیشہ بہت سے چراغ جلایا کیجئے یا یوں کہئے کہ اور دنوں میں اسلام کے چھپانے کا حکم ہے۔

خوب جان لیجئے اسلام کی شوکت اعمال صالحہ ہی میں ہے۔

آپ نے حضرت عمرؓ کا قصہ سنا ہوگا کہ جس وقت ملک شام گئے ہیں اور نصاریٰ کے شہر کے پاس پہنچے تو کپڑوں میں پیوند لگے ہوئے تھے، اونٹ کی سواری تھی اس پر بھی خود سوار نہیں تھے غلام سوار تھا لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں اظہار شوکت کا موقع ہے کم سے کم گھوڑے پر سوار ہو جایئے آپ نے بہت اصرار کے بعد منظور کر لیا جب سوار ہوئے تو گھوڑے نے کودنا، چھلنا شروع کیا آپ فوراً اتر ے کہ اس سے نفس میں عجب پیدا ہوتا ہے۔ اللہ اکبر!

کیا پاکیزہ نفس تھا اپنے قلب کا ہر وقت خیال رہتا تھا اور اظہار شوکت کے جواب میں فرمایا کہ نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ ہم وہ قوم ہیں کہ اسلام ہی سے ہماری عزت ہے چراغوں سے کہیں شوکت ہوسکتی ہے؟ اسلام کی شوکت تو اسلام ہی سے ہے اسلام کو کامل کرو، میں کہتا ہوں کہ دلوں کو ٹٹول کر دیکھو کہ اگر اور کوئی شخص تمہارے علاوہ مسجدوں کی زینت کرے، تو تمہیں ویسے خوشی ہوگی جیسی کہ اس بات سے ہوتی ہے کہ ہم نے اپنے خرچ یا اہتمام سے زینت کی ہے۔ غور کر لیجئے کہ اتنی نہ ہوگی بس معلوم ہوا کہ صرف اپنا نام جتانے کے لیے ہے ورنہ اظہار شوکت دونوں حالت میں برابر تھا۔ (تطہیر رمضان)

ختم کے روز شیرینی تقسیم کرنے کے منکرات

ختم کے روز اکثر مسجدوں میں معمول ہے کہ شیرینی تقسیم ہوتی ہے ہر چند کہ قرآن مجید کا ختم ہونا بہت بڑی نعمت ہے جس کے شکریہ اور خوشی میں کوئی چیز تقسیم کرنا بہت اچھی بات ہے مگر اس میں بھی بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

۱۔ چونکہ اس کا عام رواج ہو گیا ہے حتیٰ کہ اگر شیرینی تقسیم نہ ہو تو عام طور پر لوگ ملامت اور طعن کرتے ہیں۔ اس لیے تقسیم کرنے والوں کی نیت اکثر اچھی نہیں رہتی صرف الزام سے بچنے کے لیے مجبوراً تقسیم کرتے ہیں خواہ گنجائش ہو یا نہ ہو، بعض اوقات سوچنا بھی پڑتا ہے مگر پھر یہی خیال ہوتا ہے کہ بھلا کیسے تقسیم نہ ہو لوگ کیا کہیں گے اور ریاء و تفاخر کا حرام ہونا اور ریاء و فخر کے لیے جو فعل ہو، اس کا معصیت ہونا سب کو معلوم ہے۔

۲۔ اکثر جگہ چندہ سے شیرینی آتی ہے اور محلہ والوں اور نمازیوں سے زبردستی چندہ لیا جاتا ہے اور یہ بھی جبری ہے کہ ان کو مجمع میں شرمندہ کیا جائے یا ایسا شخص چندہ مانگے جس کی وجاہت (اور رعب) کا اثر پڑے چونکہ حدیث میں وارد ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی دلی مرضی کے بغیر حلال نہیں اس لیے ایسے چندہ سے جو چیز خریدی جائے گی سب ناجائز ہے۔

۳۔ اس روز مٹھائی کی لالچ سے ہر طرح کے لوگ مسجد میں بھر آتے ہیں، بے نمازی، ننگے پیر، بچے جن کی پاکی ناپاکی کا بھی کچھ اعتبار نہیں وہ سب پوری مسجد اور مسجد کے فرش کو ملوث کرتے ہیں اور شوروغل اس قدر ہوتا ہے کہ نمازیوں کو تشویش ہوتی ہے (اور سب کی نماز خراب ہوتی ہے)۔

۴۔ مجمع کو سنانے کے لیے خود حافظ صاحب اس روز خوب بنا کر پڑھتے ہیں۔ ریا کا مذموم ہونا سب جانتے ہیں۔

۵۔ پھر تقسیم کے وقت جو کچھ دھول دھپا، شوروغل، گالی گلوچ، ہوتا ہے وہ سب کو معلوم ہے، اسی طرح اور بہت سی خرابیاں ہیں۔ البتہ اگر شکریہ کے واسطے دل چاہے تو حسب گنجائش بلا اعلان جو کچھ میسر ہو، نقد یا غلہ یا کھانا یا شیرینی مستحقین کو بلا پابندی دے دینا بہت مستحسن (اچھا عمل ہے) (اصلاح الرسوم)

مٹھائی تقسیم کرنے کے منکرات

اور ایک منکر ختم کے روز شیرنی کا تقسیم کرنا ہے اور اس کا منکر ہونا اگرچہ ظاہر کے خلاف ہے لیکن میں سمجھائے دیتا ہوں، یہ مٹھائی اگر ایک شخص کی رقم سے آتی ہے تو اس کا مقصود ریا وشہرت اور فخر کرنا ہوتا ہے (اور یہ ناجائز ہے) اور اگر چندہ سے ہوتی ہے تو چندہ وصول کرنے میں جبر سے کام لیا جاتا ہے اور جبر جس طرح جسم کو تکلیف پہنچا کر ہوتا ہے۔ اسی طرح قلب کے ذریعہ بھی جبر ہوتا ہے۔ جب ہم نے دوسرے کو دبایا، شرمایا تو پھر جبر میں کیا شبہ رہا۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اس کا حکم اس غصب (ڈاکہ) کا سا ہے جو لاٹھی کے زور سے ہو، اللہ میاں اس تھوڑے ہی میں برکت دیتے ہیں جو دلی مرضی اور خوشی سے دیا جائے اسکا خیال بہت ہی کم لوگ کرتے ہیں۔ (تطہیر رمضان)

الغرض مٹھائی میں کبھی جبر ہوتا ہے کبھی تفاخر ہوتا ہے اور اس کا امتحان یوں ہوسکتا ہے کہ اگر درمیان نماز میں آدمی زیادہ جمع ہو جائیں تو مٹھائی کی فکر پڑ جاتی ہے، نمازیوں کو بھی اور انتظام کرنے والوں کو بھی انتظام کرنے والوں کو تو اپنی عزت کی فکر پڑ جاتی ہے اور نمازیوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اب ایک ہی ایک بتاشہ ملے گا۔ خشوع تو کوسوں دور گیا۔

اس کے علاوہ اکثر بے نمازی آتے ہیں اور تعجب نہیں کہ ان میں بعض ناپاک بھی ہوتے ہوں اور پھر باتیں کرتے ہیں غیبتیں کرتے ہیں۔ لغویات بکتے ہیں، مٹھائی کیا آئی کہ اتنے گناہ چپکا لائی۔ (تطہیر رمضان)

ختم کے روز خوشی میں کچھ تقسیم کرنے کا طریقہ

ایک منکر ختم کے روز مٹھائی تقسیم کرنا ہے، اس کو لوگ چونکہ ضروری سمجھنے لگے ہیں، اس لیے اس کو بھی چھوڑنا چاہئے اگر تم کو قرآن شریف ختم ہونے کا شکریہ ادا کرنا ہے تو گھر جا کر اور مٹھائی منگا کر سب کے یہاں حصہ لگا کر بھیج دو، مسجد میں تقسیم نہ کرو اور ایسے ہی بڑے خرچ کرنے والے ہو تو اناج (غلہ) تقسیم کر دو، روپیہ تقسیم کر دو، بکرا، گائے، ذبح کر کے (اس کا گوشت) تقسیم کر دو، مٹھائی ہونا فرض نہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کی جب سورہ بقرہ ختم ہوئی تو انہوں نے ایک اونٹنی ذبح کی تھی۔ مسجد میں تقسیم کرنے سے بڑی بے لطفی اور مسجد کی بے ادبی ہوتی ہے اور بڑا شور و غل ہوتا ہے۔

لکھنؤ میں ہمارے ایک دوست تھے وہ کبھی میلاد کی مجلس بھی کیا کرتے تھے مگر منکرات سے خالی گو ہم عوام کے مفاسد کی وجہ سے اس کو بھی پسند نہیں کرتے۔ غرض وہ یہ عمل کرتے تھے اور جس جس کو بلانا ہوتا، فہرست کے ساتھ مٹھائی بھیج دیتے تھے اب جس کا جی چاہے آئے، اور جس کا جی چاہے نہ آئے اور نیز اب جو کوئی آئے گا تو خلوص سے آئے گا مٹھائی کی لالچ میں نہ آئے گا۔ اور ختم قرآن کریم کے موقع پر ۲۰۔۲۵ غرباء و مساکین پر تقسیم کر دیتے تھے مٹھائی ہونا کوئی ضروری نہیں۔

ہم نے ایک مرتبہ اپنے ختم قرآن کے شکریہ میں کباب تقسیم کیے تھے اور تقسیم کا وقت بھی بدل دیا افطار کے وقت تقسیم کر دیئے تھے ایک قاری صاحب تھے وہ ختم قرآن کے موقع پر گوشت روٹی کی دعوت کیا کرتے تھے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان مولویوں نے سب خرچ بند کر دیئے صاحبو! خرچ کو کون بند کرتا ہے۔ میں نے تو خرچ کی بہت سی صورتیں بتلا دیں مٹھائی کو جو منع کیا جاتا ہے وہ منکرات کی وجہ سے روکا جاتا ہے۔ (التہذیب)

ختم قرآن کے روز حضرت تھانویؒ کا معمول

ایک مرتبہ احقر کو ۲۸ رمضان کو تھانہ بھون حاضر ہونے کا موقع ملا۔ غالب خیال یہ تھا کہ قرآن ختم ہو گیا ہوگا کیوں کہ اکثر جگہ ستائیسویں کو ختم ہو جاتا ہے نیز مسجد کی کسی ہیئت یا جماعت میں معمول کے خلاف کوئی تبدیلی نہ تھی اور اس کے خلاف کا خیال بھی نہ ہوا۔ اور اتفاق کی بات کہ حضرت نے تراویح بھی سورہ وَالضُّحٰی سے شروع کی اس سے اور یقین ہو گیا کہ ختم قرآن ہو گیا

ہے کیوں کہ قرآن ختم ہوجانے کے بعد اکثروَالضُّحیٰ سے پڑھتے ہیں۔

لیکن جب حضرت نے سورہ اِقْرَاء پر بسم اللہ پڑھی تو خیال ہوا کہ آج ہی ختم کا دن ہے۔ چنانچہ یہ خیال صحیح نکلا۔ختم کے بعد دعاء مانگی گئی۔مگر اس میں معمول سے کوئی خاص زیادتی نہ تھی۔سردی کا موسم تھا،نماز مسجد کے اندر کے حصہ میں ہوتی تھی،سوائے اس ایک چراغ کے جو روز جلتا تھا،دوسرا چراغ بھی نہ تھا،نہ جماعت میں آدمی زیادہ تھے،نہ مٹھائی بٹی،اور نہ کوئی خاص بات ایسی ہوئی۔جس سے ظاہر ہو کہ آج ختم ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دے دیجئے کہ تھوڑی مٹھائی بانٹ دوں؟ فرمایا آج نہیں اگر آپ کا بہت جی چاہے تو کل کو بانٹ دینا نہ اجوائن وغیرہ پر دم کیا گیا حضرت نے اس کو بالکل حذف کردیا ہے اب لوگ نہیں لاتے ہیں نہ حضرت نے قل ھو اللہ تین بار پڑھی البتہ دوسری رکعت میں مُفْلِحُوْن تک پڑھا۔(معمولات اشرفی)

شبینہ کا فی نفسہ حکم: اگر شبینہ میں ختم کرنا مقصود ہے تو یہ بھی امرِ حسن ہے جتنی ہمت ہو قرآن شریف پڑھو،(سنو)

(شبینہ فی نفسہٖ جائز ہے اس لیے) میں شبینہ کو نہیں روکتا،چنانچہ پانی پت میں اس کا اب تک رواج ہے وہاں کے لوگوں کو میں منع نہیں کرتا کیوں کہ ان کو واقعی شوق ہے،بشرطیکہ ہو تراویح میں،کیوں کہ نفلوں کی جماعت مکروہ ہے۔

دوسرے اس میں اعلان کی ضرورت نہیں تاکہ ریا سُمعہ یعنی (دکھلاوے اور شہرت) سے خالی رہے۔(عصم الصوف)

مروّجہ شبینہ: (لیکن) مروجہ شبینہ میں تو کچھ پوچھئے ہی نہیں کیا حال ہوتا ہے۔ شبینہ پڑھنے والے پانچ چھ گھنٹہ میں قرآن ختم کرلیتے ہیں اور وہ پانچ چھ گھنٹے مقتدیوں کو پانچ مہینے کے برابر ہوجاتے ہیں پہلے یہاں بھی شبینہ کا رواج تھا،بڑی گڑبڑ ہوتی تھی اس گڑبڑ کو دیکھ کر میں نے شبینہ کی مخالفت کی کیوں کہ لوگوں کو یہاں شوق تو تھا نہیں محض نام ونمود (دکھلاوا) مقصود تھا کہ ہم نے ایک رات میں قرآن سنا۔

حالت یہ ہوتی تھی کہ مقتدی پڑے ہوئے ہیں اور امام کھڑا پڑھ رہا ہے پھر وہ بھی ایسا تیز پڑھ رہا تھا کہ قرآن بھی بہت کم سمجھ میں آتا تھا،اور سمجھانے کی اس کو ضرورت ہی کیا تھی جب سننے اور سمجھنے والے ہی نہ ہوں کیوں کہ مقتدی تو اکثر لیٹے ہوتے تھے۔

ایک جگہ کا واقعہ ہے کہ ایک حافظ صاحب شبینہ میں پلنگ پر لیٹے ہوئے امام کو لقمہ دے رہے تھے جس سے ساری رات کی محنت ہی ضائع ہوگئی کیوں کہ یہ لقمہ نماز کو فاسد کرنے والا ہے جیسے کھانے کا لقمہ نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

اور ایک جگہ تو شبینہ میں قرآن ختم ہونے سے پہلے صبح ہوگئی اور صبح صادق کے بعد کا ذبین (جھوٹے لوگوں) نے شبینہ پورا کیا الغرض گڑبڑ کی وجہ سے میں نے شبینہ کی مخالفت کی، باقی جن مقامات پر لوگوں کو قرآن سننے کا شوق ہے اور دیگر منکرات ومفاسد بھی نہیں پائے جاتے وہاں میں شبینہ کو منع نہیں کرتا۔ (منکرات ومفاسد کی تفصیل آگے آرہی ہے) (مسم الصوف)

مروّجہ شبینہ کے منکرات و مفاسد اور ان کا شرعی حکم

بعض لوگ ایک ہی شب میں ختم کرتے ہیں جسے شبینہ کہتے ہیں اس میں کئی بدعتیں (اور مفاسد) ہیں۔

۱۔ غور کر کے دیکھ لیجئے کہ اس میں نیت صرف نمود (دکھلاوے) کی ہوتی ہے کیا امام اور کیا مہتمم (یعنی انتظام کرنے والے) اور کیا سامعین (سب ہی کا ایک حال ہے) امام تو داد ملنے کے امیدوار رہتے ہیں کہ جہاں سلام پھیرا اور لوگوں نے منہ پر تعریف کر دی تو خوش ہو گئے ورنہ پڑھا بھی نہیں جاتا۔ حدیث شریف میں منہ پر تعریف کرنے والے کے لیے حکم ہے کہ اس کے منہ میں خاک جھونک دو، اور امام صاحب کے قلب پر بھی تعریف کا اثر ہوتا ہی ہے اور اسی تعریف کی وجہ سے تو بعض امام لقمہ بھی نہیں لیتے، محض اس وجہ سے کہ لوگ کہیں گے کہ اچھا یاد نہیں۔

۲۔ اور مہتمم (یعنی انتظام کرنے والے حضرات تو) شبینہ میں شامل ہی نہیں ہوتے، ان کو چائے پانی کے انتظام ہی سے فرصت نہیں ہوتی میں پوچھتا ہوں کہ شبینہ سے چائے پانی مقصود ہے یا قرأت وسماعت (یعنی سننا اور پڑھنا) البتہ چائے سے سننے اور پڑھنے میں مدد مل جاتی ہے مگر یہ چیزیں جب اصل مقصود میں خلل انداز ہوں تو پھر ذریعہ کہاں رہا۔ (گویا چائے پانی ہی کو مقصود بنالیا) اور یہ بھی جانے دیجئے منتظمین حضرات کو تو یہ ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں فلاں مسجد سے اچھا انتظام رہا۔ بس چائے پانی اچھا رہا مگر اصلی شئی تو اچھی نہیں رہی۔

۳۔ اور رہے سامعین تو انصاف سے بتلایئے کہ وہ قرآن شریف سننے کے لیے آتے ہیں یا نماز کے ساتھ دل لگی کرنے کو کچھ کھڑے ہیں، کچھ بیٹھے ہیں، کچھ کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں کبھی بیٹھ جاتے ہیں، گڑبڑ ہوتی، کبھی کچھ لوگ بیٹھ بھی نہ سکے تو نیت توڑ کر لیٹے لیٹے سن رہے

ہیں، بے چارے کریں بھی کیا، گھنٹوں تک کیسے کھڑے رہ سکتے ہیں اور بعض لوگ جو اپنے اوپر جبر کر کے کھڑے بھی رہتے ہیں تو امام کی غلطیوں کو چھوڑتے جاتے ہیں وہ خواہ کیسی ہی غلطی کرتا چلا جائے بتلا نہیں سکتے کیوں کہ حرج ہوگا، اور قرآن شریف ختم سے رہ جائے گا۔

اور بعض لوگ تو یہ غضب کرتے ہیں کہ خارج صلوٰۃ لقمہ دیئے چلے جاتے ہیں، اس صورت میں اگر امام نے لقمہ لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اور گھنٹوں کی محنت ضائع ہوگی

۴۔ بعض حافظ اپنا اپنا پڑھنے کے بعد شبینہ سنانے والے کو مغالطہ دینے آتے ہیں (اور خواہ مخواہ لقمہ دینے کی کوشش کرتے ہیں) کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سننے کے لیے آئے ہیں۔

۵۔ اور ایک خرابی یہ کہ اکثر نفل کی جماعت لازمی آتی ہے کیوں کہ چند ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اس کو تراویح کی جماعت میں کرتے ہوں، کیوں کہ سب مقتدیوں سے یہ نہیں ہوسکتا کہ شروع سے آخر تک شریک رہیں، اور اسی کو تراویح رکھیں اس لیے تراویح علیحدہ پڑھ لیتے ہیں پھر (اکثر لوگ) نفلوں میں اس کو پڑھتے ہیں اور نفلوں کی جماعت مکروہ ہے، غرض بہت سے منکرات اس شبینہ میں لازم آتے ہیں۔ ان سب صورتوں کو ملا کر آپ ہی کہہ دیجئے کہ یہ نماز ہے یا کھیل۔ ظاہری احکام کے لحاظ سے بھی تو نماز صحیح نہ ہوئی، خشوع وخضوع کا تو ذکر ہی کیا۔ (ان حالات میں کیسے اجازت دی جاسکتی ہے) البتہ اگر شبینہ ہی مقصود ہے تو بہتر لیکن سب منکرات مذکورہ سے بچو۔ (تطہیر رمضان)

شبینہ میں ہونے والے منکرات کی تفصیل

بعض حفاظ کی عادت ہے کہ لیلۃ القدر میں یا اور کسی رات میں سب جمع ہو کر قرآن مجید ختم کرتے ہیں جس کو شبینہ کہتے ہیں، اول تو بعض علماء نے ایک شب میں قرآن ختم کرنے کو مکروہ کہا ہے کیوں کہ اس میں ترتیل اور تدبّر (غور وفکر) کا موقع نہیں ملتا۔ مگر چونکہ سلفِ صالحین سے ایک روز میں ختم کرنا بلکہ بعض سے کئی کئی ختم کرنا منقول ہے اس لیے اس میں گنجائش ہوسکتی ہے۔

مگر اس میں بہت سے اور مفاسد شامل ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے یہ شبینہ کا عمل مروجہ طریقوں کے مطابق بلاشک مکروہ ہے (اور وہ مفاسد یہ ہیں)

۱۔ ہر شخص کوشش کرتا ہے کہ جس طرح ممکن ہو رات بھر میں قرآن مجید ختم ہو جائے اور اسی وجہ سے نہ ترتیل (وتجوید) کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ غلطی رہ جانے کا غم ہوتا ہے۔ بعض اوقات خود پڑھنے والے یا سننے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں مقام پر غلط پڑھا گیا ہے مگر اس ختم

کرنے کے لحاظ سے اس کو اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں۔

۲۔ اکثر پڑھنے والوں کے دل میں ریا و تفاخر ہوتا ہے کہ زیادہ اور جلدی پڑھنے سے نام ہوگا (تعریف ہوگی لوگ کہیں گے کہ) فلاں نے ایک گھنٹہ میں اتنے پارے پڑھے، اور ریا و تفاخر کا حرام ہونا ظاہر ہے۔

۳۔ بعض جگہ یہ ختم نوافل میں ہوتا ہے اور نوافل کی جماعت خود مکروہ ہے اور اگر تراویح میں پڑھا تو اس میں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ اگر سب مقتدی شریک ہوں تب تو اس پر پورا جبر ہے اور اگر وہ شریک نہ ہوئے تو آج کی تراویح میں جماعت سے محروم رہے یہ جبر اور محروم ہونا دونوں امر مذموم ہیں۔

۴۔ بعض لوگ شوق میں شریک تو ہو جاتے ہیں مگر پھر ایسی مصیبت پڑتی ہے کہ توبہ توبہ کھڑے کھڑے تھک جاتے ہیں پھر بیٹھ کر سنتے ہیں پھر لیٹ جاتے ہیں، ادھر قرآن ہو رہا ہے اُدھر سب حضرات آرام فرما رہے ہیں۔ بعض لوگ آپس میں باتیں کرتے جاتے ہیں، غرض قرآن مجید کی بہت بے ادبی ہوتی ہے، اور اعراض کی سی صورت معلوم ہوتی ہے۔

اسی میں سحری کا وقت آجاتا ہے تو اس ختم کرنے کے خیال سے پڑھنے والے کو سب کے ساتھ سحری میں شریک نہیں کرتے وہ بیچارہ کھڑا ہوا قرآن سنا رہا ہے اور سب کھانا کھا رہے ہیں قرآن کریم سننے کے وقت دوسرا کام کرنا ہرگز جائز نہیں۔

۵۔ بعض حفاظ نماز سے فارغ ہو کر پڑھنے والے کو لقمہ دیتے رہتے ہیں اور سب کی نماز تباہ کرتے ہیں۔

۶۔ بعض جگہ سحری کے لیے چندہ ہوتا ہے اور دبا کر اور شرما کر بھی وصول کیا جاتا ہے جو کہ حرام ہے۔

۷۔ بعض اوقات صبح صادق ہو جاتی ہے اور قرآن کچھ رہ جاتا ہے خواہ مخواہ کھینچ تان کر اس کو پورا کر ڈالتے ہیں، صبح صادق کے بعد فجر کی سنتوں کے علاوہ اور نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ (اصلاح الرسوم)

شبینہ سے متعلق استفتاء اور اس کا جواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کلام مجید ایک رات میں ختم کرنا جس کو عرف میں شبینہ کہتے ہیں خواہ ایک حافظ ختم کرے یا کئی حافظ مل کر پورا کریں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ظاہر حدیث (قال رسول اللہ ﷺ لم یفقه من قرأ القرآن فی اقل من

ثلث ، رواہ الترمذی وابوداؤد (یعنی جس نے تین دن سے کم میں قرآن پڑھا اس نے سمجھا نہیں) سے ممانعت معلوم ہوتی ہے کہ تین روز سے کم میں قرآن ختم کیا جائے اسی وجہ سے بعض علماء نے اس شبینہ کو مکروہ فرمایا ہے۔ لیکن سلف کی عادت ختم قرآن کے سلسلہ میں مختلف منقول ہے حتی کہ بعض بزرگوں نے ایک دن رات میں تین تین ختم کیے ہیں اور بعض نے آٹھ ختم کیے ہیں اس لیے مطلقاً تین روز سے کم میں ختم کرنے کو مکروہ کہنا مناسب نہیں۔

اقرب الی التحقیق (یعنی درست بات یہ) معلوم ہوتی ہے کہ اگر شبینہ میں قرآن صاف صاف پڑھا جائے اور حفاظ کو ریا مقصود نہ ہو کہ فلاں نے اس قدر پڑھا اور فلاں نے اس قدر اور جماعت کسل مند نہ ہو، اور ضرورت سے زیادہ روشنی میں تکلف نہ کریں اور تراویح میں پڑھیں اور ارادہ بھی حصول ثواب کا ہو تو جائز ہے اور حدیث مذکور کے معارض نہیں کیوں کہ ممانعت کی علت عدم تفقہ (سمجھ نہ سکنا) ہے اور جب ایسا صاف پڑھا جائے کہ تفقہ و تدبر ممکن ہو تو ممنوع نہیں۔ چنانچہ بعض سلف کی عادت مذکور ہو چکی اور یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ سلف کے فعل کو مکروہ کہیں۔

اور اگر (حافظ امام) اتنی جلدی پڑھیں کہ حرف تک سمجھ میں نہ آئے نہ زیر، زبر کی خبر، نہ غلطی کا خیال، نہ متشابہ کا اور فقط ریاکاری مقصود ہو اور جماعت بھی ادھر ادھر گری پڑی ہو، یا ضرورت سے زیادہ روشنی ہو، یا تراویح پڑھ کر نوافل کی جماعت میں پڑھیں یہ بے شک مکروہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

با جماعت تہجد میں قرآن سُنانا: کسی کو شوق ہو تو تہجد میں جتنا چاہو قرآن پڑھو اور اس میں جس کا جی چاہے شریک ہو جائے مگر اس میں بھی امام کے علاوہ تین سے زیادہ جماعت میں نہ ہوں، کیوں کہ فقہاء نے اس کو مکروہ لکھا ہے کیوں کہ پھر نفل میں فرض (یا سنت مؤکدہ) جیسا اہتمام ہو جائے گا۔ (تطہیر رمضان)

رمضان شریف میں تراویح کے علاوہ نوافل کی جماعت

سوال: تراویح کے علاوہ نوافل کی جماعت بلا اہتمام جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں آدمیوں کی کچھ تعداد شرط ہے یا نہیں؟

الجواب: فی الدر المختار و لا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد و فی رد المختار و اما اقتداء واحد او اثنین بواحد فلا یکرہ و ثلاثة بواحد فیه خلاف ۔ (شامی، بحر الرائق)

فقہاء کرام کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ صورۃ مسئولہ میں اگر مقتدی ایک یا دو

ہوں تو کراہت نہیں اور اگر چار ہوں تو مکروہ ہے۔ اور اگر تین ہوں تو اختلاف ہے۔ (امداد الفتاوی)

عورتوں کو محراب سننا اور سُنانا: ایک بدعت رمضان میں یہ ہے کہ نامحرم حافظ گھروں میں جا کر عورتوں کو تراویح میں قرآن سناتے ہیں، اس میں بھی چند مفاسد ہیں ایک تو یہ کہ اجنبی مرد کی آواز جب کہ وہ خوش آوازی کا ارادہ بھی کرے، عورت کے لیے ایسی ہی ہے جیسے اجنبی عورت کی آواز مرد کے لیے، اور رواج یہی ہے کہ خوش آواز مرد تلاش کئے جاتے ہیں اور حافظ صاحب بھی مردوں کی جماعت میں تو شاید سادہ سادہ ہی پڑھتے ہوں لیکن یہاں خوب بنا بنا کر پڑھتے ہیں، سو عورتوں کے لئے جماعت کی ضرورت ہی کیا ہے اپنی اپنی الگ تراویح پڑھ لیں، محراب سننے (یعنی تراویح میں قرآن سننے کی) ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر عورت خود حافظ ہیں تو بھی تنہا تنہا اپنی تراویح میں ختم کر لیں اور اگر حافظ نہیں ہیں تو الم ترکیف سے پڑھ لیں اور ناظرہ جتنا ہو سکے پڑھ لیا کریں کیوں کہ روپیہ خرچ کر کے (اگر حافظ کو تراویح سنانے کے لیے بلایا تو گویا روپیہ خرچ کر کے) گناہ مول لیا۔ (تطہیر رمضان)

عورتوں کی با جماعت تراویح: عورتوں کو گھروں میں قرآن سنانا مناسب نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکا گیا ہے تو عقلمند آدمی سمجھ سکتا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں دوری رہے اور یہاں اختلاط (ملنا اور قریب ہونا) لازم آتا ہے۔

ضرورت ہی کیا ہے عورتوں کو قرآن کا ختم سننے کی۔ جب شارع علیہ السلام ہی کی طرف سے لازم نہیں کیا گیا تو ان کے ذمہ کچھ ضروری نہیں ہے۔ بس الم ترکیف سے پڑھ لیا کریں۔

ایک اور خرابی یہ ہوتی ہے کہ جب ایک جگہ حافظ عورتوں کو سنانے کے لیے مقرر کیا جاتا ہے تو سارے محلہ سے عورتیں آ کر جمع ہوتی ہیں اور بلا ضرورت گھر سے نکلنا ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ) عورت چھپانے کی چیز ہے۔ (تطہیر رمضان)

گھر کے اندر کسی حافظ کے پیچھے عورتوں کی تراویح با جماعت کا حکم

بعض عورتوں کا یہ معمول ہے کہ رمضان المبارک میں حافظ کو گھر میں بلا کر اس کے پیچھے قرآن مجید سنتی ہیں اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔

۱۔ جو شخص قرآن مجید سناتا ہے حتی الامکان آواز کو بنا کر لہجہ کو دلکش کر کے پڑھتا

ہے مردوں کا ایسا نغمہ عورتوں کے کان میں پڑنا بے شک قلب کے فتنہ وفساد کا موہم ہے۔ حدیث میں اس کی دلیل واضح ہے۔

۲۔ دوسرے عورتوں کے مزاج میں چونکہ بے احتیاطی ہوتی ہے اس لیے سلام پھیر کر پکار پکار کر باتیں کیا کرتی ہیں اور امام صاحب سنا کرتے ہیں۔ بلا ضرورت عورتوں کا اپنی آواز اجنبی مردوں کے کان میں ڈالنا شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

۳۔ تیسرے بعض مجمع میں تمام عورتیں اس مرد کے اعتبار سے نامحرم ہوتی ہیں، ان میں کوئی بھی اس کی بیوی یا ماں، بہن نہیں ہوتی۔ ایک گھر میں مرد کا اتنی نامحرم عورتوں کے ساتھ جمع کرنا بے شک حکم شرعی کے خلاف ہے۔

اور یہ موٹی سی بات ہے کہ جب شرعاً عورتوں کا مسجد میں جانا منع ہے جس سے معلوم ہوا کہ شریعت کا مقصود یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں دوری رہے پس جب عورتوں کو مردوں کے مجمع میں جانے کی ممانعت ہے، اسی طرح مردوں کو عورتوں کے مجمع میں جانے سے اور عورتوں کو مرد کو بلانے سے کیوں نہ ممانعت ہوگی۔

عورتوں کے لیے یہی مناسب ہے کہ اپنے گھروں میں الگ الگ تراویح پڑھیں، ہاں کسی کا بھائی بیٹا حافظ ہو اور چار عورتیں گھر کی جمع ہو کر اس کے پیچھے قرآن سن لیں تو اس میں مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ یہ شخص فرض جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھے اور اگر دو چار میں کوئی پردہ دار ہو (یعنی ایسی عورت ہو جس سے پردہ ضروری ہو) تو درمیان میں کوئی دیوار یا پردہ وغیرہ حائل ہو۔ اور عورتوں کے جمع ہونے کا اہتمام نہ کیا جائے۔ (اصلاح الرسوم)

عورتوں کو اپنے گھروں میں کسی مرد سے تراویح میں قرآن سننے کا حکم

بعض عورتیں رمضان شریف میں حافظ کو گھر کے اندر بلا کر تراویح میں قرآن مجید سنا کرتی ہیں اگر یہ حافظ اپنا کوئی محرم مرد ہو (یعنی جس سے شرعاً پردہ نہ ہو۔ جیسے بھائی بیٹا) اگر گھر ہی کی عورتیں سن لیا کریں اور یہ حافظ فرض نماز مسجد میں پڑھ کر صرف تراویح کے واسطے گھر میں آجایا کرے تو کوئی حرج نہیں لیکن آج کل اس میں بھی بہت سی بے احتیاطیاں کر رکھی ہیں۔

۱۔ اول بعض جگہ تو نامحرم حافظ گھر میں بلایا جاتا ہے اور اگرچہ نام کا پردہ ہوتا ہے لیکن عورتیں چونکہ بے احتیاط زیادہ ہوتی ہیں اس واسطے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یا تو حافظ جی سے

باتیں شروع کر دیتی ہیں یا آپس میں خود سب پکار پکار کر بولتی ہیں اور حافظ جی سنتے ہیں۔ بھلا بغیر کسی مجبوری کے اپنی آواز نامحرم کو سنانا کب درست ہے۔

۲۔ دوسرے جو شخص قرآن مجید سناتا ہے جہاں تک ہوسکتا ہے خوب آواز بنا کر پڑھتا ہے بعض لوگوں کی آواز اور لَے ایسی اچھی ہوتی ہے کہ ضرور سننے والے کا دل اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے (عشق تک کی نوبت آجاتی ہے) اس صورت میں نامحرم مردوں کی لَے عورتوں کے کان میں پہنچنا کتنی بڑی (اور خطرہ کی) بات ہے۔ (بہشتی زیور)

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ سفر میں ایک غلام کو عورتوں کے سامنے اشعار پڑھنے سے روک دیا تھا اور فرمایا تھا:

"رُوَیْدَکَ یَا اَنْجَشَہ لَا تُکْسِرِ الْقَوَارِیْرَ."

تو جب اس زمانے میں جب کہ سب پر تقویٰ غالب تھا حضور ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی تو آج کل (جبکہ خطرہ بھی ہو تو) کس کو اجازت ہو سکتی ہے۔ (دعوات عبدیت)

۳۔ محلہ بھر کی عورتیں روز کی روز اکٹھی ہوتی ہیں، اول تو عورت کو مجبوری کے بغیر گھر سے باہر پاؤں نکالنا منع ہے اور یہ کوئی مجبوری نہیں کیوں کہ ان کے لیے شریعت میں کوئی تاکید نہیں آئی۔ کہ تراویح جماعت سے پڑھا کرو، پھر نکلنا بھی روز روز کا اور زیادہ بُرا ہے پھر لوٹنے کا وقت ایسا بے موقع (خطرہ) کا ہوتا ہے کہ رات زیادہ ہو جاتی ہے، گلیاں، راستے بالکل خالی، سنسان ہو جاتے ہیں ایسی حالت میں خدا نہ کرے اگر مال یا عزت کا نقصان ہو جائے تو کوئی تعجب نہیں (پھر اس زمانہ میں تو واقعی بڑا خطرہ ہے) خوامخواہ اپنے کو خلجان میں ڈالنا عقل کے بھی خلاف ہے اور شریعت کے بھی خلاف ہے۔ خاص کر بعض عورتیں تو زیور کپڑے وغیرہ پہن کر گلیوں میں چلتی ہیں، ان کے لیے تو اور بھی زیادہ خرابی اور خطرہ کا اندیشہ ہے۔ (بہشتی زیور)

عظمت قرآن

فرمایا: بعض مدارس دینیہ کے معائنے کیلئے جب حاضری ہوئی تو دیکھا کہ کافیہ (عربی گرامری کتاب) پڑھنے کی درسگاہ میں دریاں نہایت عمدہ اور حفظ قرآن پاک کے درجے میں بوسیدہ اور گھٹیا درجہ کی چٹائیاں تھیں دل بے حد غمگین ہوا اور وہاں کے مہتمم صاحب سے گذارش کی گئی کہ یہ کیا حال ہے مقدمات یعنی گرامری وغیرہ کے ساتھ یہ معاملہ اور مقصود یعنی قرآن پاک کے ساتھ یہ معاملہ۔ فرمایا: گھڑی خراب ہو جائے تو شہر میں جو سب سے ماہر گھڑی ساز ہوگا اس کے پاس جاویں گے اور بچوں کی تعلیم قرآن پاک کیلئے سستا اُستاد تلاش کریں گے چاہے وہ کیسا ہی غلط سلط پڑھتا ہو۔ (ارشادات حضرت مولانا ابرارالحق صاحب مدظلہ)

باب

رمضان اور اعتکاف

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ

ترجمہ: اور نہ ملو تم اپنی عورتوں سے جب تک تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔

اَلْمُعْتَكِفُ يَعْتَكِفُ الذُّنُوبَ كُلَّهَا وَ يَجْرِىْ لَهُ الْحَسَنَاتُ كُلُّهَا.

اعتکاف کرنے والا سب گناہوں کو چھوڑتا ہے اور اس کے لئے تمام نیکیاں جاری ہو جاتی ہیں۔

اعتکاف کی فضیلت: جو شخص خلوص کے ساتھ رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف کرتا ہے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور دو حج اور دو عمرے کا ثواب ملتا ہے نیز چالیس دن تک سرحد اسلام کے محافظ کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور جو چالیس دن تک، سرحد اسلام کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دیتا ہے جیسا کہ نومولود بچہ کا حال ہوتا ہے۔ (بہشتی زیور ص ۷۴ ج ۳)

اعتکاف کے اقسام

(۱) **اعتکاف واجب:** یہ نذر کا اعتکاف ہوتا ہے اس کے ساتھ روزہ رکھنا بھی لازم ہوتا ہے۔

(۲) **اعتکاف سنت:** یہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف ہوتا ہے۔ یہ اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے یعنی محلہ کی مسجد میں ایک دو آدمی اعتکاف کریں گے تو پورے محلہ کی طرف سے ذمہ داری ادا ہو جائے گی اور اگر کسی نے بھی نہیں کیا تو پورے محلہ پر ترک سنت مؤکدہ کا گناہ ہوگا۔ اور اس کے لئے روزہ بھی شرط ہے۔

(۳) **اعتکاف مستحب:** اس کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں اور نہ پورا دن شرط ہے جتنا چاہے حسب گنجائش کر سکتا ہے۔ (درمختار کراچی ص ۴۴۲، ۴۴۳ ج ۲)

اعتکاف کے مسائل

اعتکاف سنت کی ابتداء: آخری عشرہ کے اعتکاف کے لئے بیس رمضان کو سورج ڈوبنے سے پہلے مسجد میں داخل ہونا لازم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص۵۰۶ ج۶)

بلاضرورت نکلنا: اعتکاف نذر اور اخیر عشرہ کے اعتکاف میں ضرورت شدیدہ کے بغیر مسجد سے باہر نکلنا حرام اور مفسد اعتکاف ہے۔ (درمختار کراچی ۴۴۴ ج۲)

ضرورت کیلئے نکلنا: غسل واجب، نماز فرض کا وضو، پیشاب، پاخانہ کیلئے بقدر ضرورت مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے۔ اور اسی طرح اگر مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا ہے تو دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے جانا بھی جائز ہے لیکن اس میں فضول وقت نہ گذارے بہت جلد واپس ہو جائے۔ لیکن اگر دیہات کی مسجد میں اعتکاف کیا ہے تو جمعہ کے لئے باہر نکلنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ (درمختار کراچی ص۴۴۵ ج۲، کفایت المفتی ص۲۴۲ ج۴، فتاویٰ محمودیہ ص۱۵۷ ج۳)

وضو کیلئے نکلنا: نفل نماز باوضو رہنے، باوضو سونے اور تلاوت وذکر کیلئے وضو کے لئے باہر نکلنا جائز ہے۔ اس لئے کہ معتکف کا ہر وقت باوضو رہنا مسنون ہے اور اگر مسجد کے اندر ٹب وغیرہ میں وضو کیا جاسکتا ہے تو باہر نکلنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۲۰۶ ج۵)

غسل تبرید: غسل تبرید (ٹھنڈک کیلئے) باہر نکلنا جائز نہیں اگر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (کفایت المفتی ص۲۳۱ ج۴)

استنجاء کے ساتھ غسل تبرید: اگر پاخانہ پیشاب کے لئے باہر نکلتا ہے اور وہیں پر غسل خانہ بھی ہے اور اس میں پانی کی ٹینکی لگی ہوئی ہے یا کسی خاص آدمی نے سمجھداری سے معتکف کے کہے بغیر از خود پانی رکھ دیا ہے تو ایسی صورت میں جب پاخانہ پیشاب کے لئے نکلے تو واپسی میں ضمناً غسل بھی کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۱۴۴ ج۳)

مسجد میں غسل تبرید: اگر مسجد کے اندر بڑا ٹب رکھا ہوا ہے اور غسل کرنے سے غسل کا پانی مسجد میں نہیں گرتا ہے تو اس میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا، نفلی وضو کرنا جائز ہے۔ (بدائع ص۱۱۵ ج۲، شامی کراچی ص۴۴۵ ج۲)

دوسری مسجد میں قرآن سنانے کیلئے جانا: دوسری مسجد میں قرآن سنانے کے لئے جانا ہے تو اگر بوقت اعتکاف اس کی نیت کی تھی تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۵۱۲ ج۶)

احتلام کی وجہ سے نکلنا: اگر احتلام ہو جائے تو آداب مسجد کی رعایت کرتے ہوئے تیمم کر کے باہر نکلے اور بہت جلد غسل کر کے واپس ہو جائے اور اس احتلام کی وجہ سے اعتکاف اور روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ اور سونے کی حالت میں احتلام ہو جانا اور ریح خارج ہو جانا آداب مسجد کے خلاف نہیں۔ (شامی کراچی ص۴۴۵ ج ۲)

کھانا لانے کیلئے نکلنا: اگر کوئی کھانا لانے والا نہیں ہے یا کسی سے کہنے کی ہمت نہیں ہے تو کھانا لانے کے لئے بھی باہر نکل سکتا ہے اس میں دیر نہ لگائے اور کھانا مسجد میں لا کر کھائے۔ (طحاوی علی المراقی ص ۳۸۲۔ کفایت المفتی ص ۲۳۳ ج ۴)

حقہ بیڑی کیلئے نکلنا: حقہ، بیڑی بغیر طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو مغرب کے بعد بہت جلد یہ ضرورت پوری کر کے واپس آ جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۴۶۱۔ فتاوی رحیمیہ ص ۲۰۲ ج ۵) لیکن ایسے لوگوں کو اعتکاف نہ کرنا بہتر ہے۔

ریاح خارج کرنے کیلئے نکلنا: اگر کوئی آدمی ریاحی مریض ہے اس کیلئے اعتکاف ممنوع ہے لیکن اگر اتفاق سے ریح خارج کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو مسجد میں ریح نہ خارج کرے، باہر جا کر ریح خارج کرے اور جلد واپس لوٹ جائے تو اس کی اجازت ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۲۱۴ ج ۵)

لفظ اعتکاف کی حکمت: اس خلوت کا نام اعتکاف رکھا ہے خلوت نام نہیں رکھا، اس لیے کہ یہ فلاسفہ اور حکماء کا نام ہے اس لیے اس کو چھوڑ دیا گیا اس لیے اس کو خلوت سے تعبیر نہ کرنا چاہئے اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ عشاء کو عتمہ نہ کہو اس لئے کہ جاہلیت میں اس وقت کا نام عتمہ تھا آج کل یہ عام غلطی ہو رہی ہے اور منشا اس غلطی کا مؤرخین یورپ کی تقلید ہے وہ یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو بانی اسلام کہتے ہیں وہ لوگ آپ کو بانی اسلام اس بناء پر کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک اسلام نعوذ باللہ حضور ﷺ کا بنایا ہوا ہے اور گھڑا ہوا ہے آسمانی مذہب نہیں ہے اس کی دیکھا دیکھی ہمارے بھائی بھی کہنے لگے اگر اس میں تاویل نہ کی جاوے تو بہت سخت لفظ ہے اور سخت بے ادبی ہے حضور ﷺ کے القاب جو حدیث و قرآن میں آئے ہیں ان سے تعبیر کرنا چاہئے قرآن میں یا ایہا الرسول یا ایہا النبی فرمایا ہے اور حضور ﷺ فرماتے ہیں انا حبیب اللہ ان القاب سے زیادہ باوقعت کون سے القاب ہوں گے جو آپ ان کو چھوڑ کر غیر قوموں کے مخترعہ القاب کو اختیار کرتے ہیں ایسے ہی لفظ خلوت کا قدیم لفظ ہے اللہ تعالی نے ہم کو بجائے اس کے اعتکاف سکھلایا ہے ارشاد ہے:

فَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ اور فرماتے ہیں۔ وَطَهِّرْ بَيْتِیَ لِلطَّائِفِيْنَ وَ الْعَاكِفِيْنَ گو لفظ خلوت کا استعمال بھی جائز ہے، بزرگوں کے کلام میں بھی ہے مگر جس خلوت کا لقب اعتکاف فرمایا ہے۔ وہاں یہ لفظ اختیار کرنا چاہئے۔

ہمارے اعتکاف اور غیروں کی خلوت: یہ کلام تو عنوان میں تھا اور ان کی اور ہماری خلوت میں بدرجہ معنون بھی فرق ہے ہماری خلوت بوجہ رعایت حدود محمود ہے اور ان کی خلوت کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا وجہ یہ ہے کہ جب حدود کی رعایت نہ ہو تو کیسی ہی اچھی چیز ہو وہ بھی مذموم ہو جاتی ہے اور ان کی خلوت میں چند نوع کی کمی تھی اول تو بوجہ طویل ہونے کے ہر شخص اس سے منتفع نہیں ہو سکتا تھا اس لیے مدت العمر تمام تعلقات چھوڑ کر کیسے کوئی شخص محبوس رہ سکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے ایسا مختصر زمانہ اس کے لئے مقرر فرمایا ہے کہ ہر شخص کو آسان ہے اور پھر اس سے زیادہ نافع کما سنبین مفصلاً دوسرے وہ خلوت ایسی جگہ کرتے تھے جہاں پرندہ پر نہ مار سکے یعنی وہ پہاڑوں کے غاروں اور جنگل کے گوشوں میں جا کر بیٹھتے تھے کہ خواہ مخواہ وحشت ہو کر آدمی آدمیت سے نکل کر وحوش میں شامل ہو جاوے اللہ تعالیٰ نے اس کی عجیب و غریب اصلاح فرمائی وہ یہ کہ اعتکاف کو مساجد میں مشروع فرمایا کہ جن سے خلوت مقصود تھی ان سے یکسوئی ہو گئی یعنی ناجنسوں سے اور جن سے یکسوئی مقصود نہ تھی یعنی اپنے ہم جنس ان سے خلوت نہیں ہوئی۔

قصہ: مجھے قصہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ ہمارے حضرت حاجی صاحب تنہا بیٹھے تھے میں وہاں جا پہنچا جب میں نے دیکھا کہ حضرت تنہا تھے میں نے عرض کیا کہ حضرت میں مخل وقت ہوا فرمانے لگے کہ نہیں خلوت از اغیار نہ از یار تم تو اپنے ہم جنس ہو۔

حدیث: اور اسی مضمون کی موید حدیث یاد آئی ارشاد ہے:

الوحدۃ خیر من الجلیس السوء و الجلیس الصالح خیر من الوحدۃ

تنہائی برے ہم نشین سے بہتر ہے اور اچھا ہم نشین تنہائی سے بہتر ہے۔

سبحان اللہ! شریعت نے کیا اعتدال سکھایا ہے......اور راز اس میں یہ ہے کہ خلوت کا مقصود تو یہ ہے کہ مشغولی بحق بڑھے لیکن جب اچھا جلیس کوئی ملے تو اس سے مشغولی مع اللہ بہ نسبت خلوت کے زیادہ ہوتی ہے میں بقسم کہتا ہوں کہ یار موافق سے جس قدر حضور اور مشغولی بڑھتی ہے اس قدر خلوت سے نہیں بڑھتی چنانچہ مجھ کو اس وقت جس قدر لطف بوجہ جلوت کے اس

بیان میں آرہا ہے اس قدر خلوت میں نہیں آتا۔

معتکف کا سامان: اور اس حکمت سے بھی معلوم ہوا کہ معتکف کو اپنا ضروری سامان مسجد میں رکھنا جائز ہے مگر زیادہ بکھیڑا لانا مناسب نہیں۔ کیونکہ اس سے تو وہ بھی گھر بن جائے گا پھر جس طرح گھر میں عبادت و بیداری دشوار تھی وہی بات مسجد میں ہوگئی۔ سب کا حاصل یہ ہوا کہ مسجد میں تو گھر کے فتنہ سے خود کو چھڑا کے لائے تھے وہاں تم نے اتنا بکھیڑا اکٹھا کیا کہ وہ بھی گھر کی طرح ہوگئی۔

مسجد کو صاف رکھو: مسجد کو اس طرح صاف رکھو جیسا ہماری پھوپھی اس کا وصف بیان کرتی تھیں خدا ان کی مغفرت کرے ان کی عادت تھی کہ گھر کا تمام بکھیڑا پھیلاتی بہت تھیں۔ دیگچی کہیں ہے رکابی کہیں ہے چمچہ کہیں ہے اگر کسی نے اعتراض کیا تو کہتی تھیں یہ گھر ہے مسجد کی طرح صاف صاف نہ ہونا چاہئے تو تم مسجد کو بالکل صاف صاف رکھو، سو مسجد میں معتکف کو اتنا بکھیڑا نہ لے جانا چاہئے۔ بعضے آدمی ہوتے بھی ہیں بکھیڑیئے گو گناہ تو نہیں مگر خلاف ادب ہے مسجد میں آئے ہو گھر چھوڑ کے اگر تم نے اسے بھی گھر بنالیا تو مسجد میں آنے کا کیا فائدہ ہوا۔ بعضے بکھیڑیئے کیا کرتے ہیں کہ مسجد میں اعتکاف کے لیے آتے ہیں تو تنہا نہیں آتے۔ ایک پاندان بھی ساتھ ہے اگالدان بھی ہے ایک چائے کا ساوار بھی ہے۔ تمباکو کا تھیلا بھی ہے جو نہیں کھاتے وہ بیچارے بدبو سے پریشان ہوتے ہیں۔ غرض اپنے پیچھے بہت سی علتیں لگا لیتے ہیں اور سب کو گھر کی طرح مسجد میں بھی جمع کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی دلیر ہیں تو وہ حقہ بھی لاتے ہیں خود تو مسجد کے اندر بیٹھے ہیں حقہ باہر رکھا ہے اور گڑگڑ کررہے ہیں۔ حقہ کا قرنطینہ ہے کہ وہ باہر رہے بعضے سگریٹ پیتے ہیں اور دھواں باہر چھوڑتے جاتے ہیں بہرحال اس طرح آتے ہیں کہ خود ہی معتکف نہیں ہوتے ایک آپ کا ساوار پاندان بھی آپ کے پاس معتکف ہوتا ہے حضرت اگر اس کنبہ کو بھی اعتکاف کرانا ہے تو پھر گھر پر ہی اعتکاف کرلیا کیجئے۔

غرض مسجد میں بالکل آزاد ہو کے آنا چاہئے ایک بستر ایک چادر بلکہ آج کل تو گرمی ہے صرف ایک چادر کافی ہے۔ ایک چھوٹا سا تکیہ کھانا پینا بلی سے بچانے کے لئے ایک چھوٹا سا بکس یا ایک چھینکا غرض نہایت مختصر سامان کے ساتھ مسجد میں آنا چاہئے بلکہ اپنے گھر میں بھی نہایت مختصر سامان سے رہنا چاہئے تو مسجد تو پھر خانہ خدا ہے اس میں زیادہ بکھیڑا لانا مناسب نہیں۔

شب قدر کی تلاش: بہرحال مسجد میں معتکف کو اس لیے لایا گیا کہ شب قدر کی

تحری (تلاش) سہل ہو کیونکہ بہت سے آدمی ہونگے جب سب ایک ہی کام میں مشغول ہونگے تو دل بھی لگے گا۔

اور اس میں بھی عجیب حکمت ہے کہ شب قدر کی تاریخ معین نہیں کی کیونکہ مقصود پانچ راتوں میں جگانا تھا۔ پھر سبحان اللہ اس میں یہ کیسا اعتدال ہے کہ متواتر پانچ راتوں میں نہیں جگایا ایک رات جگایا اور ایک رات سلایا، اور پھر اس سونے میں بھی ثواب جاگنے کا دیا اور یہ بات میں اپنی طرف سے گھڑ کے نہیں کہتا حدیث سے ثابت ہے حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص گھوڑا پالے اللہ کے راستے میں تو اس کی لید اس کا پیشاب سب وزن ہو کر اس کو نیکیاں ملیں گی کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ میزان میں لید رکھ دی جائے گی میزان میں لید کے وزن کی کوئی چیز رکھ دی جائے گی تو جب اس کے گھوڑے کی لید اور پیشاب میں بھی ثواب ہے چونکہ وہ گھوڑا ذریعہ ثواب تھا حالانکہ اس کے قصد سے ہوا تو یہاں سے سونا جب ذریعہ ہے جاگنے کا اور وہ ذریعہ ہے عبادت کا اور ہوا بھی ہے اسی عبادت کے قصد سے تو اس میں کیوں ثواب نہ ملے گا۔

اہتمام شب قدر: یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شب قدر نہایت قابل قدر چیز ہے اس میں جاگنا چاہئے اور خدا کی عبادت کرنا چاہئے اور کوئی ساری رات جاگنا ضروری نہیں جتنا جس سے ہو سکے جاگے ہاں یہ ضرور ہے کہ عادت سے کسی قدر زیادہ جاگے اور اس عبادت شب قدر کی روح مشاہدہ ہے اس میں حق جل وعلی شانہ کی تجلی ہوتی ہے اور گو ہمیں ان تجلیات کا دکھائی دینا ضرور نہیں مگر اس کی پہچان اس سے ہوتی ہے کہ اس میں اور راتوں میں یہ فرق ہے کہ اس رات میں بہ نسبت اور راتوں کے عبادت میں زیادہ جی لگتا ہے قلب کو غفلت نہیں ہوتی اور کیوں ہو وصل کے ساتھ ہجر جمع نہیں ہوتا۔

شب قدر است طے شد نامۂ ہجر   سلام فیہ حتی مطلع الفجر

شب قدر میں نامہ ہجر لپیٹ دیا گیا ہے اس میں سراپا سلامتی و برکت ہے طلوع فجر تک۔

ایک معتکف کی برکت

محققین کا مذہب اس کے متعلق سنت مؤکدہ علے الکفایہ ہونے کا ہے کہ ایک کر لے سب پر سے بوجھ اتر گیا ایک کر لے اس کی برکت اوروں کو بھی پہنچ جاوے وہ بھی محروم نہ رہیں جیسے بہت کی برکت سے ایک نوازا جاتا ہے ویسے ہی ایک کی برکت سے بہت سے بھی نوازے جاتے ہیں تو

ایک معتکف اور اس کی برکت سب گاؤں کو پہنچ رہی ہے یہ معنی سنت علی الکفایہ ہونے کے اور اس کے معنی یہ نہ سمجھنا کہ ایک پر سب کا بوجھ لد جاوے گا بلکہ ایک کی برکت سے سب کا بوجھ اتر جائے گا۔

حکایت: ایک مرتبہ ہمارے قریب کے ایک گاؤں میں ایک شخص اعتکاف میں بیٹھنا چاہتا تھا گاؤں والے یہ سن گئے تھے کہ ایک کے کرنے سے سب پر سے بوجھ اتر جاتا ہے تو اس کے معنی کیا سمجھے اس سے کہتے ہیں ارے تو کہاں بیٹھے گا سارا بوجھ گاؤں بھر کے گناہوں کا تجھ پر لدے گا۔

تو اعتکاف سے ایسا نہیں ہوتا۔ بے شک سب کا گٹھڑ گرے گا تو مگر اس کی طرف نہیں گرے گا وہ تو دوسری طرف گرے گا غرض اعتکاف میں ہر طرح کا اعتدال ہے اور بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔

مسجد میں اعتکاف کی حکمت: کی تخصیص سے ایک اور حکمت کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ مساجد کو اعتکاف کے واسطے اس واسطے مقرر کیا کہ فضیلت جماعت بھی منجملہ فضیلتوں کے ہے تا کہ دونوں فضیلتیں جمع ہو جائیں اعتکاف کی بھی اور جماعت کی بھی اگر کوئی کوہ یا صحرا یا مکان کی کوئی کوٹھڑی اس کے واسطے تجویز کرتے تو یہ جماعت کی فضیلت سے محروم رہ جاتا نیز اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ میاں تم خود اس جماعت کی برکت کے محتاج ہو۔ اگر نمازی نہ ہوتے تو تم کو یہ برکت کہاں سے حاصل ہوتی تم جماعت کی برکت سے محروم رہتے پس طاعت میں ساتھ ساتھ عجب کا بھی علاج ہو گیا۔

سبحان اللہ کیا اعتدال ہے حکماء کی تجویز کردہ خلوت میں یہ باتیں کہاں اور جب اپنے کو برکات میں ان کا محتاج سمجھے گا تو اس کو کبر نہ ہوگا اور اس کے لوازم میں سے ہے خلوت میں اس کی وہ نیت نہ ہوگی۔ جو جہلاء کی ہوتی ہے کہ وہ اس لئے خلوت اختیار کرتے ہیں تا کہ وہ لوگوں کے ضرر سے بچیں بلکہ وہ نیت ہوگی جو محققین نے فرمایا ہے کہ خلوت میں یہ نیت رکھے کہ لوگ میرے ضرر سے بچیں غرض اوروں کو حقیر سمجھنے کا جو مرض خلوت سے پیدا ہو سکتا تھا اس کا بھی علاج ہو گیا کہ جن کو یہ حقیر سمجھ کر الگ ہوا تھا وہی اہل برکت ہیں انہیں کی بدولت اسے برکت جماعت حاصل ہوئی۔

نیز اسے اس پر بھی اب ناز نہ ہوگا کہ میرے اعتکاف کی وجہ سے اور لوگوں کو برکت پہنچی کہ سب سبکدوش ہوئے کیونکہ یہ خیال کرلے گا کہ اصل میں ان لوگوں کے آنے کی وجہ سے مجھے جماعت بلکہ اعتکاف کی بھی برکت حاصل ہوئی اور اس جماعت کے موقع ہونے سے مجھ کو اعتکاف کی اجازت ہوئی۔ پس میرا اعتکاف گو سبب ان کی سبکدوشی کا ہوا مگر وہ سبکدوشی تو اس اعتکاف کا صرف اثر ہے اور ان کی جماعت میرے اعتکاف کا سبب ہے اور سبب مؤثر ہوتا ہے تو وہ

اگر اثر میں میرے محتاج ہوئے تو میں مؤثر میں ان کا محتاج ہوا اور اصل احتیاج مؤثر میں ہوتی ہے تو اصل میں بھی ان کا محتاج ہوا اور یہ پورا علاج ہے کبر و عجب کا، سبحان اللہ کیسی دوا ہے کہ پرہیز بھی ہے اور دوا بھی ہے۔

لفظ ''عاکفون'' کا معنی: اسی طرح ''عاکفون'' بھی دلالت کر رہا ہے ایک حکمت پر اس طرح سے کہ عکوف کے معنی حبس کے ہیں تو عاکفون یہ بتلا رہا ہے کہ اس میں حبس نفس مقصود ہے اس کا صلہ کبھی عن کے ساتھ آتا ہے اور کبھی فی یا علی کے ساتھ فی اور علی میں تو کوئی فرق نہیں کیونکہ کسی چیز میں روکنا یا کسی چیز پر روکنا دونوں کا حاصل ایک ہی ہے البتہ جب عن کے ساتھ صلہ آتا ہے تو اس کے معنی مکروہ سے روک دینے کے ہوتے ہیں تو جس سے روکنا تھا اس کا یہاں عاکفون کے صلہ میں ذکر نہیں کیا مگر لاتباشروا سے اس کا پتہ لگ گیا یہاں صلہ لائے فی کے ساتھ مطلب یہ کہ نفس کو مقید کر دو مساجد میں جو بیت اللہ ہیں۔

گدائے افتادہ برور: خود خدا نے انہیں بیت اللہ فرمایا ہے...... فی بیوت اذن اللہ (ایسے گھروں میں (وہ جا کر عبادت کرتے ہیں) جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے ۱۲) چنانچہ خانہ کعبہ کو بھی بیتی (میرا گھر ۱۲) فرمایا۔ اس معنی کو اپنی طرف منسوب کیا کہ اس میں اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت ہوتی ہے۔ نماز تو بہت بڑی چیز ہے اس کی جگہ تو کیوں نہ منسوب الی اللہ ہوتی۔ حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے بندے جس جگہ ذکر کریں تدارس قرآن کریں وہ بھی بیوت اللہ میں داخل ہے چنانچہ ارشاد ہے مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتَدَارَسُوْنَ الْقُرْاٰنَ نہیں جمع ہوتی کوئی قوم کسی گھر میں اللہ تعالیٰ کے گھروں سے کہ تدارس کریں قرآن کا اور ظاہر ہے کہ تدارس کے لیے کہیں مسجد کا اہتمام نہیں کیا گیا جیسا نماز کے لیے ہوا ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ مدرسہ بھی بیوت اللہ میں داخل ہے اور اگر اسے عام میں بھی نہ لیا جائے تب بھی مساجد تو ضرور اللہ کے گھر ہی ہیں۔ اب معنی عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ کے یہ ہوئے کہ عاکفون فی بیوت اللہ (محبوس ہوتے ہیں وہ اللہ کے گھروں میں ۱۲) اور بیوت اللہ میں محبوس ہونا کس کے واسطے ہے ظاہر ہے کہ اللہ کے لیے ہے پس حقیقت وہ ہوئی جس کو امیر خسرو نے بیان کر دیا ہے۔

خسرو غریب است و گدا افتادہ در کوئے شما
باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

خسرو غریب وگدا آپ کے کوچہ میں پڑا ہوا ہے خدا کے لیے غریبوں کی طرف بھی نظر فرمایئے

اعتکاف کی روح: اور جب اعتکاف کی یہ حقیقت ہے اور اس حقیقت کے لوازم سے ہے عنایت تو عاکفون میں یہ بھی بتا دیا کہ جب تم ہمارے دروازہ پر آپڑو گے تو کیا ہم تم کو محروم کر دیں گے تو ایک حکمت اس میں بھی یہ ہے اور ایک حکمت عاکفون میں اور بتلا دی جو گویا روح الروح ہے روح تو خلوت ہے اور خلوت کی روح ذکر اللہ ہے کیونکہ حقیقت مذکورہ دال ہے ذکر اللہ پر بوجہ اس کے کہ جس کے کوچہ میں سب کو چھوڑ کر جا پڑیں گے کیا اس کو دل سے بھلا سکتے ہیں پس اس کی یاد ضروری ہوئی اور اس کے ساتھ اوروں کا چھوڑنا اور یہی حاصل ہے لا الہ الا اللہ کا تو عاکفون میں گویا یہ بھی بتلا دیا کہ اعتکاف میں نظر اسی پر مقصود رہے کہ لا الہ الا اللہ تو حقیقت میں اعتکاف فنائے محض ہے۔ تو جس نے اس نیت سے اعتکاف کیا تو وہ واقعی معتکف ہے ورنہ جو شخص بلا اس کے رہا اس کا اعتکاف بلا روح ہے۔

اعتکاف کی پوری فضیلت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے

اعتکاف کی بھی ایک صورت ہے ایک روح ہے صورت تو یہ ہے کہ مسجد میں جا کر بیٹھ جانا اس کے درجات مختلف ہیں اگر پوری فضیلت حاصل کرنا ہو تو دس دن کا اعتکاف کرنا چاہئے یوں تو ایک دن کا بلکہ ایک گھنٹہ کا بھی ہو سکتا ہے دس دن تک اعتکاف کرنے کے یہ معنی ہیں کہ رویت ہلال تک اب کبھی دس ہونگے اور کبھی نو ہی دن ہونگے اگر تیس کا چاند ہے تو دس دن ہونگے اور اگر انتیس کا ہے تو نو ہی دن ہونگے مگر شارع کی کیا رحمت ہے کہ دونوں صورتوں میں خواہ دس دن ہوں یا نو دن عشرہ اخیرہ رکھا اور فقط نام ہی نہیں رکھا بلکہ ثواب بھی دس دن کا دیا۔

رحمت: رحمت دیکھئے کہ اعتکاف میں حاجتوں کو خدا نے منع نہیں کیا ان کے قضا کرنے کے لیے مساجد سے باہر نکلنے کی اجازت بھی دے دی پھر بھی اگر کسی سے نہ ہو سکے تو اس کا قصور ہے اور اس اجازت کی طرف اشارہ لاتباشروھن ہے کیونکہ نہی شے سے ہوتی ہے جو پہلے محتمل ہو اور یہ ضروریات شرع سے معروف ہے کہ مسجد کے اندر مباشرت ناجائز ہے۔ پس اگر اعتکاف میں خروج کسی طرح جائز نہ ہوتا تو پھر اس نہی کی حاجت نہ تھی اور نہی واقع ہوئی ہے پس یہ خود دال ہے اس پر کہ خروج بعض اوقات میں جائز ہے اور اسی خروج میں احتمال تھا مباشرت کا اس لیے اس سے منع فرمایا اتنا تو قرآن ہی سے معلوم ہو گیا آگے حدیث نے تفصیل کر دی کہ کس کس حاجت کے لیے خروج جائز ہے اور مباشرت کے لئے خروج کا ناجائز ہونا خود قرآن کا مدلول ہے اور

دوسری حاجات طبعیہ وشرعیہ کے لیے خروج کا جائز ہونا دوسرے دلائل شرعیہ سے جائز ہے۔

اعتکاف کے دوران مباشرت سے منع کرنے کی وجہ

اب رہا دونوں میں فرق سو بات یہ ہے کہ مباشرت میں چونکہ حاجت خفیف ہے اس لیے لا محالہ شروع ہی سے مباشرت کی ممانعت کردی اور کھانے پینے کی حاجت شدید ہے اس کے کرنے کی بھی اجازت دی مثلاً مسجد کے اندر کھانے کی اجازت ہے۔

کھانا لانے کی اجازت کب ہے؟ اور لانے کی بھی اجازت دی جبکہ کوئی لانے والا نہ ہو یا اجرت گراں مانگتا ہو یا کسی سے درخواست کرنے میں اس کی زیادہ خوشامد کرنے کی ضرورت واقع ہو بالخصوص امام صاحب کے قول پر کیونکہ امام صاحب فرماتے ہیں کسی اور کی وجہ سے جس کو قدرت ہو اس کو قدرت نہیں۔ تیمم کے اندر بھی امام صاحب فرماتے ہیں کہ کسی رفیق سے پانی مانگنے کی ضرورت نہیں جب مانگنے میں ذلت ہو گو فتویٰ میں اس کا اعتبار نہیں کیا گیا بلکہ تیمم کے جائز ہونے کا دارومدار اس پر رکھا گیا ہے کہ غالباً گمان یہ ہو کہ نہ دے گا اسی طرح اگر کسی کے ملنے والے پاس ہیں مگر ان پر اس کی اطاعت واجب نہیں اور یہ شخص وضو کرنے پر قادر نہیں تو امام صاحب کے قول پر تیمم کرسکتا ہے کیونکہ اسے قدرت نہیں کہتے گو فتویٰ یہاں بھی اسی اوپر کی تفصیل سے ہے لیکن امام صاحب کی اصلی رائے وہی ہے ان کی نظر اس پر گئی کہ کسی سے مانگتے اور درخواست کرتے غیرت بھی آتی ہے۔

حقا	کہ	باعقوبت	دوزخ	برابر است
رفتن	بپائے	مردی	ہمسایہ	در بہشت

بخدا ہمسایہ کی سفارش وامداد سے جنت میں جانا عذاب دوزخ کے برابر ہے۔

امام ابو حنیفہؒ پر حضور ﷺ کے رنگ کا غلبہ

یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے اندر وہ رنگ غالب تھا جو حضور ﷺ نے بعض صحابہ کو تعلیم فرمایا تھا کہ کوڑا بھی گھوڑے پر سے گر جائے تو کسی سے مت مانگو خود اتر کر اٹھاؤ، تو اگر کوئی کھانا لانے میں نخرہ کرے یا اجرت زیادہ مانگے تو خود جا کر لے آؤ۔

تجارت کی اجازت: اور حاجت کی رعایت یہاں تک کی گئی ہے کہ اگر کوئی مثلاً بساطی ہے اور بساط اس کی اتنی ہی ہے کہ اسی پر گزر ہے تو اسے جائز ہے کہ وہ تجارت بھی مسجد میں کر لے مگر اسباب مسجد میں نہ لاوے اور فقہاء متاخرین نے اور بھی وسعت کی ہے کہ بعض چیز دیکھی

ہوئی نہیں ہوتی اس لیے اس کے حاضر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو انہوں نے لکھا ہے کہ اگر چھوٹی سی چیز ہو جس سے نمازیوں کو تکلیف نہ ہو اور مسجد مشغول نہ ہو تو اس کا مسجد میں بھی لانا جائز ہے ہاں صندوق لا کر مت رکھ دو بلکہ صندوق کو مارو بندوق البتہ اگر کوئی مختصر سی چیز ہو تو اس کے اندر لے آؤ۔ میرے ایک دوست تھے لکھنؤ میں وہ جواہرات کے سوداگر تھے میں نے ان سے کہا کہ بھئی ہمیں بھی دکھاؤ جواہرات کیسے ہوتے ہیں وہ لائے تو ہزاروں روپے کے جواہرات زمرد، یاقوت، لعل، الماس ان کے پاس تھے اتنی چھوٹی سی ڈبیہ میں رکھے ہوئے تھے کہ ان کی جیب میں وہ ڈبیہ آ جاتی تھی تو اگر کسی کی ایسی ہی تجارت ہو تو اس کو سودا بھی مسجد کے اندر لے آنا جائز ہے۔

اعتکاف کے محاسن اور معتکف کی مثالیں

اعتکاف کی خوبیاں: صاحب بحرالرائق فرماتے ہیں کہ اعتکاف میں بہت سی خوبیاں اور محاسن ہیں، ایک یہ کہ بندہ اپنے دل کو امور دنیا سے فارغ کر کے مولائے کریم کی طرف متوجہ کر لیتا ہے، دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے، اسی کا دھیان ہوتا ہے گویا ایک طرح سے منقطع الی اللہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے والے گھر یعنی (مسجد) میں آ پڑتا ہے اور تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا کی شان کا مشاہدہ کرتا ہے۔

مسجد تو مومن کے لیے ایک بڑے مضبوط قلعہ کی مانند ہے بالخصوص حالت اعتکاف میں، کیوں کہ شیطان کسی معصیت کی جگہ بہکا کر لیجانے سے قاصر رہتا ہے۔

معتکف کے ظاہر حال سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی محتاج بھکاری سب سے بڑے شہنشاہ کے دربار میں دست سوال دراز کیے چلا آیا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ مانگوں گا ملے گا۔ مغفرت چاہوں گا بخش دیا جاؤں گا، ان کی ایک نگاہ کرم سے دنیا و آخرت کے سب کام بن جاتے ہیں۔

آمد بدر تو روسیا ہے | نگذاشتہ درجہاں گنا ہے
گر عفو کنی و گر بگیری | کس نیست بجز درت پنا ہے
گر نیست چوں من ذلیل و رسوا | پس کیست کریم چوں تو شا ہے
جاں فدیہ آں نگاہ لطفت | یکبار دگر بمن نگا ہے

اشعار کا ترجمہ: اے پروردگار ایک نہایت گنہ گار بندہ روسیاہ جس نے دنیا کا کوئی گناہ نہیں چھوڑا، آپ کے دروازہ پر آیا ہے، آپ معاف فرماویں یا پکڑیں آپ کے در کے سوا اس

کے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے اگر چہ میرا جیسا اور کوئی رسوا اور ذلیل نہیں ہے، مگر اے کریموں کے کریم بادشاہ آپ جیسا کرم و رحم فرمانے والا بھی تو کوئی نہیں ہے، میری جان آپ کی ایک نگاہ لطف کے قربان جائے ایک مرتبہ پھر مجھ پر ایک نظر کرم فرما!!

علامہ ابن قیم کا قول: ابن قیمؒ فرماتے ہیں اعتکاف کی رُوح دل کو اللہ پاک کی ذات کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے معتکف کو چاہئے کہ اپنے تمام خیالات و توجہات کو یکسو کر کے اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ ہو جائے، تا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں سما جائے مخلوقات کی بجائے اللہ پاک کا انس پیدا ہو جائے جو قبر کی وحشت میں کام آئے...... کیونکہ وہاں رحمت خداوندی کے سوا کوئی مونس و غم خوار نہ ہوگا اگر دل اللہ جل شانہ کی محبت و شوق سے بھر جائے تو وہ وقت کس لذت کے ساتھ گذرے گا اس ایک ساعت کے مقابلہ میں ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی کچھ نہ ہوگی ہر وقت دل یہی تمنا کرے گا۔

دل ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں، تصور جاناں کیے ہوئے

انسانوں کا بھیڑیا: حضرت معاذ بن جبلؓ روایت فرماتے ہیں کہ سید الکونین جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بھیڑ بکریوں پر حملہ کرنے والے وحشی بھیڑیے کی طرح انسانوں کا بھی ایک بھیڑیا ہے جسے ابلیس و شیطان کہتے ہیں جس طرح وحشی بھیڑیا اکثر اکیلی ریوڑ سے جدا ہو جانے والی بکری کو اٹھا کر لے جاتا ہے اسی طرح یہ شیطان (جو خونخوار بھیڑیے سے کم نہیں) اکیلے وکیلے انسان کو گمراہ کر دیتا ہے لہذا تم جماعت (حقہ) سے الگ نہ ہونا (ہمیشہ جماعت حقہ اور عامۃ المسلمین اور مسجد کے ساتھ ساتھ رہنا (جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی طرف بھی اشارہ ہے) (رواہ احمد، الترغیب والترہیب ص ۱۸۳ ج ۱)

تشریح: مسجد کی مثال باڑے کی طرح ہے جس طرح بکریاں باڑے میں آ کر بھیڑیے سے محفوظ ہو جاتی ہیں اسی طرح مومن مسجد میں آ کر شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہو جاتا ہے بالخصوص معتکف کہ اس کے اعضاء معصیت کا ارتکاب کرنے لہو و لعب میں شامل ہونے اور ہر قسم کی فضولیات سے بچے رہتے ہیں ناجائز دل کو لبھانے والی آلائشوں سے محفوظ ہوتا ہے ہمت کرے تو جھوٹ، غیبت، بہتان، عیب جوئی جھوٹی قسم کھانے فحش و بے حیائی کی باتیں، زبان کی بیسیوں گناہ کی باتوں سے حفاظت ہو سکتی ہے تمام اوقات تلاوت کلام مجید، ذکر الٰہی، نوافل اور

نیک کاموں میں گذرتے ہیں۔ جب معتکف مسجد کے ایک کونہ میں پردہ ڈال کر بیٹھ جائے گا تو شیطان کہاں بہکا کرلے جائے گا۔ اسے تو ایک ہی دھن ہوگی ایک ہی غم ہوگا۔

وہ دولت غم دی ہے مجھے تیرے کرم نے
مطلب نہ رہا دہر کے اب سود و زیاں سے

جو شخص مسجد میں گھر سے وضو کر کے آئے

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس شخص نے گھر وضو کیا اور نہایت اچھے طریقہ (مسنون) سے وضو کیا پھر باوضو ہو کر مسجد میں آیا تو گویا یہ حق تعالے جل شانہ کی زیارت کے لیے آیا ہے اور جس کی زیارت کی جائے اس پر حق ہو جاتا ہے کہ زیارت کو آنے والے کا اکرام کرے۔ (الترغیب ص ۱۷۸ ج ۱)

تشریح: اگرچہ حق تعالی جل شانہ پر کسی کا کوئی ایسا حق نہیں کہ ان کو پورا کرنا واجب ہو جائے یہ محض اپنے فضل وکرم سے ایسا احسان کرتے ہوئے ایسا فرماتے ہیں اور اکرام کا مطلب ...... یہ ہے کہ اس بندہ پر مزید عنایت ورحمت فرماتے ہیں۔

اور معتکف تو انہیں کے گھر میں وضو کرتا ہے اور وہیں رہتا سہتا ہے اس پر تو اللہ میاں بہت ہی اکرام وانعام فرمائیں گے۔

تیری شان بے نیازی کا مقام کس نے پایا
تیری یاد دے اجازت، تو بتاؤں میں کہ ہے کیا
میری سجدہ گاہ حیرت ترا حسن آستانہ
تیرا ہر نفس حقیقت میرا ہر نفس فسانہ

معتکف کی مختلف مثالیں

مثال نمبر ۱:۔ معتکف سوالی بن کر در رب پر پڑا رہنے والا ہے۔

کوئی سوالی کسی شریف انسان کے گھر کے آگے آکر جم جائے اور کوئی سوال ڈال دے کہ جب تک میرا یہ سوال پورا نہ ہوگا میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا تو انسان ضعیف البنیان کا یہ حال ہوتا ہے کہ کسی طرح جلدی اس کا سوال پورا ہو جائے تھوڑی ہی دیر میں یا خود اس کو دے دلا کر راضی کر کے ٹال دیتا ہے یا چندہ کر کے اس کا سوال پورا کرتا ہے تو رب کریم ...... جو مانگنے والوں سے خوش

ہوتے ہیں بلکہ کوئی نہ مانگے، تکبر کرے تو ناراض ہو جاتے ہیں اور جتنا کوئی سوال کرے بلکہ تمام جہان والے مردے، زندے، جن وانس مل کر اپنی ساری تمنائیں عرض کریں اور سب کی ساری تمنائیں پوری کر دیں تو اللہ جل شانہ کے خزانوں میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہو بھلا ان کے در پر معتکف اپنا بسترہ لگالے تو وہ بے پایاں رحمت والے کائنات کے مالک اس در پر آپڑنے والے کو کیا کچھ نہ دیں گے اور کیا کیا انعام نہ فرمائیں گے، کبھی دست سوال خالی نہ لوٹائیں گے، بندہ کو راضی کر کے بھی بھیجیں گے بندہ کا یہ حال ہوگا۔

محو ہوں لطف ناز میں تیرے
گم ہوں راز و نیاز میں تیرے

پھر انہی لیل ونہار کی تلاش ہوگی۔

عارفی بس اب یہی ہے آرزوئے زندگی
کاش میرا شغل ہو ہر دم طوائف کوئے دوست

حضرت انس بن مالکؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ سردار دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: اللہ کے گھر (مساجد) کے بسانے والے اہل اللہ ہوتے ہیں۔

تشریح: اسی طرح معتکف بھی اللہ تعالیٰ کا گھر (مسجد) کو آباد رکھتا ہے اور چوبیس گھنٹہ وہیں رہتا ہے، لہٰذا وہ بھی اہل اللہ میں سے ہوتا ہے۔

مثال نمبر ۲:۔ **معتکف مسجد میں بسیرا کرنے والا ہوتا ہے۔**

جس طرح پرندہ اپنے گھونسلے میں بسیرا کرتا ہے، اسی طرح معتکف مسجد میں بسیرا کر لیتا ہے وہیں کھاتا پیتا اور سوتا ہے اور اللہ جل شانہ سے آس لگائے بیٹھا رہتا ہے کہ اللہ جل شانہ ضرور اس کو اور اس کے ماں باپ، اولاد، خویش واقارت، احباب کو بخشیں گے، اللہ میاں بھی آسرا لگانے والے کو محروم نہیں فرماتے وہ تو خود ہی اعلان فرماتے ہیں۔ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَلَهٗ هَلْ مِنْ مُّبْتَلٰی فَاُعَافِيَهٗ اِلَّا كَذَا اَلَّا كَذَا۔ یعنی ہے کوئی معافی مانگنے والا ہم اس کو معاف کر دیں ہے کوئی مبتلائے درد ومرض ہم اس کو عافیت دے دیں۔ کوئی ایسا ہے کوئی ایسا ہے۔ تو بھلا اس در مسجد کے ملازم کو کیسے محروم فرمائیں گے۔ یہ تو آیا ہی اس لیے ہے کہ نظر کرم ہو جائے، بے شک اللہ پاک اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتے۔ ایک جگہ کلام پاک میں فرماتے ہیں۔

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا يَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ.

اللہ کا وعدہ سچا ہے سو تم کو حیات دنیا دھوکے میں نہ رکھ دے اور کوئی دھوکے باز (شیطان لعین) تم کو اللہ تعالیٰ کی باتوں سے دھوکے میں نہ رکھ دے (کہ تم احکام خداوندی سے غافل ہو جاؤ اور مانگنا، امید رکھنا ترک کر دو) دعا کیے جاؤ ضرور ان کی نظر کرم ہو گی۔

خسرو غریب است و گدا افتادہ در کوئے شما
شاید کہ روزے از کرم سوئے غریباں بنگری

مثال نمبر۳:۔ **معتکف سر کو چوکھٹ پر رکھ دینے والے کی طرح ہے۔**

حضرت عطا خراسانیؒ فرماتے ہیں معتکف کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے اس نے مولائے کریم کی چوکھٹ پر سر رکھ دیا ہے اور یوں کہہ رہا ہے کہ جب تک آپ میری بخشش نہ فرما دیں گے میں سر نہ اٹھاؤں گا بندہ کو بھی اپنے اظہار عبودیت کا معبود حقیقی کے در پر کیا اچھا موقعہ ملا!! گویا یوں کہتا ہے۔

کھٹکھٹاتا ہوں تیری چوکھٹ کو میں
کیا ٹھکانہ گر نہ دے ہیہات تو
گو کثیر المعصیت انساں ہوں میں
ہے مگر رحمان مخلوقات تو

مثال نمبر۴:۔ **معتکف نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنے والا ہوتا ہے**

فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے کہ معتکف اپنی تمام حاجات دنیویہ اور امور دنیوی سے فارغ ہو کر اپنے آپ کو بالکلیہ عبادت اور رضا جوئی مولائے کریم کے لئے سونپ دیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی یاد میں لگ جاتا ہے منجملہ ان میں سے نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا بھی ہے۔ معتکف اذان و جماعت کا بڑا خیال رکھتا ہے جماعت سے نماز پڑھنے کا شوق مندر رہتا ہے یہی انتظار کرتا ہے اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا نہایت محبوب عمل ہے۔ چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ سردار دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے **لَا یَزَالُ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ مَا دَامَتِ الصَّلٰوۃُ تَحْبِسُہٗ** (الترغیب ص۲۳۵ ج۲)

ترجمہ: تم میں ہر شخص نماز ہی میں شمار ہوتا ہے جب تک اس کو نماز روکتی ہے (یعنی جماعت کی خاطر مسجد میں بیٹھا رہتا ہے یا وقت ہوتے ہی مسجد میں آ جاتا ہے، کام دھندے میں بھی یہی خیال رہتا ہے کہ میری نماز با جماعت فوت نہ ہو جائے گویا اس کا دل نماز ہی میں پڑا رہتا ہے، ایسے شخص کو ہمہ وقت نماز پڑھتے رہنے کا سا ثواب ملتا ہے...... ظاہر ہے کہ معتکف بھی مسجد ہی میں

رکا ہوا ہے اور نماز کا بڑا خیال رکھتا ہے لہٰذا اس کو بھی ہر وقت نماز پڑھتے رہنے کا ثواب ہوگا۔

مثال نمبر۵:۔ معتکف فرض باجماعت کا ثواب ہر وقت حاصل کرتا ہے۔

حدیث شریف میں یہ آیا ہے: فَاِنْ قَامَ مِنْ مُصَلاہُ فَجَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلوٰةَ لَمْ يَزَلْ فِيْ صَلوٰةٍ حَتّٰى يُصَلِّي و في رواية البخاری وَلَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلوٰةٍ مُنْذُ اِنْتَظَرْتُمُوْهَا وَ فِيْ حَدِيْثٍ مَنْ عَقَبَ الصَّلوٰةَ فَهُوَ فِيْ صَلوٰةٍ .

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ معتکف نماز فرض با جماعت ادا کرنے کے بعد دوسری فرض با جماعت نماز کے انتظار میں رہتا ہے تو اس کو ہمہ وقت فرض با جماعت ادا کرنے کا ثواب ہوتا رہے گا۔ اور رمضان المبارک کی مزید فضیلت الگ ہے اگر ظاہری حساب اور اندازہ کیا جائے تو یہ ہوسکتا ہے کہ اعتکاف اکثر جامع مسجد میں ہوتا ہے جہاں ایک رکعت کا پانچ سو رکعت کے برابر ثواب ملتا ہے تو چار رکعت کا ثواب ۵۰۰-۴=۲۰۰۰ دو ہزار اور جماعت کا ستائیں گنا ثواب ہوتا ہے۔ تو ۲۰۰۰x۲۷ = ۵۴۰۰۰ چون ہزار پھر رمضان شریف میں ایک فرض کا ستر گنا ثواب ہوتا ہے تو ۵۴۰۰۰x۷۰ = ۳۷۸۰۰۰۰ سینتیس لاکھ ۸۰ ہزار ہوئے..... لہٰذا معتکف کو ہر وقت سینتیس لاکھ اسی ہزار فرض کی پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور فرض صرف تکبیر اولی کا ثواب دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، پھر یہ تو ایک ظاہری اندازہ ہے ورنہ اللہ جل شانہ کی رحمت کا کیا ٹھکانہ ہے تھوڑے عمل سے راضی ہو جائیں تو قیامت میں میزان عمل کے پلڑے کو بھر دیں گے چنانچہ تفسیر مظہری میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے باری عزاسمہ سے عرض کیا کہ مجھے وہ ترازو دکھلا دیجئے جس میں بندوں کے اعمال نامے قیامت کے روز تولے جائیں گے جب اس کا ایک پلڑا دکھلایا گیا جو اتنا وسیع تھا کہ مشرق و مغرب بھی اس میں آجائیں اس کو دیکھ کر حضرت داؤد علیہ السلام بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا عرض کیا الہ العالمین اتنے کس بندے کے اعمال ہونگے جس سے یہ پلڑا ابھرے گا ارشاد فرمایا اے داؤد! اگر ہم بندے کے ایک چھوارے سے راضی ہو جائیں تو اس چھوارے ہی کا اتنا ثواب دیں گے کہ ثواب سے یہ پلڑا ابھر جائے گا، اس کے انعام و احسان کا کوئی اندازہ ممکن نہیں۔

نہیں ممکن ادا ہو حق تیری بندہ نوازی کا
اگر انساں سراپا بھی زبان شکر بن جائے

مثال نمبر۶:۔ معتکف ایک گونہ فرشتوں سے مشابہ ہو جاتا ہے

فتاوی عالمگیری میں ہے، معتکف ایک طرح سے فرشتوں کے مشابہ ہو جاتا ہے جس کی

شان میں یہ وارد ہوا ہے۔ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَ هُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ

ترجمہ: فرشتے اللہ تعالیٰ کی (بالکل) نافرمانی نہیں کرتے جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے رہتے ہیں۔ دوسری جگہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: فرشتے رات دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں ذرا نہیں تھکتے۔ سو معتکف بھی ایک طرح اسی کے مشابہ ہو جاتا ہے تو کیا اس نعمت کی قدر نہ کی جائے چند روزہ زندگی ہے جو کرلے گا پالے گا ورنہ یہاں کا یہیں چھوڑ جائے گا کسی عربی شاعر نے کہا ہے ان کے اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

اے وہ شخص جو دنیا اور اس کی زینت سے دھوکہ میں آ گیا ہے قسم ہے خدا کی یہ دھوکہ عنقریب تجھ کو ہلاک کر دے گا، تو زندگی پر ایسا عاشق ہوا ہے کہ اس سے علیحدگی گوارا نہیں کرتا جس طرح کوئی پانی پر آ کر واپس جانا ہی نہ چاہتا ہو ہر شخص یقیناً قبر میں جانے والا ہے اگرچہ اس کی عمر اور اس کی امیدیں کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہوں۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سائے تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سائے تلے

مثال نمبر ۷۔ **معتکف شہنشاہ کے گھر میں آنے جانے والے کی طرح ہوتا ہے**

عارف باللہ امام عطا ابن ابی رباحؒ جو امام اعظمؒ کے مشائخ میں سے ہیں۔ معتکف کے متعلق فرماتے ہیں معتکف کی مثال اس شخص جیسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ یا وزیر اعظم یا خلیفہ وقت کے یہاں ہمیشہ آتا جاتا ہو اگر ایسے شخص کو کوئی ضرورت پیش آ جائے اور عادۃً بادشاہ یا وزیر اس ضرورت کو باسانی پورا بھی کر سکتے ہوں اور ان کو اس کی حاجت کا بھی پورا علم ہو اگر یہ شخص ان کے دروازہ پر جا کر کھڑا ہو اور ضرورت پیش کر دے تو بادشاہ یا وزیر ضرور اس کی ضرورت پوری کرے گا تو جب ایک انسان سے یہ توقع ہے تو اللہ جل شانہ وعم نوالہ سے کس قدر توقع رکھنی چاہئے جبکہ وہ قادر وقیوم، علیم وخبیر، سمیع بصیر، قادر مطلق اور حاجت روا ہیں...... معتکف ان کے دروازہ پر آ پڑا ہے اگر زبان قال سے نہیں تو زبان حال سے تو ضرور وہ عرض کر رہا ہے کہ میں اپنے مولائے کریم کے در پر پڑا رہوں گا۔ یہ دروازہ ایسا نہیں کہ مانگے اور نہ ملے جو اپنی حاجات دینی ہوں یا دنیوی یا اخروی ہوں دل میں لیے ہوئے ہوں ضرور پوری کراؤنگا اپنی تمام پریشانیاں، مصائب و حوادث، تفکرات وغموم وھموم جو لاحق ہو گئے ہیں اب تمام مصائب کا سبب یہی سمجھتا ہوں کہ میری نافرمانیاں اور خطائیں بہت ہیں لہٰذا ان تمام حاجات کے ساتھ اپنے گناہوں کی اور تمام مومن مرد

وعورت کی مغفرت اور نیک مقاصد کے پورا کرانے کی التجا لے کر حاضر ہوا ہوں لہٰذا محض اپنے فضل وکرم سے وہی معاملہ فرمایئے جو آپ کے فضل واحسان کے لائق ہے جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

فَاِنَّکَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَ اَھْلُ الْمَغْفِرَةِ .

ترجمہ: پس بیشک اے اللہ آپ ہی تقویٰ عطا فرمانے والے اور مغفرت کرنے والے ہیں ایک جگہ آپ نے ارشاد فرمایا:

وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلاً کَبِیْراً.

ترجمہ: اور ایمان والوں کو بشارت دے دیجئے کہ یقیناً ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہوگا پھر ایک مقام پر باری تعالیٰ نے کس قدر امید افزا خطاب سے نوازا ہے پھر مغفرت فرمانے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ آپ کا فرمان ہے۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً اِنَّهٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ.

ترجمہ: اے نبی کہہ دیجئے میرے ان بندوں سے جنہوں نے اپنی جان پر اسراف کیا، وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہ معاف کردے گا بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

مثال نمبر ۸:۔ **معتکف اصحاب علیین میں شمار ہوتا ہے**

حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے فخر دو عالم جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ایک نماز کے بعد دوسری نماز اس طرح پڑھے کہ درمیان میں کوئی لغو کام نہ کرے اس کو علیین میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

نیز مسلم، ابوداؤد اور موطا امام مالک میں روایت آئی ہے کہ نمازی نماز پڑھ کر جب تک اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں نماز سے فراغت ہوئی ہے تو فرشتے اس کے لیے دعاء مغفرت اور دعا رحمت کرتے رہتے ہیں۔ دوسری روایت میں یہ لفظ زیادہ ہیں فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وضو نہ ٹوٹے یا یہ معنی کہ بدعت کا کام نہ کرے، سو معتکف کو یہ بھی فضیلت ہو جاتی ہے، اور تمام مسجد حکماً ایک جگہ ہی شمار کی گئی ہے۔ اس لیے معتکف اٹھ کر دوسری جگہ بھی کسی ضرورت سے چلا جائے تو بہر حال مسجد ہی میں رہے گا اور تمام دن ورات وہیں رہتا ہے تو تمام دن ورات فرشتے اس معتکف کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْهُ. غور فرمایئے کتنا بڑا سرمایہ آخرت ہے اگر دنیا کا کوئی فرض وواجب کام فوت نہ ہوا اور آدمی کام دھندا ترک کر کے دس

دن کا اعتکاف کرلے تو کیا کیا رحمتیں ملتی ہیں اور دعا کرے گا تو یہ دس روز کی کمی بھی اللہ پاک پوری فرمادیں گے ہمت کر لینی چاہیے۔

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید   خیرہ یوسف وارمی باید دوید

مثال نمبر۹:۔ **معتکف احب البلاد میں جا بستا ہے**

سبحان اللہ! اللہ پاک نے معتکف کو ابغض البلاد (یعنی بازار) سے اٹھا کر احب البلاد (یعنی مسجد) میں بٹھلا دیا ہے یہ سب انہی کی توفیق ہے۔

میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

مثال نمبر۱۰:۔ **معتکف کو قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں جگہ ملنے کی امید ہے**

جن خوش نصیبوں کو حشر کے میدان اور سخت گرمی والے دن میں جب آفتاب ایک میل کے فاصلہ پر آجائے گا اور لوگ پسینہ پسینہ ہو رہے ہونگے عرش الٰہی کے سایہ میں جگہ دی جائے گی اور اس کے سایہ میں کھڑے ہونگے ان میں سے ایک شخص وہ بھی ہے جس کا قلب مسجد کے ساتھ وابستہ ہو گیا ہو اس کا دل یہی چاہتا ہے کہ مسجد میں بیٹھا رہے، جیسے مچھلی کو پانی میں چین آتا ہے۔ اس کو مسجد میں اطمینان رہتا ہے حدیث مبارک کے الفاظ یہ ہیں۔

وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ : ایک حدیث ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے سید الثقلین ﷺ نے فرمایا جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کو مسجد سے محبت ہوگئی ہے اس کا دل مسجد ہی میں لگتا ہے تو تم اس کے ایماندار ہونے کی شہادت دو۔ (ترمذی)

خداوند تعالے بھی کلام پاک میں فرماتے ہیں: ''اور اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد رکھتے ہیں جو اللہ پاک اور روز قیامت پر ایمان لائے ہیں۔''

مثال نمبر۱۱:۔ **معتکف مساجد کے اوتاد کی طرح ہوتا ہے۔**

حضرت ابوہریرہؓ سید الانبیاء والمرسلین ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا (جس طرح روئے زمین پر غوث، قطب، ابدال اور اوتاد ہوتے ہیں اسی طرح خاص طور سے) مساجد میں بھی اوتاد ہوتے ہیں ان اوتاد مساجد کی شان ایسی ہے کہ اگر مسجد سے باہر چلے جائیں تو فرشتے ان کو ڈھونڈنے لگتے ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی بیمار پرسی کرتے ہیں جب وہ اپنی دنیوی

حاجات کے لیے جاتے ہیں تو (اللہ کے حکم سے) فرشتے ان کی امداد کرتے ہیں (ترغیب ج۱۔۱۸۲)

تشریح: اوتاد وتد کی جمع ہے جس کے معنی میخ کے ہوتے ہیں تو جیسے میخ اپنی جگہ گڑی رہتی ہے اسی طرح یہ بھی مسجد ہی میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اوتاد: اولیاء اللہ میں سے ایک خاص طبقہ کا نام ہے۔

سو دیکھئے معتکف بھی اوتاد مسجد کی طرح ہر وقت مسجد ہی میں رہتا ہے باہر نہیں جاتا (الا لضرورۃ) تو کیا عجب ہے کہ معتکف بھی اوتاد میں شمار ہو جائے۔

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
در کریم سے بندہ کو کیا نہیں ملتا

مسجد میں بیٹھ رہنے سے یا دینی بھائی کی زیارت ہوگی یا حکمت کی بات کان میں پڑے گی ورنہ رحمت خداوندی کا منتظر تو ہوتا ہی ہے۔

مثال نمبر۱۲:۔ **معتکف کو جنتی ہونے کی امید زیادہ ہو جاتی ہے۔**

حدیث شریف میں ایسا مضمون آیا ہے کہ جو آدمی چند کام ایک دن میں پورے کرلے تو اس کو جناب رسول ﷺ جنتی ہونے کی خوشخبری دیتے ہیں۔

(۱) جمعہ کی نماز ادا کرے۔

(۲) روزہ رکھے

(۳) نماز جنازہ پڑھے

(۴) نکاح میں شریک ہو جائے

(۵) بیمار کی بیمار پرسی کرے

اور پہلے گذر چکا ہے کہ معتکف جو نیکیاں باہر جانے کی وجہ سے ادا نہ کر سکے برابر وہ نیکیاں اس کو حاصل ہوتی ہیں اور اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں، لہٰذا معتکف جمعہ ضرور پڑھتا ہے روزے سے بھی ہوتا ہے باقی تین کام میں جا نہیں سکتا، اس لیے وہ بھی اعتکاف کی وجہ سے اس کو مل جاتے ہیں اس طرح وہ جنت کی خوشخبری پانے والوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

مثال نمبر۱۳:۔ **معتکف کے اللہ پاک ضامن ہو جاتے ہیں**

حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے سردار انبیاء ارشاد فرماتے ہیں، مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے ضامن ہو جاتے ہیں جس کے لیے مسجد گھر کی مثل ہو جائے (یعنی جیسے گھر میں

جی لگتا ہے اسی طرح اس کا دل مسجد میں لگتا ہے) اور مسجد کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے فالتو اوقات مسجد ہی میں گزارتا ہے اور ضمانت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح کو مصفیٰ فرما کر رحمت فرمائیں گے اور پل صراط سے اللہ کی رضا کی جگہ یعنی جنت میں پہنچا دیں گے۔ (الترغیب ص ۱۸۵ ج ۱)

سو معتکف بھی یہ شرف پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اعتکاف کرنے اور اپنے دربار عالی میں بیٹھنے اور اپنی رحمتوں، نوازشوں سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشے، آمین، و ما علینا الا البلاغ المبین.

نعمت، توفیق سجدہ، بے کیف سجدہ

ارشاد: **عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبد الحئی عارفی کا ارشاد**

نماز کا ایک بے کیف سجدہ بھی بڑی حقیقت رکھتا ہے۔

اللہ اللہ نفس و شیطان نے مزاحمت (مخالفت) کی، ماحول مزاحم ہوا، حالات نے مخالفت کی، مشاغل نے روکا۔ مگر حضور اکرم ﷺ کے ایک امتی نے آ کر آستان یار پر سر رکھ ہی دیا نماز میں مشغول ہو گیا دل حاضر نہیں، سکون نہیں، ذہن منتشر ہے، طبیعت مکدر ہے، مگر سر ہے کہ آستان یار پر رکھا ہوا ہے یہ شخص جو اس وقت سربسجود ہے ایک دفعہ سمجھ چکا ہے کہ آستان یار یہی ہے پھر لاکھ ممانعات سامنے آئیں مگر یہ ثابت قدم ہی رہتا ہے۔

جبہ سائی سے اگر کچھ نہیں حاصل نہ سہی
کس طرح چھوڑ دے سنگ درجاناں کوئی

یہ کچھ معمولی بات ہے یہ بندہ اس آستانہ پر سربسجود ہے کہ اس عالم میں حضور ﷺ کے امتی کے علاوہ کسی کی مجال نہیں کہ وہاں باریاب ہو جائے۔ نہ ساجد ایسا نہ مسجود۔ ساجد و مسجود کا رشتہ برقرار رہنا چاہئے۔ نفس کے اور ماحول کے تقاضے کچھ بھی ہوں، حالات کچھ بھی گذر جائیں، واقعات کیسے بھی آن پڑیں، مگر عبد کا معبود سے رشتہ نہ ٹوٹنے پائے۔ حالات سب منقلب (پھرنے) ہونے والے ہیں کیفیات سب فانی (فنا ہونے والی) ہیں، باقی رہنے والی جو کچھ چیز ہے وہ یہ عمل صالح ہے بس یہ دیکھے جاؤ کہ توفیق سجدہ ہے یا نہیں۔ یہ مت دیکھو کے کیف ہے یا نہیں۔ (از ماثر حکیم الامت)

باب

رمضان اور شب قدر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ
الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

حقیقی محروم: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ (رواه ابن ماجة)

ترجمہ: تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا، اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے۔

شب قدر کی دعا: حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور نے ارشاد فرمایا پڑھو! اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ (رواه احمد و ابن ماجة والترمذی و صححه كذافی المشكوة)

ترجمہ: اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرمادے مجھ سے بھی۔"

شب قدر کی عظمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ بے شک ہم نے قرآن پاک کو شب قدر میں اتارا۔ یعنی قرآن شریف کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اس رات میں اتارا ہے یہ ہی ایک بات اس رات کی فضیلت کے لئے کافی تھی کہ قرآن جیسی عظمت والی چیز اس میں نازل ہوئی، چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی برکات و فضائل ہو گئے ہوں، آگے زیادتی شوق کے لئے ارشاد ربانی ہے: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے، کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے۔ یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں، اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں: لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے، اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ اس رات میں فرشتے اترتے ہیں۔

علامہ رازیؒ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں انسان کو دیکھا تھا تو اس سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں فساد کرے اور خون بہائے۔ اور آج جب کہ توفیق الٰہی سے تو (انسان) شب قدر میں معرفت الٰہی، اور اطاعت ربانی میں مشغول ہے تو فرشتے اپنے فقرہ کی معذرت کرنے کے لئے اترتے ہیں۔

وَالرُّوْحُ فِیْهَا اس رات میں روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی نازل ہوتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں، اس کے لئے رحمت کی دعاء کرتے ہیں بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور اسی رات میں حضرت آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا، اسی رات میں جنت میں درخت لگائے گئے اور دعاء وغیرہ کا قبول ہونا تو بکثرت روایات میں آیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اسی رات حضرت عیسیٰؑ

آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور اسی رات بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔

سلام وہ رات سراپا سلام ہے، یعنی تمام رات فرشتوں کی طرف سے مؤمنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فرشتوں کی فوج (ٹکڑی) آتی ہے دوسری جاتی ہے هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ وہ رات (ان ہی برکات کے ساتھ) تمام رات طلوع فجر تک رہتی ہے، یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو، بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے۔ (فضائل رمضان المبارک ص ۳۷ و معارف القرآن ص ۷۹۱ جلد ۸)

ایک سوال کا جواب: روایات میں شب قدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ان ایک ہزار مہینوں کے اندر بھی ہر سال ایک شب قدر آئے گی تو حساب کس طرح بنے گا؟

ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہاں ایک ہزار مہینوں سے مراد وہ مہینے ہیں۔ جن میں شب قدر شامل نہ ہو، اس لئے اب کوئی اشکال نہیں۔ (معارف القرآن ص ۷۹۳ ج ۸)

(یہ جو فرمایا گیا ہے کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر کی عبادت کا ہے اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ خدا ہی کو معلوم ہے، جسے اللہ تعالیٰ زیادہ فرمائے اس کی زیادتی کا کیا ٹھکانا۔ دنیا ہی کا دستور ہے کہ بڑے لوگ تھوڑی بہت بڑائی کو کوئی بڑائی نہیں سمجھا کرتے، جس کی نظر اونچی ہوتی ہے وہ بہت اونچی چیز ہی کو اونچا مانتا ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ اس زمانے میں عربوں کے یہاں ہزار سے آگے گنتی ہی نہ تھی، جیسا کہ آج سے ہزار سال پہلے تمام دنیا میں سو سینکڑے کی بہت ہی زیادہ اہمیت تھی۔ اور آج؟

اور قرآن شریف چوں کہ انہیں کی زبان میں اور انہیں کے محاورات کے مطابق نازل ہوا ہے، لہٰذا ان کے سامنے ہزار سے زیادہ کا کوئی عدد کیسے بولا جا سکتا تھا؟ اس لئے ان کی آخری گنتی کا لفظ بول کر آگے اللہ تعالیٰ نے صرف اتنا فرما دیا کہ ''اس سے بھی زیادہ'' اب اس سے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، کروڑ بھی اس میں آگیا اور ارب اور کھرب اور نیل و سنکھ اور مہا سنکھ سب اسی میں آگئے تو گویا شب قدر کی فضیلت کی زیادتی کی کوئی حد نہیں ہے۔

کیا تمام دنیا میں ایک ہی وقت میں شب قدر ہوتی ہے؟

مسئلہ: اختلاف مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شب قدر مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شب قدر قرار پائے گی اس جگہ اسی رات میں شب قدر کی برکات حاصل ہوں گی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: جس شخص نے شب قدر میں عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی اس نے بھی اس رات کا ثواب پالیا، اور جو شخص جتنا زیادہ کرے گا، زیادہ ثواب پائے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت عثمان غنیؓ کی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرلی تو آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا، اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے ادا کرلی تو پوری رات جاگنے، عبادت کرنے کا ثواب حاصل کرلیا۔ (معارف القرآن ص ۷۹۴ ج ۸)

شب قدر کے معنی: قدر کے معنی عظمت وشرف کے ہیں، اور اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ اس رات کی عظمت وشرف ہے۔

حضرت ابوبکر وراقؒ نے فرمایا کہ اس رات کو لیلۃ القدر (شب قدر) اس وجہ سے کہا گیا کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کے سبب کوئی قدر و قیمت نہ تھی اس رات میں توبہ استغفار اور عبادات کے ذریعہ وہ بھی صاحب قدر وشرف بن جاتا ہے۔

قدر کے دوسرے معنی تقدیر وحکم کے بھی آتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لئے جو کچھ تقدیر ازلی میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس سال رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالہ کردیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ امور کے لئے مامور ہیں۔

اور بعض حضرات نے جو لیلہ مبارکہ سے نصف شعبان کی رات یعنی شب برات مراد لی ہے تو وہ اس کی تطبیق اس طرح کرتے ہیں کہ ابتدائی فیصلے امور تقدیر کے اجمالی طور پر شب برات میں ہوجاتے ہیں پھر ان کی تفصیلات لیلۃ القدر (یعنی شب قدر میں جو رمضان میں آتی ہے) میں لکھی جاتی ہیں اس کی تائید حضرت ابن عباسؓ کے ایک قول سے ہوتی ہے اس میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سال بھر کے تقدیری امور کا فیصلہ تو شب برات یعنی نصف شعبان کی رات میں کرلیتے ہیں پھر شب قدر میں یہ فیصلے فرشتوں کے سپرد کردیے جاتے ہیں (تفسیر مظہری)

اور یہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ امور تقدیر کے فیصلے اس رات میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سال میں جو امور تقدیر نافذ ہونے ہیں وہ لوح محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں اور اصل نوشتہ تقدیر ازل میں لکھا جا چکا ہے۔ (معارف القرآن ص ۷۹۲ ج ۸)

شب قدر کیا ہے؟ رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے، جو بہت برکت اور خیر کی رات ہے قرآن شریف میں اس کو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی برس چار ماہ ہوتے ہیں۔

خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گزار دے اس نے گویا تراسی سال چار ماہ سے زیادہ مدت کو عبادت میں گذار دیا، اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے سے کتنے ماہ افضل ہیں۔ (عربوں کے یہاں اس زمانے میں ہزار سے آگے گنتی نہ تھی)

اللہ جل شانہ کا حقیقۃً بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لئے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔ درمنثور میں حضرت انسؓ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے کہ شب قدر اللہ تعالیٰ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا، بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپ ﷺ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں، اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری کرنا چاہیں تو ناممکن ہو اس سے اللہ کے لاڈلے نبی ﷺ کو رنج ہوا۔ اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جائیں اور ان کو عبادت میں گزار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس برس چار ماہ سے بھی زیادہ کامل عبادت میں گزار دیا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک جہاد کرتا رہا، صحابہ کرامؓ کو اس پر رشک آیا تو اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے اسکی تلافی کے لئے اس رات کا نزول فرمایا۔

امت محمدیہ پر شب قدر کا انعام: ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل، حضرت یوشع علیہم السلام کہ یہ سب اسی اسی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے، اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ اس پر صحابہ کرامؓ کو حیرت ہوئی، پھر حضرت جبرئیلؑ حاضر خدمت

ہوئے اور سورۃ القدر سنائی، اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں۔ اس قسم کے اختلاف روایات کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہوسکتی ہے۔ بہرحال آیت کے نازل ہونے کا سبب جو کچھ بھی ہوا ہو، لیکن امت محمدیہ کے لئے یہ اللہ جل شانہ کا بہت ہی بڑا انعام ہے، یہ رات بھی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسر ہوتا ہے۔ (فضائل رمضان المبارک ص ۳۵ و مظاہر حق جدید ص ۶۷۹ جلد ۲)

کمائی کی رات: اس رات کی فضیلت معلوم کرنے کیلئے اگرچہ قرآن کریم کی ایک مستقل سورت کافی ہے، لیکن نمونہ کے طور پر دو حدیثیں بھی لکھی جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کیلئے) کھڑا ہوا، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

بہترین موقع: اگر دنیا کے کاروباری کو یہ معلوم ہوجائے کہ فلاں مہینے میں ہمارے قریب شہر میں ایک میلہ (نمائش وغیرہ) لگنے والا ہے جس میں اتنی آمدنی ہوگی کہ ایک روپیہ کے دس روپے بن جائیں گے اور سال بھر پھر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی تو بتاؤ کون بیوقوف ہے جو اس بہترین موقع کو کھودے گا؟

اگر بتانے والے نے تاریخ نہ بھی بتائی ہوگی تو کسی نہ کسی طرح وہ تاریخ کا پتہ لگائے گا اور اگر تاریخ میں شبہ رہ جائے گا تو احتیاطاً کئی دن پہلے اس جگہ پر پہنچ جائے گا۔

اب ایک اور موقع نیکیوں کے میلے کا بھی مؤمنوں کو دیا جارہا ہے مگر اتنی بات ہے کہ مہینہ تو بتا دیا اور یہ بھی بتادیا کہ اس مہینے کی آخری تہائی حصہ میں ہے، لیکن تاریخ گول مول رکھی کہ دیکھیں نیکیوں کے شوقین اور خدا کی محبت اور اس کے محبوب رسول ﷺ کی الفت کا دم بھرنے والے کیا کچھ کر کے دکھاتے ہیں اور جس نبی پاک ﷺ نے اس رات کی تلاش میں پورے پورے مہینے کا اعتکاف کیا ہے، اس کے چاہنے والے کتنے دن اپنی راحت و آرام قربان کرتے ہیں؟ (الترغیب والترہیب ص ۹۰ ج ۲)

قیام کرنے کا مطلب: کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو، اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریاء وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو۔

علامہ خطابیؒ کا قول: خطابی علیہ الرحمہ کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے (دل کی خوشی سے کھڑا ہو)، بوجھ سمجھ کر، بددلی کے ساتھ نہیں۔ اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا، اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا آسان ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قرب الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا ہے عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

شب قدر کی عبادت سے کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں: نیز یہ معلوم ہو جانا بھی ضروری ہے کہ اوپر والی حدیث اور اس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں اس لئے کہ قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے، الا من تاب کے ساتھ ذکر کیا ہے اسی بناء پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے علماء اس کو صغائر (معمولی چھوٹے گناہ) کے ساتھ مقید فرمایا کرتے ہیں توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ گناہوں پر ندامت ہو اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہو، اگر کسی شخص سے کبیرہ گناہ ہوگئے ہیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ شب قدر ہو یا اور کوئی قبولیت کا موقع ہو، اپنی بداعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل و زبان سے توبہ بھی کر لے تا کہ اللہ کی رحمت کاملہ متوجہ ہو، اور صغیرہ و کبیرہ سب طرح کے گناہ معاف ہو جائیں۔ (فضائل رمضان المبارک ص ۳۸)

فرشتوں کی آمد

حضرت انسؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ (كذا فى المشكوة)

ترجمہ: شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور اس شخص کے لئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے دعاء رحمت کرتے ہیں۔

تشریح: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا فرشتوں کے ساتھ آنا خود قرآن شریف میں مذکور ہے اور بہت سی احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام فرشتوں کو تقاضہ فرماتے ہیں کہ ہر ذاکر و شاغل کے گھر جائیں اور ان سے مصافحہ کریں۔

حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مؤمن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لئے وہاں نہ جاتے ہوں (اس سے مراد دعاء خیر بھی ہوسکتی ہے اور خود مصافحہ بھی، کیونکہ فرشتے مجسم نور ہی نور ہوتے ہیں جو کہ ہم کو نظر نہیں آتے، اور محسوس بھی نہیں ہوتے، جس طرح سے مرنے والے کے پاس ملک الموت اور فرشتوں کی آمد اور بات چیت کا ذکر آتا ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ والوں کو محسوس ہوتے ہوں اور نظر بھی آتے ہوں۔

فرشتے کس گھر میں نہیں آتے: لیکن اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں کتا یا خنزیر ہو یا حرام کاری کی وجہ سے ناپاک ہو یا تصویر ہو۔

مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں، (کیونکہ) تصویر لگانے والا ایک آدھ ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے (فضائل رمضان ص ۴۰)

شب قدر کی تعیین نہ ہونے کا سبب: حضرت عبادہ بن الصامتؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس لئے باہر تشریف لائے تا کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرمادیں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَىٰ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَ عَسَىٰ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِى التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَ الْخَامِسَةِ (مشکوۃ شریف وبخاری شریف)

ترجمہ: میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو، لہٰذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

جھگڑے کی نحوست: اس حدیث میں تین مضامین قابل غور ہیں۔ سب سے پہلے اہم وہ جھگڑا ہے جو دو مسلمانوں میں ہو رہا تھا اور یہ اس قدر سخت بری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تمہیں نماز روزہ صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے، یعنی جیسے استرے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں، آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے۔

بد ترین سود: آپ ﷺ نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سود اور خبیث ترین سود ارشاد فرمایا ہے، لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبروریزی کی پرواہ کرتے ہیں، نہ اللہ اور اس کے سچے رسول ﷺ کے ارشادات کا خیال ہے۔

کافر اور کینہ ور کی مغفرت نہیں ہوتی: ایک جگہ ارشاد ہے کہ شب برات میں اللہ کی رحمت عامہ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانے سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے، مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک کافر، دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے۔

آپس میں لڑنے والوں کی نماز قبول نہیں ہوتی: ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبولیت کے لئے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی جن میں آپس کے لڑنے والے بھی فرمائے ہیں (فضائل رمضان المبارک ص ۴۲)

جھگڑنے والوں کے نام: بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ دو اشخاص جو اس موقع پر جھگڑنے لگے تھے، ان میں ایک کا نام عبداللہ ابن ابی حدرد اور دوسرے کا نام کعب ابن مالک تھا۔

شب قدر کی تعیین اٹھا لینے کا مطلب: ''شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی'' کا مطلب یہ ہے کہ ان دو اشخاص کے جھگڑنے کی وجہ سے شب قدر کے تعیین کا علم میرے ذہن سے محو کر دیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ آپس میں جھگڑنا اور منافرت اور دشمنی اختیار کرنا بہت بری بات ہے، اس کی وجہ سے آدمی برکات اور بھلائیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

شب قدر متعین نہ ہونے کی حکمت: آں حضرت ﷺ کا فرمانا ''شاید تمہارے لئے یہی بہتر ہوگا'' کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر کے بارہ میں جو متعین طور پر مجھے بتادی گئی تھی، اب وہ بھلا دی گئی ہے، اگر میں تمہیں بتا دیتا تو تم لوگ صرف اسی شب پر بھروسہ کر کے بیٹھ جاتے، اب اس کے تعیین کا علم نہ ہونے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ تم لوگ اس کو پانے میں بہت سعی و کوشش کرو گے بلکہ عبادت اور طاعت میں زیادتی بھی ہوگی جو ظاہر ہے تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے۔ (مظاہر حق جدید ص ۶۸۷ ج ۲)

جو چیز جتنی قیمتی اور اہم ہوتی ہے، اتنی ہی زیادہ محنت سے حاصل ہوتی ہے تو شب قدر جیسی قیمتی دولت بھلا بغیر محنت کے کیسے ہاتھ لگ سکتی تھی، اس لئے اس کی تاریخ گول مول رکھی گئی ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ "عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ" کیا خبر ہے تاریخ کا پتہ نہ دینے ہی میں تمہاری بھلائی ہو۔ (ابن کثیر ص۵۳۳ ج۴)

مطلب اس کا صاف ہے کہ اگر تاریخ معلوم ہو جاتی تو اس کی اتنی قدر نہ ہوتی اور معلوم ہوتے ہوئے بھی پھر اس کی ناقدری کرنا سخت بدنصیبی اور محرومی کی بات تھی۔ مفسر قرآن علامہ ابن کثیر دمشقیؒ فرماتے ہیں کہ اس کو پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہی ہے کہ اس کے طالب وشوقین پورے رمضان عبادتوں کا اہتمام کریں گے۔ (ابن کثیر ص۵۳۳ ج۴)

اگر شب قدر کی تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبائع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں اور اس صورت موجودہ میں اس احتمال پر آج ہی شاید شب قدر ہو، متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔

اور ایک حکمت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہ کئے بغیر ان سے رہا نہیں جاتا، شب قدر کی تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں کوئی گناہ کی جرأت کرتا تو سخت اندیشہ ناک تھا۔

نبی کریم ﷺ کی اپنی امت پر شفقت: نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک صحابی سو رہے تھے، آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگا دو تا کہ وضو کر لیں، حضرت علیؓ نے ان کو جگا دیا، مگر حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں، آپ نے خود کیوں نہیں جگایا؟ حضور ﷺ نے فرمایا اگر کہیں یہ شخص میرے جگانے پر انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے پر انکار کرنا کفر ہو جاتا ہے تیرے کہنے پر انکار کفر نہیں ہوگا تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے گوارا نہیں فرمایا کہ اس کی عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے۔

شب قدر کی تعیین نہ ہونے کی ایک اور حکمت: منجملہ ان وجوہات کے ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسر آ جاتی ہے۔

ایک نکتہ : (ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ) جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں، ایسے ہی امور کی وجہ سے عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرمادیتے ہیں، چنانچہ اسم اعظم کو پوشیدہ فرمادیا، اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقت خاص مقبولیت دعاء ہے، اس کو بھی مخفی فرمادیا ہے ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعیین شب قدر بھلا دی گئی ہو، اور اس کے بعد دیگر مصالح مذکورہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے تعیین ہٹادی ہو۔ (فضائل رمضان ص ۴۲)

شب قدر کا حضور ﷺ کو علم دیا گیا تھا: حضور ﷺ کو شب قدر کے تعیین کا علم دیا گیا تھا، اور اس کی اطلاع صحابہؓ کو دینے کیلئے آپ ﷺ اپنے دولت کدے سے باہر تشریف لائے مگر دیکھا کہ مسجد نبوی میں دو مسلمان کسی معاملے میں جھگڑ رہے ہیں، آپ ﷺ نے ان کا جھگڑا ختم کرانے کی کوشش کی، اتنے میں وہ بات آپ ﷺ کے ذہن مبارک سے نکل گئی جو ان دونوں کے جھگڑے کی قباحت کے سبب ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا آپس میں جھگڑنا خدا کو سخت ناپسند ہے اور اس کی وجہ سے خدا کی بہت سی نعمتوں اور رحمتوں سے محرومی ہوتی رہے گی۔ اس لئے اس سے ڈرنا چاہئے۔ تاہم حضور ﷺ کی برکت سے اس علم کے حاصل نہ ہونے کی صورت میں بھی دوسری وجہ خیر کی پیدا ہو گئی جس کا ذکر آپ ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر کی تلاش وجستجو سے امت کے لئے دوسری جہتیں خیر وفلاح کھل گئیں، اور اس کی فکر وطلب کرنے والوں کو حق تعالیٰ دوسرے انواع واقسام کے انعامات سے نوازیں گے، کیوں کہ ان سب راتوں میں شب قدر کی طلب وتلاش بھی مستقل عبادت بن گئی، جو تعیین کی صورت میں نہ ہوتی۔ (انوار الباری شرح البخاری ص ۱۷۱ ج ۲)

علامہ زمخشری کا قول: علامہ زمخشریؒ نے کہا ''شاید شب قدر کی پوشیدگی میں یہ حکمت اور مصلحت ہے کہ اس کو تلاش کرنے والا سال کی اکثر راتوں میں اس کو طلب کرے، تا کہ اس کو پالینے سے اس کی عبادت کا اجر وثواب بہت زیادہ ہو جائے۔

دوسرے یہ کہ لوگ اس کے معلوم ومتعین ہونے کی صورت میں صرف اسی رات میں عبادت کر کے بہت بڑا فضل وشرف حاصل کرلیا کرتے اور اس پر بھروسہ کر کے دوسری راتوں کی عبادت میں کوتاہی کرتے، اس لئے بھی اس کو پوشیدہ کر دیا گیا۔ (عمدۃ القاری ص ۲۶۳ ج اول)

کیا شب قدر اب بھی باقی ہے؟ حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب

کشمیری محدث دارالعلوم دیوبندؒ نے فرمایا کہ حدیث ''فرفعت'' سے مراد یہ نہیں کہ اصل شب قدر ہی اٹھالی گئی، بلکہ اس کا علم تعیین اٹھالیا گیا، اگر شب قدر ہی باقی نہ رہتی تو پھر حضور اکرم ﷺ جو اس کو تلاش کرنے کا حکم فرمارہے ہیں اس کا کیا فائدہ؟ (انوار الباری ص ۷۱ ج ۲)

پانچ چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں : شب قدر کے بارے میں قطعی خبر اس لئے نہیں دی گئی کہ کوئی شخص اس رات پر ہی بھروسہ نہ کرلے اور ایسا نہ کہے کہ میں نے اس رات میں جو عمل کرلیا وہ ہزار مہینے سے بہتر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا ہے مجھے درجہ عطا ہوا ہے میں جنت میں جاؤں گا۔ ایسا خیال اسے سست نہ بنادے، اور وہ اللہ سے غافل نہ ہوجائے۔

ایسا کرنے سے دنیاوی امیدیں اس پر غلبہ پالیں گی اور وہ اسے ہلاک کردیں گی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کی عمر کے بارے میں بھی بے خبر رکھا ہے۔ اگر ہر شخص کو اپنی عمر کا پتہ ہوجاتا تو وہ کہتا کہ ابھی تو مرنے میں بہت دن پڑے ہیں، اس وقت دنیاوی لطف اٹھالیں، موت کا وقت آئے گا تو توبہ کرلیں گے، خدا کی عبادت کرلیں گے اور نیکوکار بن کر مریں گے۔

عمر سے اس لئے بے خبر رکھا گیا کہ آدمی ہر وقت ڈرتا رہے اور نیک کام کرے ہمیشہ توبہ کرے، اور جو شخص ایسا کرے اسے دنیا کی لذتیں حاصل ہوں گی اور آخرت میں خدا کے عذاب سے چھوٹ جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے (۱) لوگوں کی عبادت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی ظاہر کرنے کو (۲) گناہوں پر اپنے غضب اور غصہ کے ظاہر کرنے کو (۳) وسطی نماز کو دوسری نمازوں سے (۴) اپنے دوستوں کو عام لوگوں کی نظروں سے (۵) اور رمضان کے مہینے میں شب قدر کو (غنیۃ الطالبین ص ۳۸۰)

بد نصیب کون؟ دنیا والوں کی نظر میں تو سب سے بڑا بے وقوف اور نادان وہی ہے جو کمائی کا سیزن یوں ہی گنوادے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے، لیکن سرکار دو عالم ﷺ کی نظر مبارک میں سب سے بڑا بدنصیب اور محروم قسمت وہ ہے جو نیکیوں کا بہترین موقع ضائع کردے اور کچھ نہ کرسکے۔ ارشاد عالی ہے:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُوْمٌ (ابن ماجہ ص ۱۲۰ ج ۲)

ترجمہ: تمہارے اوپر یہ مہینہ آچکا ہے، جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، جو اس رات سے محروم رہ گیا وہ گویا ساری بھلائی سے محروم رہا اور اس کی بھلائی سے وہی محروم ہوتا ہے جو واقعی محروم ہی ہو۔

ایمان کی کمی اور نیکیوں کی قیمت سے بے خبری اور بے توجہی کی بات ہے ورنہ کیا دنیا میں رات بھر جاگنے والوں کی کمی ہے؟ کیا رات بھر لوگ کھڑے نہیں رہتے؟ کیا اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے مسلسل مشین کے پرزوں کی طرح کھانا پینا بھلا کر لوگ کام میں جٹے نہیں رہتے؟ مگر رونا تو یہ ہے کہ خدا کے لئے کون جاگے، موت سے پہلے کی تیاری تو سب کر رہے ہیں، مگر موت کے بعد کی تیاری کون کرے؟

بس جسے مرنا ہوگا وہ اس کی تیاری بھی کرے گا اور جو نہیں کرتا اس کی محرومی میں شک ہی کیا ہے؟ اگر ساٹھ ستر برس کی زندگی کے لئے انسان مارا مارا پھرتا ہے اور رات دن ایک کر دیتا ہے، تو لاکھوں کروڑوں برس نہیں بلکہ بے حد و بے شمار برسوں کی زندگی کے لئے کیا کچھ نہ کر ڈالنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ نے اس رات کی تلاش میں پہلے شروع رمضان المبارک کے دس دنوں کا اعتکاف کیا، پھر دس دن کا اور کیا، جب بیس دن میں بھی شب قدر نہ ملی تو پھر آخری دس دن کا اعتکاف کیا اور پھر ہمیشہ انہیں دس دنوں کا اعتکاف فرماتے رہے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۵۷ بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۱۸۲)

کیا خبر کہ یہ زندگی کی آخری شب قدر ہو؟ بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ پوری رات کا جاگنا تو مشکل ہے اور تھوڑی بہت دیر جاگنے (عبادت کرنے) سے کیا فائدہ؟ لہٰذا چھٹی!

یہ خیال غلط ہے، اگر رات کے اکثر حصے میں جاگنا نصیب ہو جائے تو انشاء اللہ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی اور پوری رات ہی جاگنا کون سا مشکل ہے؟

ہم اور آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ رمضان المبارک میں کتنے لوگ ایسے تھے جو آج دنیا میں نہیں ہیں اور وہ رمضان ان کا آخری رمضان تھا۔ ہمیں کیا خبر ہے کہ آئندہ رمضان تک ہم میں سے کس کس کی باری ہے؟

اس لئے اگر اتنی بڑی نعمت حاصل کرنے کے لئے کوئی ایک دو رات جاگ ہی لیا تو کون سی بڑی بات ہے، لیکن اگر تمام رات جاگنا بس کا ہی نہ ہو تو اکثر حصہ ہی سہی اور بہتر یہ ہے کہ یہ اکثر حصہ ہو، کیونکہ اس وقت عبادت میں دل لگتا ہے اور شروع کے مقابلے میں آخر رات افضل بھی ہے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۶۳)

حکمت الٰہی : اگر مسلسل دس رات جاگنے کا حکم دے دیا جاتا یا پانچ ہی راتوں کے اگر مسلسل جاگنے کا حکم ہوتا تو بہت سے لوگ اس کی ہمت نہ کرتے اور اگر بعض کر بھی لیتے تو تندرستی وصحت پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ تھا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے طاق راتوں میں (اکیس، تئیس یعنی ایک رات چھوڑ کر) شب قدر بنا کر ان راتوں کو ایسے عجیب طریقے پر تقسیم کر دیا کہ ایک رات جاگ لیں اور دوسری کو آرام کر لیں، اسی طرح راتوں کا جاگنا بھی ہو جائے اور تندرستی پر بھی کوئی برا اثر نہ پڑے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۵۹)

شب قدر کب آتی ہے ؟ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (مشکوۃ شریف عن البخاری)۔

ترجمہ : حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

طاق راتیں کون سی ہیں؟ جمہور علماء کے نزدیک آخر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے عام ہے کہ مہینہ ۲۹ تاریخ کا ہو یا ۳۰ تاریخ کا، اس سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ کی راتوں میں تلاش کرنا چاہئے اگر مہینہ ۲۹ دن کا ہو، تب بھی آخر عشرہ یہی کہلاتا ہے۔

شب قدر قیامت تک رہے گی : حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پر نور ﷺ سے عرض کیا کہ شب قدر نبی کے زمانہ کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت تک رہے گی میں نے عرض کیا رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عشرہ اول اور عشرہ آخر میں تلاش کرو، پھر حضور ﷺ باتوں میں مشغول ہو گئے، میں نے موقع پا کر عرض کیا حضور! یہ تو بتلا دیجئے کہ عشرہ کے کون سے حصہ میں ہوتی ہے۔ حضور ﷺ اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے اور نہ بعد میں ہوئے اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے، آخر کی سات راتوں میں تلاش کرو، بس اس کے بعد کچھ نہ پوچھو۔

فقہاء کے اقوال: امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ شب قدر تمام رمضان میں دائر رہتی ہے۔ صاحبینؒ کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعین ہے۔ مگر معلوم نہیں شافعیہ کا راجح قول یہ ہے کہ اکیسویں شب میں ہونا اقرب ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی

دوسری رات میں۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ امید ہے۔

ہر شخص کو اپنی ہمت کے مطابق کوشش کرنی چاہئے : بہر حال ہر شخص کو اپنی ہمت اور وسعت کے موافق تمام سال اس کی تلاش میں کوشش کرنا چاہئے، نہ ہو سکے تو رمضان بھر جستجو کرنی چاہئے، اگر یہ بھی مشکل ہو تو رمضان المبارک کے آخر عشرہ کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے، اور اگر خدانخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہر حال غنیمت باردہ سمجھنا ہی چاہئے، اگر تائید ایزدی شامل حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور راحتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں، اگر میسر نہ ہو تو تب بھی اجر سے خالی نہیں۔ بالخصوص مغرب وعشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو تمام سال ہی ضروری ہونا چاہئے کہ اگر خوش قسمتی سے شب قدر کی رات میں یہ دو نمازیں جماعت سے میسر ہو جائیں تو کس قدر با جماعت نمازوں کا ثواب ملے۔

اللہ تعالیٰ کا کس قدر بڑا انعام ہے کہ کسی دینی کام میں اگر کوشش کی جائے تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے۔ (فضائل رمضان المبارک از ۳۹ تا ۴۷)

سات کا عدد اور شب قدر : حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے شب قدر معلوم کرنے کے لئے طاق اعداد میں غور کیا تو سات کا عدد اس کے لئے زیادہ موزوں نظر آیا۔ جب سات کے عدد میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ آسمان بھی سات ہیں۔ اور زمینیں بھی سات، اور دریا بھی سات، صفا اور مروہ کے درمیان بھی سات ہی مرتبہ سعی کی جاتی ہے، کعبہ کا طواف بھی سات ہی مرتبہ کرتے ہیں، سنگریزے بھی سات ہی پھینکے جاتے ہیں۔ آدمی کی تخلیق (پیدائش) بھی سات اعضاء سے ہوئی ہے۔ انسان کا رزق بھی سات دانے ہیں۔ آدمی کے چہرے میں بھی سات ہی سوراخ بنائے گئے ہیں، یعنی دو کان، دو نتھنے، دو آنکھیں، ایک منہ، رحم کی حالتیں بھی سات ہیں۔ قرآن کی قراء بھی سات ہیں۔ سجدہ بھی سات ہی اعضاء سے کیا جاتا ہے۔ دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں، دوزخ کے نام بھی سات ہیں، دوزخ کے طبقے بھی سات ہیں، اصحاب کہف بھی سات ہیں، عاد کی قوم بھی سات راتوں میں ہوا سے ہلاک ہوئی، یوسف علیہ السلام بھی سات برس تک جیل خانے میں رہے سورۃ یوسف میں جن گایوں کا ذکر آیا وہ بھی سات تھیں، قحط بھی سات سال رہا، سات ہی سال فراخی اور کشادگی رہی، (فرعون کے خواب اور حضرت یوسف علیہ

السلام کی بیان کردہ تعبیر کی طرف اشارہ ہے) پانچ وقت کی نماز کی سترہ رکعتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج کے بعد سات روزے رکھو، نسب کی رو سے سات قسم کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے، سات عورتیں ہی سسرال میں حرام ہیں۔ آنحضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو سات دفعہ اسے دھونا چاہئے۔ پہلی مرتبہ مٹی سے پھر پانی سے۔ سورہ انا انزلناہ میں سلام تک ستائیس حروف ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام مصیبت میں سات برس گرفتار رہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تو میں سات برس کی تھی۔ گرمیوں کے دن بھی سات ہی ہیں (تین دن ماہ شباط یعنی پھاگن اور چار دن آور یعنی چیت کے پہلے) پس یہ سات دن گرمیوں کو کاٹ دیتے ہیں یعنی ختم کر دیتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت کے شہید بھی سات طرح کے ہیں۔ (۱) وہ جو خدا کی راہ میں مارے گئے (۲) وہ جو طاعون کی بیماری میں مریں (۳) جو سل کی بیماری سے مریں (۴) جو پانی میں ڈوب کر مریں (۵) جو آگ میں جل جانے سے مریں (۶) جو اسہال یعنی دستوں کی بیماری سے مریں (۷) اور وہ عورت جو نفاس کی حالت (ولادت) میں مر جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قسم بھی سات چیزوں کی کھائی ہے۔ (۱) آفتاب (۲) چاشت کا وقت (۳) چاند (۴) دن (۵) رات (۶) آسمان (۷) اور جس نے آسمان و زمین کو بنایا (یہ کل سات ہوئے)

حضرت موسیٰؑ کا قد بھی سات گز لمبا تھا، حضرت موسیٰؑ کا عصا بھی سات گز لمبا تھا۔

دل چسپ نتیجہ: اس بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے سات کے حساب سے بنایا ہے اگر شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہے تو اوپر کے بیان سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب کو ہوگی۔

قرآن کریم میں سورۃ قدر میں سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ میں ھی کا لفظ ستائیس حروف کے بعد آتا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۷۸)

ستائیسویں شب میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟

سوال: شب قدر کو رمضان المبارک کے آخر دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کا حکم ہے تو پھر ہمیشہ اور ہر سال رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہی شب قدر منانا۔

اور اسی شب میں قرآن شریف کا ہر سال ختم کرنا بدعت ہوگا یا نہیں؟ صرف اسی رات کو زیادہ عبادت کرنا اور خصوصاً حافظوں کا ختم قرآن کرنا کیسا ہے؟

جواب: شب قدر، عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے، مگر بہت سے علماء نے قرائن سے ستائیسویں کو ترجیح دی ہے اور ظن غالب یہ ہے کہ ستائیسویں شب ہے، لیکن اس پر یقین نہیں اس طرح کہ دوسری راتوں کی نفی (انکار) کردیا جائے ظن غالب کی بناء پر۔

اگر ستائیسویں شب کو ختم قرآن پاک تراویح میں کیا جائے تو افضل اور مستحب ہے۔ یقینی طور پر اسی رات کو شب قدر سمجھنا اور دوسری راتوں کی نفی کردینا غلط ہے۔ ختم کا بھی (ہمیشہ ہی) اس شب میں التزام نہ کیا جائے۔ عبادت تلاوت، نماز وغیرہ کے لئے مساجد میں اس رات یا کسی اور رات میں جمع ہونا یا جماعت سے اہتمام کے ساتھ نوافل پڑھنا بدعت اور مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۸۹ ج۱۱)

شب قدر کی علامت

وَمِنْ اَمَارَاتِهَا اَنَّهَا لَيْلَةٌ بَلَجَةٌ صَافِيَةٌ سَاجَةٌ لَا حَارَةٌ وَلَا بَارِدَةٌ كَانَ فِيهَا قَمَرًا سَاطِعًا لَا يَنحَلُ اَنْ يَّرْمِي بِهِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ وَ مِنْ اَمَارَاتِهَا اَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ صَبِيْحَتَهَا لَا شُعَاعَ لَهَا مُسْتَوِيَةً كَاَنَّهَا الْقَمَرُ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى الشَّيْطَانِ اَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ (در منشور على احمد و البيهقى)

ترجمہ: اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے، صاف شفاف، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ سرد، بلکہ معتدل، گویا اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے۔ اس رات صبح تک ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے، نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے، ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند۔ اللہ جل شانہ نے اس دن آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا۔ (بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے) (درمنثور)

تشریح: اس حدیث میں شب قدر کی چند علامات ذکر کی گئی ہیں، جن کا مطلب صاف ہے کہ کسی توضیح کا محتاج نہیں، ان کے علاوہ اور بھی بعض علامات روایات میں اور ان لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی بالخصوص اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے، یہ علامت بہت سی روایات احادیث میں وارد ہوئی

اور ہمیشہ پائی جاتی ہے، اس کے علاوہ اور علامتیں لازمی اور ضروری نہیں ہیں۔ (فضائل رمضان ص ۴۸)

شب قدر کی سات نشانیاں: حدیثوں میں شب قدر کی کچھ نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ جس رات میں وہ نشانیاں پائی جائیں سمجھ لو کہ یہ شب قدر ہے۔

۱۔ سب سے صحیح پہچان شب قدر کی ہے کہ اس رات کی صبح کو جب سورج نکلتا ہے تو چودھویں رات کے چاند کی طرح بغیر کرنوں کے عام دنوں سے کسی قدر کم روشن ہوتا ہے۔ (عینی شرح بخاری ص ۳۶۵ ج ۵) یہ پہچان بہت سے لوگوں نے آزمائی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔

۲۔ وہ رات کھلی ہوئی روشن ہوتی ہے (مسند احمد رواہ العینی ص ۳۶۵)

۳۔ اس رات میں نہ زیادہ ٹھنڈ ہوتی ہے نہ زیادہ گرمی۔ (ابن کثیر ص ۴۳۱ ج ۴)

۴۔ اس رات میں آسمان سے تارے ٹوٹ ٹوٹ کر ادھر ادھر نہیں جاتے (ابن کثیر ص ۴۳۱ ج ۴)

۵۔ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ اس رات میں ہر چیز زمین پر جھک کر سجدہ کرتی ہے اور پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے (عینی ص ۳۶۵ ج ۵)

لیکن یاد رہے کہ یہ چیز ہر ایک کو نظر نہیں آتی، اور شاید بہت سوں کی تو سمجھ میں بھی نہ آئے۔

۶۔ بعض علماء کا تجربہ ہے کہ اس رات میں سمندروں، کنوؤں کا کھاری پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ (العرف الشذی ص ۳۲۷)

کچھ تعجب کی بات نہیں، اس رات میں رحمت الٰہی کی موسلا دھار بارشوں کا اثر اس قسم کی چیزوں میں بھی ظاہر ہو جائے لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ ہمیشہ اور ہر جگہ ہی ہوا کرے۔

۷۔ بعض لوگوں کو کوئی خاص قسم کی روشنی وغیرہ بھی نظر آتی ہے، لیکن وہ اپنے اپنے حالات پر ہے، یہ کوئی خاص نشانی نہیں ہے، عام لوگوں کو اس کے چکر میں نہ پڑنا چاہئے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۹۰)

شب قدر کے اعمال: حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی (ترمذی وفی المشکوۃ)

ترجمہ: ''اے اللہ! تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرما دے مجھ سے بھی'' (ترمذی، مشکوۃ)

جامع دعا: یہ نہایت جامع دعاء ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لطف کرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرما دیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے۔ (فضائل رمضان ص ۴۹)

اس رات کی عبادات اور اجتماعی تقریبات: اس رات میں جاگ

کر نماز، تلاوت، درود شریف اور دعاؤں وغیرہ کا خوب اہتمام کرنا چاہئے، اس رات کا کوئی خاص عمل نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے سبھی اعمال کئے جائیں اس طرح ہر قسم کے اعمال کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا، اور ادل بدل کی عبادت کرنا آسان بھی ہوگا، کبھی تلاوت کرنے لگے تو کبھی تسبیحات میں مشغول ہو گئے۔

اس رات میں مسجدوں میں جمع ہونے اور باقاعدہ تقریریں وغیرہ کرنے کرانے سے اگرچہ یہ تو فائدہ ہوتا ہے کہ مل جل کر جاگنا آسان ہو جاتا ہے مگر اس کی ہمیشہ پابندی کرنا اور بہت زیادہ اہتمام کرنا اچھا نہیں۔ علماء نے اس کو پسند نہیں کیا۔ (مراقی الفلاح ص ۲۱۹)

اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں شب قدر میں جاگنے کا یہ طریقہ نہ تھا۔ حالانکہ اس کی قیمت وہ حضرات ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔

دوسری ایک ضروری بات یہ ہے کہ ستائیسویں رات کو بہت زیادہ اہتمام کرنے کی وجہ سے عام لوگوں کا ذہن یہ بن جاتا ہے کہ آج ہی شب قدر ہے، حالانکہ یہ غلط ہے کہ ستائیسویں رات کو یقینی طور پر شب قدر ہے۔ اس کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ پھر وہ کسی اور رات جاگنے، عبادت کرنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ جب کہ اس کے چھپانے کا ایک بڑا راز ہی یہ ہے کہ لوگ اس کی تلاش میں بہت سی راتوں میں عبادت کیا کریں۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۶۳)

شب قدر میں تلاوت کا ثواب

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ شب قدر ہزار مہینوں کے نیک اعمال سے (درجہ) میں بہتر ہے
ایک حرف کی تلاوت کا ثواب شب قدر میں ساٹھ ہزار گنا ہے، اگر کوئی شب قدر میں بیت اللہ کی تلاوت کرے تو کم از کم چھ ارب ثواب ملیں گے اور کوئی شب قدر میں مسجد حرام میں پورا قرآن تلاوت کرے تو اس کو دو نیل چار پدم چوالیس کھرب ثواب ملیں گے اور اگر کوئی بیت اللہ میں لیلۃ القدر میں بحالت امام پورا قرآن تلاوت کرتا ہے تو اس کو پانچ سنکھ اکیاون نیل، نونوے پدم اٹھاسی کھرب نیکیاں ملیں گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو
1-کلمہ طیبہ 2- استغفار 3-جنت کی طلب 4-آگ سے پناہ اور یوں کہو
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ (بیہقی)

باب

وظائف اور دُعائیں

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃ (رواہ الترمذی ص۱۷۳ ج۲)

ھر کام کو طریقہ ھی سے کرنا چاھئے بس کامیابی بہت قریب ھو جاتی ھے کسی نے خوب کہا ھے۔

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو　　　در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا۔

حدیث نمبر۱: ترمذی میں ہے کہ جس شخص کے لئے دعا کے دروازے کھول دیئے گئے اس کے لئے گویا رحمت کے (بہت سے) دروازے کھولے گئے۔

حدیث نمبر۲: جمع الفوائد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آؤ میں تمہیں ایسی چیز بتا دوں جو تمہیں تمہارے دشمنوں سے بھی نجات دلائے اور تمہاری روزی بھی بڑھائے وہ یہ ہے کہ تم رات دن میں (جس وقت یا جتنی بار مانگ سکو) اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں مانگا کرو۔

(ادب نمبر۱)　　　کھانے پینے پہننے اور کمانے میں حرام سے بچنا۔

(ادب نمبر۲)　　　اخلاص کے ساتھ دعا کرنا یعنی دل سے یہ سمجھنا کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی ہمارا مقصد پورا نہیں کر سکتا۔ (الحاکم)

(ادب نمبر۳)　　　دعا سے پہلے کوئی نیک کام کرنا اور بوقت دعاء اس کا اس طرح ذکر کرنا کہ یا اللہ میں نے آپ کی رضا کے لئے فلاں عمل کیا ہے آپ اس کی برکت سے میرا فلاں کام کر دیجئے۔ (مسلم وغیرہ)

(ادب نمبر۴) پاک وصاف ہوکر دعا کرنا

(ادب نمبر۵) وضو کر کے دعا کرنا۔

(ادب نمبر۶) دعا کے وقت قبلہ رخ ہونا (صحاح ستہ)

(ادب نمبر۷) دوزانوں ہوکر بیٹھنا

(ادب نمبر۸) دعا کے اول وآخر میں حق تعالیٰ کی حمد وثناء کرنا۔

(ادب نمبر۹) اسی طرح اول وآخر میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا

(ادب نمبر۱۰) دعا کے لئے دونوں ہاتھ پھیلانا

(ادب نمبر۱۱) دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے برابر اٹھانا

(ادب نمبر۱۲) ادب وتواضع کے ساتھ بیٹھنا

(ادب نمبر۱۳) اپنی محتاجی اور عاجزی کو ذکر کرنا

(ادب نمبر۱۴) دعا کے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھانا۔

(ادب نمبر۱۵) اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ ذکر کر کے دعا کرنا

(ادب نمبر۱۸) دعا کے وقت انبیاءؑ اور دوسرے مقبول وصالح بندوں کے ساتھ توسل کرنا یعنی یہ کہنا کہ یا اللہ ان بزرگوں کے طفیل سے میری دعا قبول فرما (بخاری)

(ادب نمبر۱۹) دعا میں آواز پست کرنا

(ادب نمبر۲۰) ان دعاؤں کے ساتھ دعا کرنا جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں کیوں کہ آپ نے دین ودنیا کی کوئی حاجت نہیں چھوڑی جس کی دعا تعلیم نہ فرمائی ہو

(ادب نمبر۲۱) ایسی دعا کرنا جو اکثر حاجات دینی ودنیوی کو حاوی وشامل ہو

(ادب نمبر۲۲) دعا میں اول اپنے لئے دعا کرنا اور پھر اپنے والدین اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو شریک کرنا

(۲۳) اگر امام ہوتو تنہا اپنے لئے دعا نہ کرے بلکہ سب شرکاء جماعت کو دعا میں شریک کرے۔

(۲۴) عزم کے ساتھ دعا کرے (یعنی یوں نہ کہے کہ یا اللہ اگر تو چاہے تو میرا کام پورا کردے)۔

(ادب نمبر۲۵) رغبت وشوق کے ساتھ دعا کرے۔

(ادب نمبر ۲۶) جس قدر ممکن ہو حضور قلب کی کوشش کرے اور قبول دعا کی امید قوی رکھے۔

(ادب ۲۷) دعا میں تکرار کرنا، اور کم سے کم مرتبہ تکرار کا تین مرتبہ ہے (ف) ایک ہی مجلس میں تین مرتبہ دعا کو مکرر کرے یا تین مجلسوں میں کہے دونوں طرح تکرار دعا صادق ہے۔

(ادب نمبر ۲۸) دعا میں الحاح واصرار کرے

(ادب ۲۹) کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے

(ادب ۳۰) ایسی چیز کی دعا نہ کرے جو طے ہو چکی ہے۔ مثلاً عورت یہ دعا نہ کرے کہ میں مرد ہو جاؤں یا طویل آدمی یہ دعا نہ کرے کہ پست قد ہو جاؤں

(ادب ۳۱) کسی محال چیز کی دعا نہ کرے

(ادب ۳۲) اللہ تعالیٰ کی رحمت کو صرف اپنے لئے مخصوص کرنے کی دعا نہ کرے۔

(ادب ۳۳) اپنی سب حاجات صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرے مخلوق پر بھروسہ نہ کرے۔

(ادب ۳۴) دعا کرنے والا بھی آخر میں آمین کہے اور سننے والا بھی

(ادب نمبر ۳۵) دعاء کے بعد دونوں ہاتھ اپنے چہرہ پر پھیرے (ابوداؤد وغیرہ)

(ادب نمبر ۳۶) قبولیت دعا میں جلدی نہ کرے یعنی یہ نہ کہے کہ میں نے دعا کی تھی اب تک قبول کیوں نہیں ہوئی۔ (بخاری وغیرہ)

وہ لوگ جن کی دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے

مضطر یعنی مصیبت زدہ کی دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے (بخاری) مظلوم، اگرچہ فاسق وفاجر ہو اس کی بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ (مسند احمد) بلکہ اگر مظلوم کافر بھی ہو تو اس کی بھی دعاء رد نہیں ہوتی (مسند احمد) ابن حبان)، والد کی دعا اولاد کے لئے، عادل بادشاہ کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) اولاد جو والدین کی فرمانبردار ہو اس کی بھی دعا قبول ہوتی ہے (مسلم) مسافر کی دعا بھی مقبول ہے (ابوداؤد) روزہ دار کی دعاء روزہ افطار کرنے کے وقت (ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان) غائبانہ دعا کسی مسلمان کی دوسرے کے لئے بھی مقبول ہے۔ (مسلم ابوداؤد وابن ابی شیبہ) حجاج کی دعا (جب تک وہ وطن واپس نہ آئیں) (جمع الفوائد)

قبولیت دعاء کے اوقات

شب قدر رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کی طاق راتیں یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ (ترمذی) یوم عرفہ، عیدین کی راتیں، ماہِ رمضان المبارک کے تمام دن اور تمام راتیں، شب جمعہ، روز جمعہ، شب برات، ہر رات میں ابتدائی تہائی رات، آخر تہائی رات، آدھی رات، سحر کا وقت، ساعتِ جمعہ یعنی اول جس وقت سے امام خطبہ کے لئے بیٹھے نماز سے فارغ ہونے تک (ف) مگر درمیان خطبہ میں دعا زبان سے نہ کرے کہ ممنوع ہے بلکہ دل ہی دل میں دعا مانگے یا خطبہ میں جو دعائیں خطیب کرتا ہے ان پر دل ہی دل میں آمین کہتا جائے، اور دوسرا وقت عصر کے بعد غروب آفتاب تک ہے۔ (ترمذی) اذان کے وقت اذان و اقامت کے درمیان حی علی الصلاۃ حیَّ علی الفلاح کے بعد (مستدرک) جہاد میں صف باندھنے کے وقت (موطا) فرض نمازوں کے بعد، سجدہ کی حالت (مگر فرائض میں نہیں) تلاوت قرآن کے بعد اور بالخصوص ختم قرآن کے بعد اور بالخصوص پڑھنے والے کی دعا بہ نسبت سننے والوں کے زیادہ مقبول ہے آب زمزم پینے کے وقت میت کے پاس حاضر ہونے کے وقت یعنی جو شخص نزع کی حالت میں ہو اس کے پاس آنے کے وقت بھی دعا قبول ہوتی ہے، مرغ کے آواز کرنے کے وقت مسلمانوں کے اجتماع کے وقت مجالس ذکر میں امام کے ولا الضالین کہنے کے وقت، اقامت نماز کے وقت، بارش کے وقت بیت اللہ پر نظر پڑنے کے وقت طواف میں اور ملتزم کے پاس (یعنی دروازہ بیت اللہ اور حجر اسود کے درمیان جو جگہ ہے اس میں) میزاب رحمت یعنی بیت اللہ شریف کے پرنالہ کے نیچے اور بیت اللہ کے اندر اور چاہ زمزم کے پاس اور صفا، مروہ پہاڑوں کے اوپر اور سعی کرنے کے میدان میں (جو صفا و مروہ کے درمیان ہے) اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور عرفات میں اور مزدلفہ میں اور منیٰ میں اور تینوں جمرات کے پاس (جمرات وہ تین پتھر ہیں جو منیٰ میں نصب کئے ہوئے ہیں جن پر حجاج کنکریاں مارتے ہیں) امام جزری فرماتے ہیں کہ اگر سرور عالم ﷺ کے حضور میں (یعنی روضہ اقدس کے پاس) دعا قبول نہ ہوگی تو پھر کہاں ہوگی۔

حاجت بَرآری کا مجرب نسخہ، عمل آیاتِ سجدہ

طحطاوی مصری علی المراقی میں ص ۲۷۲ پر ہے کہ جس شخص کو کوئی سخت حاجت ہو تو وہ وضو کر کے قبلہ رُخ مصلے پر بیٹھے اور قرآن پاک کی چودہ آیات سجدہ (جسے ہم سہولت کے لئے ذیل میں یکجا

لکھے دیتے ہیں) اس طرح پڑھے کہ ایک آیت سجدہ پڑھے اور فوراً اس کا سجدہ کرلے اس کے بعد دوسری آیت پڑھے پھر اس کا سجدہ کرلے اسی طرح ایک ایک آیت سجدہ کو پڑھتا جائے اور الگ الگ ہر ایک کا سجدہ کرتا جائے، چودہوں سجدوں کے بعد (حمد و درود اور استغفار کے بعد) حق تعالیٰ سے اپنی جائز حاجت مانگے، ان شاء اللہ دعا ضرور قبول ہوگی، یہ عمل اکثر مشائخ وعلماء کا مجرب ہے۔

ضروری انتباہ: سجدہ کی آیت پر اگر نظر پڑ جائے تو اس سے سجدہ واجب نہیں ہوتا (طحاوی)

۱۔ سورۂ اعراف: إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ

۲۔ سورہ رعد: وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

۳۔ سورۂ نحل: أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ

۴۔ سورۂ بنی اسرائیل: قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِن كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا

۵۔ سورۂ مریم: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا

۶۔ سورۂ حج: أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ

۷۔ سورۂ فرقان: وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا

۸۔ سورۂ نمل: وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ

اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

۹۔ سورۂ الم سجدہ: اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

۱۰۔ سورہ ص: قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ

۱۱۔ سورۂ حم سجدہ: وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ

۱۲۔ سورۂ نجم: اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا

۱۳۔ سورہ انشقاق: فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ

۱۴۔ سورہ علق: فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ

انتباہ: ان کے سجدہ میں بھی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى تین بار پڑھنا کافی ہے۔

پریشانی کا علاج: فرمایا: حزن اور غم علاج ہے نفس کا۔ اگر انسان پر غم نہ ہو تو فرعون ہو جائے بڑی نعمت ہے خدا تعالیٰ کی حزن وغم۔ تربیت میں بڑا دخل ہے حزن وغم کو۔

دُعاء: فرمایا: اب تو بس مسلمانوں کو چاہئے کہ سب لگ لپٹ کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہو گیا ہے کہ اللہ میاں دُعاء قبول نہیں کرتے اور یہ محض خلاف واقعہ ہے مسلمانوں کی دُعا تو در کنار اللہ تعالیٰ نے تو شیطان کی دعاء کو بھی رد نہیں فرمایا۔ منظور فرمائی اور ایسی حالت میں جبکہ وہ مردود کیا جا رہا تھا اور پھر دُعا بھی اتنی بڑی کہ کسی نبی نے بھی آج تک نہیں کی۔

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ عارفیؒ کے دعائیہ کلمات

مانگنے کا ڈھنگ: یا اللہ: رمضان المبارک آرہا ہے، آپ کی ہزاروں رحمتوں اور نعمتوں کے ساتھ آرہا ہے جنت کی نشانیوں کے ساتھ آرہا ہے آپ کا وعدہ ہے کہ تمام گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

یا اللہ رمضان المبارک کی جتنی رحمتیں ہیں، جتنے انعامات واحسانات ہیں، جتنے انوار و تجلیات ہیں ہم سب کو ان کے حاصل کرنے کی استعداد وصلاحیت عطا فرمادیجئے، کسی چیز سے ہمیں محروم نہ فرمائیے۔

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ ﷺ کے اتباع کی توفیق فرمائیے، یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے یا اللہ مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہوجائے گا یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں، رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمائیے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنالیجئے۔ یا اللہ! یہ رمضان آپ کا مہینہ ہے اور آپ اس کا اجر خود عطا فرمائیں گے یا اللہ ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ ﷺ کا وفادار، سچا امتی بنادیجئے، یا اللہ! تمام لعنت زدہ کاموں سے ہمیں بچا لیجئے کہ جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں، یا اللہ! ہم آپ کے مواخذہ کو برداشت نہیں کرسکتے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

ربنا لا تو اخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا و لا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا و لا تحملنا مالا طاقة لنا به (سورۃ البقرہ آیت ۲۸۶)

ہم پر جو شامت اعمال طاری ہے ہم سے اس کا تحمل نہ ہوسکے گا دنیا میں نہ آخرت میں وَاعْفُ عَنَّا ہمیں معاف فرمادیجئے وَاغْفِرْ لَنَا ہماری مغفرت فرمادیجئے۔ وَارْحَمْنَا ہم پر رحم فرمائیے اَنْتَ مَوْلٰنَا آپ ہمارے مولا ہیں ہم کو اپنا بنالیجئے۔ آپ قادر مطلق ہیں جس کو چاہیں بنا سکتے ہیں یا اللہ! ہم آپ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور آپ سے رحم کی درخواست کرتے ہیں، اپنے نبی الرحمۃ ﷺ کے صدقہ اور طفیل میں ہماری دعائیں قبول فرمالیجئے۔

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ ﷺ کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں، یا اللہ! اس ماہ مبارک کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔ یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیاں سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔ ہمیں اس ماہ مبارک میں اپنی رحمتوں کا مورد بنا دیجئے اپنی مغفرت کا مورد بنا دیجئے۔ اور عذاب نار سے نجات بھی عطا فرمائیے۔

یا اللہ! آپ نے توفیق دی ہے اور آپ چاہتے بھی یہی ہیں کہ آپ کے بندے آپ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں۔ عجز و نیاز کا اظہار کریں، اقرار جرم کریں، یا اللہ! ہم سب اقرار جرم کر رہے ہیں، ہم مجرم ہیں، ہم سے اب تک بڑی نالائقیاں سرزد ہوئیں، ہمارے اندر شیطانیت تھی، ابلیسیت تھی جس میں ہم مبتلا رہے لیکن اب ہم اس ماہ مبارک میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس میں ہمیں پاک صاف کر کے داخل کر لیجئے اس کے ایک ایک لمحہ میں جو آپ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اس کا ہم کو مورد بنا دیجئے، مستحق بنا دیجئے اور دائماً دائماً اس پر یا اللہ! ہماری حیات کو قائم رکھئے ہم کو بھٹکنے اور بے راہ رو ہونے سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ ﷺ کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس ﷺ کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے، تمام عالم اسلام پر، سارے پاکستان میں ہر جگہ، ہمارے والدین پر اعزا و اقرباء پر ہمارے دوست احباب پر سب پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائیے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم ﷺ کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں، سازشوں میں ہیں، ان کی حفاظت فرمائیے ان کو ہدایت دیجئے یا اللہ! ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے، اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔ یا اللہ! آپ ایک عاجز بندے کی دعا قبول فرما کر سارے عالم اسلام پر اپنی رحمت فرمائیں ہم پر بھی رحمت فرمائیں، ہمارے اہل و عیال پر بھی رحم فرمائیے، ہمارے عزیز و اقارب پر بھی رحم فرمائیے، یا اللہ! جو بیمار ہیں ان کو شفاء عاجلہ و کاملہ عطا فرمائیے جو پریشان حال ہیں ان کی پریشانی رفع فرما دیجئے۔ یا اللہ! جن کے ایمانوں میں ضعف ہے ان کے ایمانوں میں قوت پیدا فرما دیجئے ہم کو کسی خیر سے محروم نہ فرمائیے۔

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمائیے۔ یا اللہ یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچائیے۔ ہر قسم کے فواحش و منکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے، یا اللہ!

یہاں کے علماء صلحا کو توفیق دیجئے کہ آپ کے دین کی اشاعت کرتے رہیں، یا اللہ! جو لوگ صاحب اختیار ہیں جن کو آپ نے اپنی مخلوق کا امین و پاسبان بنایا ہے ان کو حوصلہ دیجئے، فہم دیجئے، صلاحیت دیجئے، ان کی اعانت و نصرت فرمایئے اور ان کے ذریعے پاکستان کو صحیح معنی میں مملکت اسلامیہ بنا دیجئے اور نفاذ شریعت کا اہتمام فرما دیجئے۔

یا اللہ! اس مملکتِ اسلامیہ کو گمراہی سے، ذلت سے، رسوائی سے اور بدنامی سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! اس ملک میں کوئی ایسا مردِ مجاہد پیدا فرما دیجئے جو اس ملک کی کایا پلٹ دے فسق و فجور کو مٹا دے۔ احکام شرعیہ کا نفاذ کر دے۔ اور اسلامی فضا ملک میں پھیلا دے۔

یا اللہ! ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرما دیجئے، ایمانوں میں تازگی عطا فرما دیجئے، تقاضائے ایمان بیدار فرما دیجئے ہمارے دلوں میں گناہوں سے نفرت پیدا فرما دیجئے، غیرت پیدا فرما دیجئے یا اللہ! ہمیں ظاہری و باطنی ہلاکت سے بچا لیجئے، یا اللہ! اپنی مغفرت و رحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

یا اللہ! اس ماہِ مبارک میں ہر شر سے بچا لیجئے، نفس و شیطان کی شرارتوں سے، گمراہیوں سے، ضلالتوں سے بچا لیجئے، یا اللہ! اپنی رحمتوں کے دروازے ہم پر کھول دیجئے اپنے انعامات و احسانات کے دروازوں کو کھول دیجئے، یا اللہ! ہم میں ہر ایک کو اپنی رحمت کا مورد بنا لیجئے، ہم تمام عمر کے گناہوں سے ندامت قلب کے ساتھ توبۃ النصوح کرتے ہیں معاف فرما دیجئے، تمام عمر کے گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔ سب کو پاک صاف کر دیجئے۔ ہم کو بھی پاک صاف کر دیجئے، یا اللہ! ہم سے راضی ہو جایئے اور ہم کو راضی کر دیجئے، ہمارے استعداد ناقص ہیں تو اس کو درست کر دیجئے ہماری صلاحیتیں بگڑی ہوئی ہیں تو ان کو ٹھیک فرما دیجئے، ہمارے ایمانوں میں تازگی عطا فرمایئے۔ ہمارے اسلام میں قوت عطا فرما دیجئے اور کسی خیر سے ہم کو محروم نہ فرمایئے۔

یا اللہ! ہم آپ کے نبی ﷺ کی مانگی ہوئی دعا مانگ رہے ہیں۔ جو دعا مقبول ہے۔ ہم حضور ﷺ کے امتی ہیں۔ ہم آپ کی بارگاہ میں آپ کے حبیب ﷺ کے الفاظ پیش کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَکْرِمْنَا وَلَا تُھِنَّا وَاٰتِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ

عَلَيْنَا وَارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا.

یا اللہ! جو مانگ سکے وہ بھی اور جو نہ مانگ سکے وہ بھی سب عطا فرما دیجئے، یا اللہ! کیا ہماری قابلیت اور کیا ہماری قوتِ اظہار، آپ علیم وخبیر بذات الصدور ہیں، آپ اپنے بندوں کے حالات کو خوب جانتے ہیں۔ ہمیں کسی نعمت سے محروم نہ رکھئے اور ہر شر سے بچا لیجئے اور ہر اس چیز سے بچا لیجئے جس میں آپ کی ناراضگی ہو۔

اے اللہ ہم سے راضی ہو جایئے، یہ آپ کا مہینہ ہے تو اس مہینہ میں ہمیں اپنا بنا لیجئے، ضرور اپنا بنا لیجئے، ہماری کوتاہیاں ہم سے دور فرما دیجئے اور یا اللہ! ہمیں محرومی سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! آپ نے اس متبرک ماہ میں جتنے وعدہ فرمائے ہیں اور آپ کے محبوب نبی ﷺ نے جتنی بشارتیں دی ہیں، یا اللہ ہم ان سب کے محتاج ہیں آپ ہم کو سب ہی عطا فرما دیجئے۔

یا اللہ ہم لوگ جو استغفار کریں وہ سب قبول کر لیجئے، ہمارے متعلقین، دوست احباب کو توفیق دیجئے کہ وہ آپ کی عبادات وطاعات میں مشغول ہوں، ہم میں جو خامیاں ہیں سب کو دور کر دیجئے ہم کو قوی سے قوی ایمان عطا فرمایئے زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق دیجئے یا اللہ ہماری آنکھوں کانوں زبانوں اور دل کو لغویات سے پاک رکھئے یا اللہ ان میں اپنے ایمان کا نور عطا فرمایئے۔ یا اللہ سب مسلمین، مسلمات پر رحم فرمایئے، تمام مملکتوں میں جہاں جہاں مسلمان بے راہ روی میں پڑ گئے ہیں، ان کے دلوں میں نفاق پیدا ہو گیا اس کو دور فرما دیجئے۔ ان کو اتباعِ شریعت اور سنت کی توفیق عطا فرما دیجئے۔

یا اللہ! خصوصاً پاکستان میں جو زندقہ الحاد کا بڑھتا ہوا سیلاب ہے یا اللہ اس کو دور فرما دیجئے اور اس سیلاب بلا سے ہمیں نجات عطا فرمایئے آئندہ نسلیں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جائیں یا اللہ ان کی حفاظت فرمایئے، ان کے دلوں میں دین کی عظمت اور آخرت کا خوف پیدا کیجئے، یا اللہ ان میں انسانیت اور شرافت کے احساسات وجذبات پیدا فرما دیجئے۔

یا اللہ ہر طرح کی برائیوں سے تباہ کاریوں سے بچا لیجئے۔ یا اللہ ہمارے ملک میں جو منکرات وفواحش عام ہو رہے ہیں، آپ کی حرام کی ہوئی چیزیں حلال ہو رہی ہیں، ہم مسلمانوں کو اس تباہی وبربادی سے بچا لیجئے جو لوگ حواس باختہ ہیں ان کی رہنمائی فرمایئے۔

یا اللہ! پاکستان کو قمار خانے، شراب خانے، نائٹ کلب، ریڈیو، ٹیلی ویژن کی لغویات سے، سینما گھروں جن سے روز وشب ہماری اخلاقی اور معاشرتی اور اقتصادی زندگی تباہ و برباد ہو رہی ہے ان تمام فواحش سے ہم کو پاک صاف فرما دیجئے، اور یا اللہ ارباب حل وعقد کو توفیق دیجئے اور اس کا احساس دیجئے کہ وہ اپنے اختیارات سے ان منکرات کو مٹائیں اور آپ کی رضا جوئی کے

لئے دین کی اشاعت کریں۔

یا اللہ! امن و امان کی صورت پیدا کر دیجئے۔ بیرونی سازشوں، دشمنوں کو نقصان رسائی سے ہماری مملکت اسلامیہ کو بچا لیجئے، ہمارے دین کی حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ! ہم یہ دعا آپ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں اس ماہ مبارک کی برکت سے قبول فرما لیجئے۔ یا اللہ جو مانگ سکے وہ بھی دیجئے اور جو نہ مانگ سکے وہ بھی دیجئے۔ جس میں ہماری بہتری ہو دین و دنیا کی فلاح ہو یا اللہ وہ سب ہم کو عطا کیجئے۔ نفس و شیطان سے ہم کو بچایئے اپنی رضائے کاملہ عطا فرمایئے۔

یا اللہ! آپ کا وعدہ ہے کہ یہ مہینہ آپ کا ہے، اس ماہ مبارک میں ہم کو اپنا بنا لیجئے، یا اللہ آپ مربی ہیں، رحیم ہیں، غفور ہیں، ہماری پرورش کرنے والے ہیں، ہمارے رزاق ہیں، ہمارے کارساز ہیں، تو پھر یا اللہ ہم سے ہماری ان غفلتوں کو دور کر دیجئے۔ اپنا صحیح تعلق عطا فرمایئے ہمارے سارے معاملے دین کے ہوں یا دنیا کے یا اللہ سب آسان کر دیجئے۔ مرنے کے بعد برزخ کے تمام معاملات آسان کر دیجئے، یوم حساب کا معاملہ آسان کر دیجئے، اور اپنی رضائے کاملہ کے ساتھ جنت میں داخل کر دیجئے۔

یا اللہ! اپنے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے حشر میں ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمایئے۔ ہم کو حضور ﷺ کی شفاعتِ کبریٰ نصیب فرمایئے ہمارے ظاہر کو بھی پاک کر دیجئے اور باطن کو بھی پاک کر دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں رمضان المبارک کے ایک ایک لمحے کے انوار و تجلیات چاہے ہم محسوس کریں یا نہ کریں، آپ سب عطا فرما دیجئے، یا اللہ ہمارے روزے عبادات چاہے ناقص ہوں آپ اپنے فضل سے قبول فرما لیجئے اور کامل اجر عطا فرمایئے۔

یا اللہ! جو جو دشواریاں، بیماریاں، پریشانیاں جس میں ہم مبتلا ہیں اور آنے والے خدشات آفات ہیں ان سب سے ہم کو محفوظ رکھئے۔ یا اللہ کھانے پینے کی چیزوں میں گرانی روز افزوں ہوتی جارہی ہے۔ ملاوٹ ہو رہی ہے، وبائیں آرہی ہیں، بیماریاں پھیل رہی ہیں سب سے حفاظت فرمایئے، ہم کو پاکیزہ اور ارزاں غذائیں عطا فرمایئے، یا اللہ ایمان والوں کے لئے آج کل معاشرہ (تہذیب و تمدن کی لعنتوں کا ماحول) جہنم کدہ بنا ہوا ہے اس کو گلزار ابراہیم بنا دیجئے ہماری تمام حاجات پوری فرمایئے۔ ہم کو اسلام پر قائم رکھئے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمایئے۔ آمین بحق سید المرسلین ﷺ و اصحابہ اجمعین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

خطبہ مناجات مقبول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا

اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم — قاضیٔ حاجات و وہاب و کریم
اے الٰہ العٰلمین اے بے نیاز — دین و دنیا میں ہمارے کار ساز
تو ہی معبود اور تو ہی مقصود ہے — تیرے ہی، ہاتھوں میں خیر و جود ہے
ہم ترے بندے ہیں اور تو ہے خُدا — تو کریم مطلق، اور ہم ہیں گدا
ہم گنہگار، اور تو غفار ہے — ہم بھرے عیبوں سے، تو ستار ہے
ہم ہیں بے کس، اور تو بے کس نواز — ہم ہیں ناچار، اور تو ہے چارہ ساز
تو وہ قادر ہے کہ جو چاہے کرے — جس کو چاہے دے، جسے چاہے نہ دے
تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے — در تیری رحمت کے ہر دم ہیں کھلے
تیرے در پر ہاتھ پھیلاتا ہے جو — پا ہی لیتا ہے وہ ہر مقصود کو
مانگنا ہم پر کیا ہے تو نے فرض — اور سکھا ہم کو دیئے آداب عرض
بلکہ مضمون بھی ہر اک درخواست کا — ہم کو یا ربّ تو نے خود سکھلا دیا
مانگنے کو بھی ہمیں فرما دیا — مانگنے کا ڈھنگ بھی جتلا دیا
ہر گھڑی دینے کو تو تیار ہے — جو نہ مانگے اس سے تو بیزار ہے
ہر طرف سے ہو کے ہم خوار و تباہ — آ پڑے اب تیرے در پر یا الٰہ
گرچہ یا ربّ ہم سراپا ہیں بُرے — اب تو لیکن آ پڑے در پر ترے
دل میں ہیں لاکھوں اُمیدیں جلوہ گر — ہاتھ اٹھاتے شرم آتی ہے مگر
تو غنی ہے اور ہم ہیں بے نوا، — کون پوچھے گا ہمیں تیرے سوا
ہے تو ہی حاجت روائے دو جہاں — ہم ترا در چھوڑ کر جائیں کہاں
صدقہ اپنی عزت و اجلال کا — صدقہ پیغمبر کا، اُن کی آل کا
اپنی رحمت ہم پر اب مبذول کر — یہ مناجات اور دُعا مقبول کر

حضرت مولانا ابرار احمد صاحبؒ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں

جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ لینے اور مانگنے کا مہینہ ہے مگر شرط یہ ہے کہ ہم جزم، یقین اور اعتماد کے ساتھ اللہ جل شانہ کے سامنے اپنی مانگ پیش کریں تو ناممکن ہے کہ رمضان المبارک کے اس مہینہ میں حق تعالیٰ ہماری مانگ کے پورا ہونے کا فیصلہ نہ فرمائیں ہاں! کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ کی مصلحت اس میں ہوتی ہے کہ اس کا ظہور دیر سے ہو اس وجہ سے تاخیر ہو جائے یہ اور بات ہے ورنہ عرضی لے لی جاتی ہے اس لئے حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ جب آدمی افسران حکمران اور سلاطین کے سامنے اپنی درخواست پیش کرتا ہے تو بہت سی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کی درخواست کو رد کر دیا جاتا ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ حاکمِ اعلیٰ اپنے تخت اور ٹیبل پر اس کی درخواست لے لیتے ہیں پھر اگر مصلحت ہوئی تو وہ چیز اسے دے دی جاتی ہے یا اس کے بدلہ کوئی اور چیز دے دی جاتی ہے یا بلا ٹال دی جاتی ہے رب العالمین کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، اس لئے رمضان المبارک میں خاص طور سے ہمیں اللہ جل شانہ سے یہ امید رکھنا چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے جو مانگیں گے حق تعالیٰ عطا فرمائیں گے اس لئے سب سے پہلے اپنے ایمان کی حفاظت، ہدایت استقامت، حق تعالیٰ کی رضا، جہنم سے بچنا اور جنت میں داخلہ ان بنیادی چیزوں کو ہم خدا سے مانگیں اس کے بعد حلال روزی، صحت آبرو، عافیت اور سکون وطمانیت اور اس دینی زندگی کا سوال کریں جس پر خدا کی طرف سے رحمتوں اور عنایتوں کی بارش ہوتی ہے ہمیں آج کی اس مجلس میں طے کرنا ہے کہ ہم جل شانہ سے تعلق قائم کریں گے بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر آدمی خدا سے اپنا معاملہ صحیح کر لے تو پھر حالات درست ہونا شروع ہوتے ہیں۔

تین اللہ والے : آپ کو یاد ہوگا شاید میں نے کبھی یہاں سنایا ہو تین اللہ کے بڑے نیک صالح بندے تھے سفر میں تشریف لے جا رہے تھے چلتے چلتے راستہ میں ایک باغ آیا وہاں وہ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے انہوں نے اپنا اپنا توشہ دان کھولا، باغ کا مالک سعادت مند آدمی تھا وہ دوڑتے ہوئے آیا اور کہنے لگا کہ یہ ناممکن ہے کہ آپ ہماری زمین میں اپنا کھانا کھائیں آپ لوگ اپنے کھانے کو موقوف رکھیں اور توشہ دان بند کر دیں میں گھر جا کر کھانا لاتا ہوں انہوں نے انکار کیا مگر ہر چند انکار کے باوجود شخص نہ مانا اور بڑے اہتمام سے عمدہ قسم کا کھانا پکا کر لایا اور ان کے سامنے پیش کیا وہ تینوں اللہ والے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کے لئے آخرت کی دعا کر

دی جائے دوسرے نے کہا کہ اس کے لئے دنیا کی دعا کر دی جائے تیسرے نے کہا کہ دنیا ملے گی تو یہ اس میں پھنس جائے گا اور غافل ہو جائے گا اور ضرورت بہر حال دونوں کی ہے کیوں نہ ایسا ہو کہ ہم اس کے لئے دنیا اور آخرت دونوں کی دعا کر دیں چنانچہ ان تینوں بزرگوں نے دعا کی اور اس کا دنیا کا کام بھی بن گیا اور آخرت کا کام بھی بن گیا۔

تین پیسے میں ولایت: ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے ولایت اور بزرگی کیسے حاصل کی؟ انہوں نے کہا تین پیسے میں، پوچھا کیسے؟ کہا وہ اس طریقہ سے کہ ایک آدمی بھوکا اور پریشان تھا اور وہ اللہ کا کوئی صالح بندہ تھا میں نے اس کے لئے کھانے کا انتظام کیا بس اس کا یہ اثر ہوا کہ اس نے دعا کی اور اللہ جل شانہ نے مجھے ولایت سے سرفراز فرمایا۔

دائمی مسرت کا نسخہ: میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم اپنے اوقات میں سے کچھ وقت متعین کر کے حضورِ قلب کے ساتھ اللہ جل شانہ کے سامنے مانگنے کی عادت ڈالیں جب تک امت خدا کے دربار میں ہاتھ پھیلانے کی عادی تھی خدائے پاک کی قسم! مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اپنے بعض بزرگوں کا قول سنا ہے کہ یہ امت جب راتوں میں خدا کے سامنے رونے کی عادی تھی تو اللہ جل شانہ اُسے دنوں میں ہنستا ہوا رکھتے تھے اور اس کے دن ہنستے ہوئے گذرتے تھے یہ امت جب ایک چوکھٹ پر اپنی جبینِ نیاز خم کرنے کی عادی تھی تو اللہ تعالیٰ نے تمام چوکھٹوں اور تمام دروں سے اُسے فارغ کر دیا تھا وہ ایک کے ہوئے اس کے نتیجہ میں اللہ جل شانہ نے ساری چیزیں ان کے لئے کر دیں۔

اھل اللہ کی شان: تاریخ کا ایک عجیب واقعہ ہے آپ کو تعجب ہوگا کہ ایک بزرگ سے کسی شخص نے کہا کہ اہل اللہ کی کیا شان ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جو اہل اللہ ہوتے ہیں ان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ پہاڑ سے کہہ دیں کہ وہ اپنے مقام سے ہٹے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹنے لگے گا ابھی انہوں نے صرف یہ بات فرمائی تھی دیکھتے کیا ہیں کہ سامنے جو پہاڑ تھا اس میں حرکت ہوئی اور وہ بڑھنا شروع ہوا انہوں نے اسکو ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ میں تجھے چلنے کے لئے نہیں کہتا بلکہ ایک حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں ایسے ہی ایک بزرگ کے بارے میں ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ اہل اللہ کی کیا شان ہوتی ہے؟ وہ صاحب خوارق تھے انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ یہ چاہیں کہ گھر میں جتنی چیزیں ہوں وہ باہر آنا شروع ہو جائیں تو ان کے چاہنے پر یہ ہو سکتا ہے ابھی صرف اتنا ہی کہا تھا کہ اندر کی چیزیں باہر آنے لگیں پلنگ باہر آ رہا ہے کرسی باہر آ

رہی ہے گویا سب اندر کی چیزیں باہر آنے لگیں تو انہوں نے فرمایا کہ میرا منشا یہ نہیں کہ تم باہر آؤ۔

دعا کے لئے بزرگی شرط نہیں: یہ بڑے حضرات تھے کہ جن کے فرمانے پر ان چیزوں کا ظہور ہوتا تھا مگر خدائے واحد کے دربار میں مانگنے کے لئے اور ہاتھ پھیلانے کے لئے بزرگی شرط نہیں ہے ساری انسانیت اور خصوصاً جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کے لئے تو بس یہ ہے کہ وہ طے کرلیں کہ ہمیں گڑگڑا کر اپنے اور اپنے قلب کو جھکا کر یقین کے ساتھ خدا سے مانگنا ہے اور کثرت سے مانگنا ہے۔

خدا سے مانگنے والے: ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو روزانہ کم ازکم آٹھ آٹھ گھنٹے دعا کا اہتمام کرتے ہیں بعض ایسے بھی ہیں جو چھ گھنٹے دعا کا اہتمام کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کا تذکرہ بھی سنا ہے کہ جنہوں نے صرف ایک دعا کو ایک ایک گھنٹہ تک مانگا حضرت اقدس تھانویؒ فرماتے تھے ہمارے یہاں ایک شخص بڑے بھولے بھالے تھے جب وہ دعا مانگتے تو ایک ایک جملہ کو کم ازکم ایک گھنٹہ تک کہتے تھے اگر یہ کہنا ہوتا کہ اے اللہ کشادہ حلال روزی عطا فرما تو اس جملہ کو ایک گھنٹہ تک بولتے تھے، آپ اندازہ لگایئے کہ اللہ پر اس درجہ یقین کے ساتھ اور کثرت کے ساتھ مانگنے کا جو کچھ اثر ہوتا ہوگا وہ ظاہر ہے اور بھولے ایسے تھے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن ایک جنازہ آیا فرمانے لگے کہ جتنے حاضرین ہیں اللہ پاک سب کو یہ دن نصیب فرمائیں، ان کا منشا یہ تھا کہ جمعہ کے دن سب کی وفات ہو لیکن وہ اس انداز سے کہہ رہے تھے کہ گویا یہ چاہتے ہیں کہ جتنے ہیں سب کے سب رخصت ہوجائیں اور چلے جائیں تو بھولے تھے مگر یہ کہ اللہ سے ان کا ایک تعلق تھا اور واقعی ہزاروں چالاکیاں اور ہزاروں ہوشیاریاں اس بھولے پن پر قربان ہوں جس میں آدمی خدا سے وابستہ ہوجائے۔

دعا میں دل کیسے لگے؟ تو ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم افطار سے پہلے، تہجد کے وقت اگر تہجد کی توفیق ہوجائے، فجر کے بعد یا جس وقت بھی سہولت ہو کچھ وقت نکال کر اپنے قلب کو خدا کی طرف متوجہ کر کے دن میں دو چار دفعہ اللہ تعالیٰ سے جم کر مانگنے کی عادت ڈالیں اور اپنے گھر میں بھی یہ نظام بنائیں اپنے بچوں کو بیوی کو اپنے ملنے والوں کو قرابت داروں اور عزیزوں کو کہیں کہ ہم اللہ جل شانہ سے ویسا نہ مانگیں جیسے رسمی طور پر آدمی ہاتھ اٹھاتا ہے اور پھر ہاتھ پھیر لیتا ہے آپ نے نہیں دیکھا کہ جب آدمی کسی مقام پر ٹیلیفون کرتا ہے تو اگر لائن بزی (BUSY) ہے اور شور ہو رہا ہے تو آدمی فون اٹھا کر رکھ دیتا ہے اور اگر لائن کلیر (CLEAR) ہو آواز صاف آ رہی ہو تو سامنے والا اس کی بات سنتا ہے ہم لوگوں کا حال بھی ایسا ہی ہے کہ ہم جس وقت دعا کے

لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو کبھی بیوی بچے سامنے کبھی دکان سامنے کبھی پروگرام سامنے کبھی کھانا پینا سامنے دنیا کے ہزاروں کام سامنے آتے ہیں اللہ جل شانہ کا دھیان اور اس کی ذاتِ عالی کی طرف توجہ نہیں ہو پاتی جس کی وجہ سے دعا میں طبیعت نہیں لگتی لیکن اس وجہ سے دعا چھوڑنا نہیں چاہئے بلکہ دعا کرتے رہنا چاہئے دعا مانگتے مانگتے پھر دھیان جمنے لگے گا اور لائن بالکل کلیر (CLEAR) ہو جائے گی یہ خیالات سب ہٹنے لگیں گے اور میں نے اپنے بزرگوں سے سنا اور خود بھی تجربہ کیا کہ آدمی اگر دعا شروع کرے تو شروع میں طبیعت نہیں لگے گی مگر اس کے بعد اگر جم کر کرتا رہا اور اس کی عادت ڈال لی تو پھر ایسا جی لگے گا کہ اس کا نفس چاہے گا ہاتھ رکھ دے اور اس کا دل کہے گا نہیں! کچھ اور سوال کرلوں، نہیں! کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگ لوں، تو اللہ تعالیٰ سے مانگ کر قوت اور ایک یقین محسوس کرے گا ایک طمانیت اور سکینت محسوس کرے گا نیز اللہ جل شانہ بلائیں اور مصائب اس سے دفع کریں گے اور اگر اس کے باوجود تقدیرِ الٰہی سے یا شامتِ اعمال سے کوئی حال پیش آجائے تو یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کی شکل ہوگی۔

حالات مؤمن کی غفلت دور کرتے ہیں: اب آخر میں ایک بات سنا کر ختم کرتا ہوں آپ کو معلوم ہے کہ سونے والے بیسیوں قسم کے ہوتے ہیں بعض آہٹ سے اور بعض اشارہ سے اور بعض معمولی سرسراہٹ سے بیدار ہو جاتے ہیں کچھ وہ ہوتے ہیں کہ ان کے پاس چیخنا پڑتا ہے کچھ وہ ہوتے ہیں کہ انہیں جھنجھوڑنا پڑتا ہے کچھ وہ ہوتے ہیں کہ ان پر پانی چھڑکنا پڑتا ہے تب جا کر وہ بیدار ہوتے ہیں ٹھیک اسی طرح ہم لوگ غفلت کی نیند میں ہیں۔ اللہ جل شانہ غفلت کی نیند کو دور کرنے کے لئے کبھی حالات لاتے ہیں کبھی چیزوں میں گرانی ہو جاتی ہے کبھی چیزیں چھین لی جاتی ہیں کبھی خوف کی کیفیت پیدا کردی جاتی ہے۔ کبھی قلوب میں نا اتفاقی پیدا ہو جاتی ہے کبھی سکون فوت ہو جاتا ہے یہ سارے حالات خدا کے دستِ قدرت میں ہیں اگر ان کو راضی کرلیا تو جس طریقہ سے وہ نعمتوں کے چھیننے پر قادر ہیں نوازنے پر بھی قادر ہیں، جس طرح وہ لینے پر قادر ہیں دینے پر بھی قادر ہیں اس لئے اللہ جل شانہ سے پورے اعتماد اور پورے یقین کے ساتھ اگر ہم نے مانگنے کی عادت ڈالی تو امید ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمتیں ہماری طرف متوجہ ہوں گی اور ہماری بگڑی ہوئی بنتی نظر آئے گی۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس ماہِ مبارک کی برکات سے ہمیں بہرہ ور فرمائیں اور دارین کی سعادت نصیب فرمائیں اور اپنے سے مانگنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

باب

رمضان اور نوافل

دن رات میں پانچ نمازیں تو فرض کی گئی ہیں اور وہ گویا اسلام کا رکن رکین اور لازمہ ایمان ہیں ان کے علاوہ ان ہی کے آگے پیچھے اور دوسرے اوقات میں بھی کچھ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب وتعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہے پھر ان میں سے جن کے لئے آپ نے تاکیدی الفاظ فرمائے یا دوسروں کو ترغیب دینے کے ساتھ جن کا آپ نے عملاً بہت زیادہ اہتمام فرمایا ان کو عرف عام میں ''سنت'' کہا جاتا ہے اور ان کے ماسوا کو ''نوافل'' بعض نوافل ایسے ہیں کہ جن کی مستقل حیثیت ہے۔ان نوافل کا ادا کرنا تقرب الی اللہ کا باعث ہے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔''بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے، جو وہ مجھ سے مانگتا ہو وہ میں اسے دے دیتا ہوں۔''

آنکھ، ہاتھ اور پاؤں بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہر کام اللہ کی رضا اور محبت کے ذیل میں ہوتا ہے، اس کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔

دوسرے ان نوافل کے ذریعہ سے فرائض میں رہ جانے والی کمی پوری ہوتی ہے۔

ذیل میں جن نفل نمازوں کے فضائل اور ان کے پڑھنے کا طریقہ ذکر کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔کم از کم رمضان المبارک میں ان نوافل کی ضرور ادائیگی کرنی چاہئے۔

تحیّۃ الوضوٓ: تحیۃ الوضوٓ یہ ہے کہ جب کبھی وضو کریں تو دو رکعت نفل پڑھ لیا کریں۔
حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ ''جو مسلمان بھی اچھی طرح سے وضو کرے اور وضو کے بعد حضور قلب کے ساتھ دو رکعت نفل پڑھے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔''

مسئلہ: تحیۃ الوضو اعضاء وضو کے خشک ہونے سے پہلے پہلے پڑھنی چاہئے یہی اس کا وقت ہے۔

تحیّۃ المسجد: تحیۃ المسجد یہ ہے کہ جب کوئی مسجد میں جائے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔
حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

مسئلہ: اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد کافی ہے۔

مسئلہ: اگر وضو مسجد میں جا کر کریں اور تحیۃ الوضو پڑھیں تو پھر تحیۃ المسجد کے نفل پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص مسجد جاتے ہی سنتیں پڑھنے لگا یا جماعت میں شریک ہو گیا تو اس کی تحیۃ المسجد اسی کے ضمن میں ادا ہو گئی۔ علیحدہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

اشراق: اشراق کی نماز یہ ہوتی ہے کہ آدمی فجر کی نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہے اور ذکر وغیرہ میں مصروف رہے، دنیا کا کوئی کام نہ کرے پھر سورج نکلنے کے بیس یا پچیس منٹ بعد دو رکعتیں پڑھے۔
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جس شخص نے فجر کی نماز جماعت میں شریک ہو کر پڑھی پھر سورج نکلنے تک وہیں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا، پھر دو رکعتیں پڑھیں تو اس کے لئے ایک حج و عمرہ کی مانند ثواب ہوگا۔''
اس میں اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ جس جگہ فرض پڑھے ہیں وہیں بیٹھا رہے اوسط درجہ یہ ہے کہ اس مسجد میں کسی بھی جگہ بیٹھ جائے اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ مسجد سے باہر چلا جائے لیکن ذکر الٰہی برابر ادا کرتا رہے۔ تقریباً آفتاب نکلنے کے پندرہ بیس منٹ بعد دو رکعت نفل پڑھیں تو مذکورہ ثواب حاصل ہوگا۔

چاشت: چاشت کی نماز یہ ہوتی ہے کہ جب سورج اچھی طرح نکل جائے اور اس پر نگاہ نہ جم سکے تو اس وقت نوافل پڑھے جائیں جن کی کم از کم مقدار دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ

ہے۔ چاشت کے نوافل زوال کا وقت ہونے تک پڑھے جاسکتے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''تم میں سے ہر شخص کے جوڑ جوڑ پر صبح کو صدقہ ہے۔ پس ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا بھی صدقہ ہے اور الحمدللہ کہنا بھی صدقہ ہے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا بھی صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی صدقہ ہے اور اس کی شکر کی ادائیگی کے لئے دو رکعتیں کافی ہیں جو آدمی چاشت کے وقت پڑھے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''جس نے چاشت کی دو رکعتوں کا اہتمام کیا اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔

اوّابین : مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد جو نوافل پڑھے جاتے ہیں انہیں اوابین کہتے ہیں ان کی کم از کم تعداد ۶ اور زیادہ سے زیادہ بیس ہے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ کے صاحبزادے محمد بن عمارؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد عمار بن یاسر کو دیکھا کہ وہ مغرب کے بعد ۲ رکعت پڑھتے تھے اور بیان فرماتے تھے کہ میں نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کو دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو بندہ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

مسئلہ: مغرب کے فرضوں کے بعد ۲ رکعت نفل پڑھ کر صرف ۶ رکعت سنت ۲ رکعت نفل اور پڑھ لے تو اوابین کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

تہجّد: نصف شب کے بعد سو کے اٹھ کر جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے تہجد کہتے ہیں اس کی کم از کم ۶ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ ۱۲ رکعتیں ہیں حضور ﷺ عموماً آٹھ رکعت پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ '' اللہ تعالیٰ بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری درمیانی حصہ میں ہوتے ہیں پس اگر تم سے ہو سکے کہ تم ان بندوں میں سے ہو جاؤ جو اس (مبارک) وقت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو تم ان میں سے ہو جاؤ۔''

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''فرض نماز کے بعد سب سے افضل درمیان رات کی نماز ہے (یعنی تہجد)

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''تم ضرور پڑھا کرو تہجد، کیونکہ تم

سے پہلے صالحین کا طریقہ اور شعار رہا ہے اور قرب الٰہی کا خاص وسیلہ ہے، اور وہ گناہوں کے برے اثرات کو مٹانے والی، معاصی سے روکنے والی چیز ہے۔"

مسئلہ: تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے سونا شرط نہیں ہے اگر کوئی شخص ساری رات جاگتا رہے تو وہ بھی تہجد پڑھ سکتا ہے۔

نماز توبہ : اگر کسی سے کوئی گناہ دانستہ یا نادانستہ طور پر ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے کئے کی معافی مانگے اور آئندہ کے لئے اس کام سے سچے دل سے توبہ کرے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو بکرؓ نے بیان فرمایا (جو بلاشبہ صادق وصدیق ہیں) کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے جس شخص سے کوئی گناہ ہو جائے۔ پھر وہ اٹھ کر وضو کرے، پھر نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور معافی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما ہی دیتے ہیں۔" الحدیث (فضیلت کی راتیں)

صلوة التسبیح

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے فرمایا اے عباس! اے میرے محترم چچا! کیا میں آپ کی خدمت میں ایک گراں قدر عطیہ اور ایک قیمتی تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کو خاص بات بتاؤں؟ کیا میں آپ کے دس کام اور آپ کی دس خدمتیں کروں (یعنی آپ کو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے آپ کو دس عظیم الشان منفعتیں حاصل ہوں، وہ ایسا عمل ہے کہ) جب آپ اس کو کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ معاف فرما دے گا، اگلے اور پچھلے بھی، پرانے بھی اور نئے بھی، بھول چوک سے ہونے والے بھی اور دانستہ ہونے والے بھی، صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی، ڈھکے چھپے بھی، اور علانیہ ہونے والے بھی، (وہ عمل صلوٰۃ التسبیح ہے) (میرے چچا) اگر آپ سے ہو سکے تو روزانہ یہ نماز پڑھا کریں اور اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں، اور اگر آپ یہ بھی نہ کر سکیں تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم زندگی میں ایک بار ہی پڑھ لیں۔ (ابوداؤد وابن ماجہ)

صلوۃ التسبیح کا ثواب عام ہے : سوال: صلوٰۃ التسبیح کا ثواب رسول اللہ ﷺ نے جیسا کہ اپنے چچا حضرت عباسؓ کو فرمایا تھا، کیا اور امتی کو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب: حدیث شریف میں ہے، اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ. الخ (مشکوۃ شریف کتاب الایمان) پس مدار ثواب کا نیت پر ہے۔ اگر بوجہ اللہ خاص نیت سے کوئی شخص پڑھے گا، ثواب بھی اسی قدر ملے گا۔ حضرت عباسؓ کو جو تعلیم فرمائی تھی، وہ ان کی خصوصیت نہ تھی جیسے آپ ﷺ کی دیگر ادعیہ (دعاؤں) اور اعمال کی تعلیم و بشارت ثواب عام تھی (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۱۲ جلد ۴)

صلوٰۃ التّسبیح کی جماعت: جماعت نوافل کی خواہ صلوٰۃ التسبیح ہو یا کوئی دوسرے نوافل اگر بتداعی ہو (یعنی اگر باقاعدہ اہتمام کے ساتھ دو افراد سے زائد ہوں) مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۱۲ جلد ۴ بحوالہ المختار ص ۶۶۳ جلد اول الوتر النوافل)

تعلیم کی غرض سے جماعت کرنا: سوال: رمضان شریف کے آخری جمعہ میں صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھائی جاتی ہے۔ اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ امام صاحب کہتے ہیں کہ جاہل لوگ صلوٰۃ التسبیح نہیں پڑھ سکتے، لہٰذا ان کو امام کی متابعت میں ثواب مل جائے گا۔

یہ خیال غلط ہے، اور امام کا خیال بھی غلط ہے بدعت کا ارتکاب اس خیال سے درست نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۱۴ جلد ۴)

نماز میں ھاتھ کی کیفیت: سوال: صلوٰۃ التسبیح کے قومہ میں ہاتھ باندھے رکھے یا کھلے رکھے؟

جواب: کھلے رہنا ہی معمول بہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۱۴ جلد ۴)

نماز کا طریقہ: صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں، بہتر ہے کہ چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیں، اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے، یعنی ایک ساتھ چار رکعتیں بھی پڑھ سکتے ہیں اور دو دو رکعت کر کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) کہنا چاہیے پوری نماز میں تین سو مرتبہ نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ نیت کرے: نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَکْعَاتِ صَلٰوۃِ التَّسْبِیْحِ. یا اردو میں یوں کہے "میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھوں، (یا دل میں خیال کر لے زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں ہے) تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پوری پڑھ کر پندرہ مرتبہ (بغیر ہاتھ چھوڑے) کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ. پھر قرأت کرے اس کے بعد دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے پھر رکوع سے اٹھ کر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے بعد دس بار وہی تسبیح

پڑھے پھر سجدہ میں جائے اور دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد اور سجدوں کے درمیان دس دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے پھر دوسری رکعت میں الحمد شریف سے پہلے پندرہ مرتبہ اور بعد الحمد اور دوسری سورت کے دس مرتبہ اور رکوع اور قومے اور دونوں سجدوں اور ان کے درمیان میں دس دس مرتبہ اسی تسبیح کو پڑھے اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی پڑھے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کے بعد اس تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ الحمد اور سورت کے بعد پندرہ مرتبہ اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر دس مرتبہ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی الحمد اور سورت کے بعد پندرہ مرتبہ اور التحیات کے بعد دس مرتبہ پھر اسی طرح تیسری رکعت میں بھی اور چوتھی رکعت میں بھی درود شریف کے بعد دس مرتبہ باقی تسبیحیں بدستور پڑھے۔ یہ دونوں طریقے ترمذی شریف میں مذکور ہیں۔ اختیار ہے کہ ان دونوں روایتوں میں سے جس روایت کو چاہے اختیار کرے اور بہتر ہے کہ کبھی اس روایت کے موافق عمل کرے اور کبھی اس روایت کے، تاکہ دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔ (شامی)

تسبیح کے شمار کا طریقہ: اس نماز کی تسبیحیں چوں کہ ایک خاص عدد کے لحاظ سے پڑھی جاتی ہیں یعنی قیام (کھڑے ہونے) کی حالت میں پچیس یا پندرہ اور باقی حالتوں میں دس دس مرتبہ، اس لئے اس کی تسبیحوں کے شمار کی ضرورت ہوگی اور اگر خیال ان کی گنتی کی طرف رہے گا تو نماز میں خشوع نہ ہوگا لہٰذا فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کے گننے (شمار) کے لئے کوئی علامت مقرر کر دے مثلاً جب ایک دفعہ کہہ چکے تو اپنے ہاتھ کی ایک انگلی کو دبا لے، پھر دوسری کو، اسی طرح تیسری، چوتھی، پانچویں کو جب چھٹا عدد پورا ہو جائے تو دوسرے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں یکے بعد دیگرے اس طرح دبائے اس طرح دس عدد ہو جائیں گے انگلیوں کے پوروں پر نہ گننا چاہئے اگر کوئی شخص صرف اپنے خیال میں عدد یاد رکھ سکے بشرطیکہ پورا خیال اسی طرف نہ ہو جائے تو اور بھی بہتر ہے (شامی، علم الفقہ ص ۵ جلد ۲)

ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ) ہونے چاہئے اس سے کم نہ ہونی چاہئے (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۲ جلد اول)

اگر نماز تسبیح میں بھول ہو جائے؟ اگر بھولے سے کسی مقام کی تسبیحیں چھوٹ جائیں تو ان کو اس دوسرے مقام میں ادا کر لے جو پہلے سے ملا ہوا ہو بشرطیکہ یہ دوسرا مقام ایسا نہ ہو جس میں دوگنی تسبیحیں پڑھنے سے اس کے بڑھ جانے کا خوف ہو، اور اس کا

بڑھ جانا پہلے مقام سے منع ہو، مثلاً قومے کا رکوع سے بڑھا دینا منع ہے پس رکوع کی چھوٹی ہوئی تکبیریں قومہ میں نہ ادا کی جائیں بلکہ پہلے سجدے میں اور اسی طرح دونوں سجدوں کی درمیانی نشست کا سجدوں سے بڑھا دینا منع ہے۔ لہٰذا پہلے سجدے کی چھوٹی ہوئی تکبیریں درمیان میں نہ ادا کی جائیں بلکہ دوسرے سجدے میں۔ (علم الفقہ ص ۵۰ جلد ۲)

صلوٰۃ التسبیح میں اگر کسی موقع کی تسبیح بھول کر دوسرے رکن میں پڑھے لیکن رکوع میں اگر تسبیح رہ گئی ہے تو قومہ میں نہ پڑھے بلکہ پہلے سجدے میں پڑھے، اسی طرح سجدہ کی فوت شدہ تسبیح جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے) میں نہیں بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ (رکوع کے بعد) اور جلسہ مختصر رکن ہیں، ان میں پڑھے گا تو طوالت ہو جائے گی جو ان کی وضع کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۲۲ جلد اول)

قرآن کی برکتیں

حضرت ذوالنون مصری مشہور بزرگان دین میں سے ہیں جوانی کے دنوں میں ایک عیش پرست عرب کے ہاں ملازم تھے۔ جہاں دور جام چلتا رہتا۔ ایک دن انہوں نے کسی شخص سے قرآن پاک کی یہ آیت سنی اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ترجمہ: کیا ابھی تک ایمان لانے والوں کے لیے وہ گھڑی نہیں آئی کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے لیے گداز ہو کر جھک جائیں۔ اور اسے سنتے ہی نہ صرف تمام مناہی سے توبہ کر لی، بلکہ زندگی کا رخ ہی بدل دیا۔ اور خدا کے پسندیدہ بندوں میں درجہ پایا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کا اثر دربار بغداد پر بہت تھا۔ خلیفہ متوکل آپ کی تشریف آوری پر تعظیم کے لیے خود اٹھ کھڑا ہوتا اور وزراء اور درباری سبھی حد درجہ احترام کرتے۔ ایسی صورت حالات میں بالعموم حاسد بھی ابھر آتے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے حضرت ذوالنونؒ کے حق میں بدگوئی کی اور خلیفہ کے کان بھرے۔ باتیں ایسی تھیں کہ خلیفہ نے حضرت کو مصر سے بلوایا۔ آپ دربار میں داخل ہوئے تو سر مجلس اس مختصر سی آیت کی تفسیر نہایت ہی پرسوز انداز میں بیان کی۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ترجمہ: ”بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں“۔ انداز کلام ایسا پرسوز تھا کہ جسکے اثر سے خلیفہ کا دل پگھل گیا اور وہ بے اختیار سر دربار رونے لگا۔ ظاہر بات ہے کہ اس سیل گریہ میں وہ تمام چغلیاں بہہ گئیں جو بعض لوگوں نے کان میں ڈالی تھیں۔

باب

وظائف

پندرہ منٹ میں ۱۰ قران کریم کا ثواب

قرآن کریم بڑی مبارک کتاب ہے۔ اس کو دیکھنا عبادت ہے۔ اس کی تلاوت بڑے اجر وثواب کا باعث ہے اور اس کو سمجھنا اور اسکے احکام پر عمل کرنا اس کا اصل مقصد ہے اس لئے عمل اور تلاوت دونوں باتوں کا اہتمام کرنا چاہئے اور عمل کے ساتھ روزانہ ہر مسلمان کو کچھ نہ کچھ قرآن کریم کی تلاوت بھی کرنی چاہئے۔ ایک سال میں کم از کم ایک قرآن کریم ختم کرنا اس کا حق ہے۔ اور نیز احادیث طیبہ میں قرآن کریم کی بعض چھوٹی سورتوں کے بڑے فضائل آئے ہیں اس لئے اگر مسلمان روزانہ یہ سورتیں بھی پڑھ لیا کریں تو مختصر وقت میں مختصر تلاوت ہو جایا کرے اور حق تعالیٰ کے فضل سے ثواب عظیم بھی ملتا رہے۔

سورۃ فاتحہ

حدیث شریف میں سورۂ فاتحہ کو دو تہائی قرآن کریم کے برابر فرمایا گیا ہے۔ (کنز العمال ص ۵۵۶) اس لحاظ سے اس (سورۃ فاتحہ) کو تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دو قرآن کریم پڑھنے کے برابر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٣ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٤ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝٧

آیۃ الکرسی حدیث پاک میں اس کو چوتھائی قرآن کریم کے برابر فرمایا گیا ہے۔(کنزالعمال ص۵۶۲ ج۱) اس لحاظ سے چار مرتبہ آیت الکرسی پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کریم پڑھنے کے برابر ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلۡحَىُّ الۡقَيُّوۡمُ ۚ لَا تَاۡخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوۡمٌ ؕ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ؕ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ ۚ وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِشَىۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۚ وَلَا يَـــُٔوۡدُهٗ حِفۡظُهُمَا ۚ وَهُوَ الۡعَلِىُّ الۡعَظِيۡمُ ﴿۲۵۵﴾

سورۃ القدر

حدیث پاک میں اس کو چوتھائی قرآن کریم کے برابر فرمایا ہے۔(کنز)

اس لحاظ سے چار مرتبہ اس سورہ کو پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کریم پڑھنے کے برابر ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۚ ﴿۱﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ؕ ﴿۲﴾ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ؕ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓٮِٕكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۛ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۛ هِىَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ﴿۵﴾

سورۃ الزلزال

حدیث شریف میں اس کو آدھے قرآن کریم کے برابر فرمایا ہے(ترمذی)

اس طرح دو مرتبہ اس کو پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کریم پڑھنے کے برابر ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ۙ﴿۱﴾ وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ۙ﴿۲﴾
وَ قَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ۚ﴿۳﴾ یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۙ﴿۴﴾ بِاَنَّ
رَبَّكَ اَوۡحٰی لَهَا ؕ﴿۵﴾ یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا ۬ۙ لِّیُرَوۡا
اَعۡمَالَهُمۡ ؕ﴿۶﴾ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَ مَنۡ
یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَهٗ ﴿۸﴾

سورۃ العادیات

ازروئے حدیث یہ سورۃ آدھے قرآن کریم کے برابر ہے۔ (ابوعبید۔ تفسیر مواہب الرحمٰن ص ۲۶۷ ج ۷)

اس طرح دومرتبہ اس سورت کو پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کریم کے برابر ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ الۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ۙ﴿۳﴾
فَاَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطۡنَ بِهٖ جَمۡعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ
لَكَنُوۡدٌ ۚ﴿۶﴾ وَ اِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیۡدٌ ۚ﴿۷﴾ وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الۡخَیۡرِ لَشَدِیۡدٌ ؕ﴿۸﴾
اَفَلَا یَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِی الۡقُبُوۡرِ ۙ﴿۹﴾ وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ ۙ﴿۱۰﴾
اِنَّ رَبَّهُمۡ بِهِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّخَبِیۡرٌ ﴿۱۱﴾

سورۃ التکاثر

یہ سورۃ ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ازروئے حدیث ایک ہزار آیت پڑھنے کے برابر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٣
ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٤ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝٥
لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝٦ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝٧ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ
يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝٨

سورۃ الکافرن

حدیث شریف میں اس سورۃ کو چوتھائی قرآن کریم کے برابر قرار دیا ہے۔ (ترمذی)

اس طرح چار مرتبہ اس کے پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کے برابر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝١ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝٢ وَلَاۤ اَنْتُمْ
عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝٣ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝٤ وَلَاۤ اَنْتُمْ
عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝٥ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝٦

سورۃ النصر

حدیث شریف میں اس کو بھی چوتھائی قرآن کریم کے برابر فرمایا ہے۔ (ترمذی)

اس طرح چار مرتبہ اس سورت کو پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کریم کے برابر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝١ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ
اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝٣

سورۃ اخلاص کے فضائل

احادیث طیبہ میں تہائی قرآن کریم کے برابر فرمایا ہے اور بعض احادیث میں تین بار پڑھنے کو پورے ایک قرآن کریم کے برابر قرار دیا ہے۔ (بخاری و کنز العمال ص ۵۸۵ ج ۱)

اس طرح چھ مرتبہ اس کو پڑھنے سے دو قرآن کریم کا ثواب ملے گا۔

جنت میں ایک محل

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص دس (۱۰) مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے اللہ تعالیٰ اُس کے واسطے جنت میں ایک گھر بنا دیتے ہیں۔ (کنز ص ۵۸۵ ج ۱)

چار قرآن کریم کا ثواب

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: -"جس شخص نے فجر کی نماز کے بعد بارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا (تو یہ ثواب میں ایسا ہے) جیسے اُس نے چار مرتبہ قرآن کریم پڑھا اور اس دن روئے زمین پر رہنے والوں میں وہ سب سے افضل شخص ہوگا۔ بشرطیکہ گناہوں سے بچے۔" (کنز ج ۱-ص ۵۵۹)

پچاس سال کے گناہ معاف

فرمایا رسول ﷺ نے: -جو شخص پچاس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے اللہ تعالیٰ اُس کے پچاس سال کے گناہ (صغیرہ) معاف فرما دیں گے۔" (کنز العمال ص ۵۸۵-ج ۱)

دوزخ سے نجات کی تحریر

رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز میں یا نماز کے علاوہ سو (۱۰۰) مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے اللہ تعالیٰ اُس کے واسطے دوزخ سے ایک براءت تحریر کر دیں گے۔ (کنز العمال حوالہ مذکورہ)

دو سو سال کے گناہوں کی معافی

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: -جو شخص دو سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے اللہ تعالیٰ اُس کے دو سو سال کے گناہ (صغیرہ) معاف کر دیں گے۔ (کنز العمال ص ۵۸۶ ج ۱)

ہزاروں ملائکہ کی صف بندی

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور ﷺ! معاویہ بن معاویہ المزنی کا انتقال ہو گیا۔ کیا آپ ﷺ اُس کا نماز جنازہ پڑھنا پسند کریں گے؟ (آپ ﷺ نے آمادگی ظاہر فرمائی) چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پَر مارا جس سے (درمیان میں) نہ کوئی درخت باقی رہا اور نہ کوئی پردہ حائل رہا

(درمیان کی ہر چیز) پامال ہو کر رہ گئی اور ان کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اُس کو دیکھا اور اُس پر نمازِ جنازہ پڑھی اور فرشتوں کی دو صفوں نے بھی اُن پر نمازِ جنازہ ادا کی۔ ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ میں نے کہا۔ اے جبرئیل! کس عمل کی بدولت منجانب اللہ ان کو یہ مرتبہ ملا؟

جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا قل ھو اللہ احد سے محبت رکھنے اور اس سورۃ کو آتے جاتے، کھڑے، بیٹھے ہر حال میں پڑھنے کی وجہ سے (ان کو یہ مرتبہ ملا ہے)۔ (کنز العمال ص ۱۰۲ جلد ۱)

(ف) آپ بھی سورۂ اخلاص کا حسبِ استطاعت معمول بنانے پر مذکورہ بالا فضائل اور ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ سورہ اخلاص یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

آسان ایصال ثواب

ایصال ثواب برحق ہے اور یہ زندہ اور مُردہ دونوں کو ہو سکتا ہے (شامیہ) اس لئے اپنی اولاد اور ماں باپ کو اُن کی زندگی میں اور ان کے انتقال کے بعد دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے اور ایصال ثواب کے لئے کوئی خاص دن، تاریخ، مہینہ اور کوئی خاص نیک عمل شرعاً مقرر نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن کریم پڑھ کر یا صدقہ کر کے نفل نماز پڑھ کر یا جس وقت جو نیک کام ہو جائے اس کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔ اسی طرح ذکر کر کے تسبیحات پڑھ کر حج کر کے یا عمرہ کر کے یا کوئی دینی کتاب خود لکھ کر یا چھپوا کر مسلمانوں میں تقسیم کر کے یا وعظ و نصیحت کر کے اس کا ثواب پہنچانا بھی درست ہے۔ لہٰذا اپنی جانب سے کسی خاص دن تاریخ کو یا کسی خاص طریقہ کو یا کسی خاص عمل کو ایصال ثواب کے لئے زیادہ باعث فضیلت سمجھنا یا سُنت سمجھنا یا لوگوں کی لعنت و ملامت سے بچنے کی غرض سے کرنا درست نہیں۔

ایسی باتوں سے بچنا چاہئے اور ایصال ثواب میں شریعت کی دی ہوئی آسانی اور آزادی کو برقرار رکھنا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے ایصال ثواب نہایت اخلاص کے ساتھ کرنا چاہئے۔ نام و نمود سے اور رواجی طریقوں سے بچنا چاہئے۔

دس قرآن کریم کا ثواب

اوپر جو مختصر اعمال اور سورتوں کے فضائل لکھے گئے ہیں' اگر روزانہ ان سب کو پڑھ کر ان کا ثواب اپنے مرحومین کو پہنچا دیا کریں تو مختصر وقت میں کم از کم دس قرآن کریم اور ایک ہزار آیات کا ثواب اور دیگر اعمال کا بے حد اجر و ثواب ملے گا اور جس کو بھی یہ ثواب بخشا جائے گا اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا اور ایصال ثواب کرنے والے کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی بلکہ دوسروں کو ثواب پہنچانے کا اس کو مزید ثواب ملے گا۔ (درمختار معہ الشامیہ) اس لئے روزانہ اس رسالہ کو پڑھنے کا معمول بنالیں۔

ایصال ثواب کا طریقہ

ایصال ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اپنے والدین اور اہل و عیال کو ثواب پہنچانا ہو تو یوں کہیں۔

"اے اللہ! جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب میرے والدین اور میرے اہل و عیال کو پہنچا دیجئے۔"

اگر سب کو ثواب پہنچانا ہو تو اس طرح کہیں

"اے اللہ! جو کچھ میں نے پڑھا ہے اُس کا ثواب تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو پہنچا دیجئے خواہ ان کا انتقال ہو چکا ہو یا فی الحال زندہ ہوں یا آئندہ قیامت تک پیدا ہوں گے انسان جنات سب کو پہنچا دیجئے۔" آمین!

جب قبرستان جائیں تو جس کی قبر پر جائیں اس کو کچھ پڑھ کر ثواب پہنچا دیں اور اُس کے لئے مغفرت کی دُعا کریں اور نیز بارہ مرتبہ **قل ھو اللہ احد** پڑھ کر اس قبرستان میں جتنے مُسلمان مرد و عورت مدفون ہیں سب کو ثواب پہنچا دیں۔ مثلاً یوں کہہ دیں: اے اللہ! بارہ مرتبہ **قل ھو اللہ احد** پڑھنے کا ثواب اس قبرستان کے سارے مسلمانوں کو پہنچا دیجئے اور ان سب کی مغفرت فرما دیجئے اور ان پر رحم فرمایئے۔ آمین!

مسئلہ

فرائض اور واجبات کا ثواب پہنچانا منع ہے البتہ نفل کاموں نفل نمازوں' تلاوت' تسبیحات اور دوسرے غیر واجب اعمال کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔ (شامیہ) (بحوالہ چند نیکیاں اور ایصال ثواب)

ستر مرتبہ نظر رحمت ہونا

جو شخص ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ آیت الکرسی اور ایک مرتبہ مندرجہ ذیل آیتیں پانچوں نماز پڑھنے کے بعد پڑھے گا تو جنت اس کا ٹھکانہ ہو اور حظیرۃ القدس میں رہے اور اللہ تعالیٰ روزانہ اُس پر ستر مرتبہ نظر رحمت سے دیکھیں اور ستر حاجتیں اُس کی پوری کریں اور اس کی مغفرت کریں۔ (ابن السنی)

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ستر ہزار فرشتوں کی دعا

جو شخص تین مرتبہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھ کر سورۂ حشر کی درج ذیل آخری آیات صبح و شام ایک ایک مرتبہ پڑھے تو صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ستر ہزار فرشتے اُس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور مر جائے تو شہادت کی طرح موت لکھی جائے۔

(ترمذی، دارمی، ابن السنی)

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ایک منٹ میں دو ارب اسی کروڑ کا ثواب

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص دس مرتبہ یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو چار کروڑ نیکیاں کا ثواب عنایت فرماتے ہیں اور رمضان المبارک میں ہر نیکی کا ثواب ستر گنا زیادہ ملتا ہے۔

تو اس لحاظ سے ان الفاظ کا ثواب دو ارب اسی کروڑ ملے گا۔

وہ کلمات یہ ہیں

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (ترمذی ص۱۸۹ ج۱)

ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ (ایک بار) کہے تو اُس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (کنزالعمال ص۲۲۹ ج۲)

(ف) ہر نماز کے بعد دس مرتبہ یا ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کریں اور کیا ہی اچھا ہو کہ سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام پڑھ لیا کریں اور اس کے ساتھ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ بھی ملا لیا کریں

بے شمار گناہوں کی معافی

درج ذیل استغفار کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ

جو شخص (رات کے سونے کیلئے) اپنے بستر پر آئے اور تین مرتبہ یہ کلمات کہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ

اللہ تعالیٰ اُس کے (سارے صغیرہ) گناہ معاف فرمادیں گے اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں یا مقام عالج کی ریت کے ذرات کے مساوی ہوں یا درخت کے پتوں کے برابر ہوں یا دنیا کے دن ورات کے برابر ہوں۔ (ترمذی)

منزل (شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مدنیؒ)

فوائد اور طریقہ عمل

یہ ''منزل'' آسیب، جادو، جنون، شیاطین اور جنات کے اثرات، نظر بد، چوروں اور ڈاکوؤں، درندوں اور جانوروں اور ہر ظالم کے ظلم اور شر سے حفاظت کے لئے اور طاعون، وباء وغیرہ دیگر مہلک بیماریوں سے نجات کے لئے ایک مجرب عمل ہے۔

''منزل'' پر عمل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان آیات کو پڑھ کر مریض پر دم کیا جائے، اگر مرض معمولی ہو تو دن میں ایک مرتبہ پڑھ کر دم کرنا کافی ہے۔ اور تکلیف زیادہ ہو تو صبح اور شام پڑھ کر دم کریں اور بوقت ضرورت اس سے بھی زیادہ پڑھ کر دم کیا جاسکتا ہے اور مریض پر دم کرنے کے ساتھ ساتھ اگر پانی کی بوتل میں بھی دم کرلیا جائے اور مریض کو یہ دم کیا ہوا پانی صبح وشام پلایا جائے تو اس طرح ان شاء اللہ مریض کو جلدی صحت ہوگی۔

جس دوکان، مکان میں آسیب یا جادو ہو وہاں اس کو قدرے بلند آواز سے پڑھنا اور پانی پر دم کر کے ہلکا ہلکا چھڑکنا مفید ہے اور اگر کوئی شخص محض اپنی حفاظت کے لئے پڑھنا چاہے تو اس کے لئے بھی ان آیات کو پڑھ کر اپنے جسم پر دم کرنا بہت مفید ہے۔ جادو، آسیب اور نظر بد وغیرہ سے ان شاء اللہ حفاظت رہے گی۔

(مسند احمد ۵: ۱۲۸، الفتح الربانی ۱۷: ۱۸۳، مجمع الزوائد ۵: ۱۱۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۳
اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝۵
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ
وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝۷ سورۃ الفاتحہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ۝۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝۲
الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا
رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝۳ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ
وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ
عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ (سورۃ البقرۃ آیت ۱ تا ۵)

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۳)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا
نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ
يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا
خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ
وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ڐ قَدْ تَّبَيَّنَ
الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ
فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗــــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ
يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۵تا۲۵۷)

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا
مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ
وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾
اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ
كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ
اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۤ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا

وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا
كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ
اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ
لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا
فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۵،۲۸۶)

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
قَاۗىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ (آل عمران آیت ۱۸)

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ
وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ
مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾
تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ
الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ
تَشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ (آل عمران آیت ۲۶-۲۷)

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ
اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَي الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ
حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا
لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا
رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا
وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (سورۃ الاعراف آیت ۵۴ تا ۵۶)
قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ
بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ
یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ
لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰ تا ۱۱۱)
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾
فَتَعٰلَی اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ ﴿۱۱۶﴾
وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا
حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ
رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ (المومنون آیت ۱۱۵ تا ۱۱۸)
وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِیٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ
اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا
وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾
وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی
وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾
اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ
اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ (سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۱ تا ۱۱)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ
اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۳۳
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۳۴ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ
وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۳۵ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۳۶
فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۳۷ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۳۸ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُسْـَٔـلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ
وَّلَا جَاۗنٌّ ۳۹ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۴۰ (سورۃ الرحمٰن آیت ۳۳ تا ۴۰)

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا
مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۲۱ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۲۲
هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ
السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۲۳ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۲۴ (سورۃ الحشر آیت ۲۱ تا ۲۴)

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ
فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۱ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ
فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۲ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى

جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ
يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ (سورۃ الجن آیت ۱تا۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۲﴾
وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ
مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ﴿۴﴾ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ؕ﴿۵﴾
لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ࣖ﴿۶﴾ (سورۃ الکافرون)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ۬
وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ࣖ﴿۴﴾ (سورۃ الاخلاص)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَمِنْ
شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى
الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ࣖ﴿۵﴾ (سورۃ الفلق)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾
مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ۬ الْخَنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ
صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ࣖ﴿۶﴾ (سورۃ الناس)

باب

صدقہ فطر اور عید الفطر

صدقہ فطر مقرر کرنے کی وجہ

(۱) عید الفطر میں صدقہ اس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ اول تو اس کے سبب عید الفطر کے شعار الٰہی میں سے ہونے کی تکمیل ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں روزہ داروں کے لئے گناہوں سے پاکیزگی اور ان کے روزہ کی تکمیل ہے جس طرح کہ نماز میں فرائض کی تکمیل کے لئے سنتیں مقرر کی گئی ہیں ایسا ہی یہ صدقہ مقرر ہوا۔

(۲) اغنیاء اور دولت مندوں اور مالداروں کے گھروں میں تو اس روز عید ہوتی ہے۔ مگر مسکین و مفلسوں کے گھروں میں بوجہ ناداری کے اسی طرح سے شکل صوم موجود ہوتی ہے۔ لہٰذا خدا تعالیٰ نے مالدار لوگوں پر بوجہ شفقت علی خلق اللہ لازم ٹھہرایا کہ مساکین کو عید سے پیشتر صدقہ دے دیں تا کہ وہ بھی عید کریں یہاں تک کہ نمازِ عید پڑھنے سے پیشتر ہی ان کو صدقہ دینا لازم ٹھہرایا۔ اور اگر مساکین کثرت سے ہوں تو یہ صدقہ خاص جگہ جمع کرنے کا ایما ہو تا کہ مساکین کو یقین ہو جاوے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کی جاوے گی۔

صدقہ فطر کے احکام

۱۔ جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال و اسباب ہے جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یعنی ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کا مال و اسباب ہے تو اس پر عید الفطر کے دن صدقہ دینا

واجب ہے چاہے وہ سوداگری کا مال ہو یا سوداگری کا نہ ہو۔ اور چاہے اس پر سال گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو اس صدقہ کو شریعت میں ''صدقہ فطر'' کہتے ہیں (درمختار) البتہ اگر وہ قرضدار ہے تو قرضہ مجرا کر کے دیکھا جائے گا، اگر اتنی قیمت کا اسباب بچ رہے جو اوپر مذکور ہے تب تو صدقہ فطر واجب ہے ورنہ نہیں جس طرح مالدار ہونے کی صورت میں مردوں پر صدقہ فطر واجب ہے اسی طرح اگر عورت کے پاس کچھ مال اس کی ملکیت میں ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو۔ مثلاً اس کے پاس زیور ہے جو اس کے والد کی طرف سے اس کو دیا گیا ہے یا خاوند نے زیور دے کر اس کو مالک بنا دیا ہے، تو عورت پر بھی اپنی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے۔

۲۔ مگر عورت پر کسی اور کی طرف سے ادا کرنا واجب نہیں۔ نہ بچوں کی طرف سے نہ ماں باپ کی طرف سے نہ شوہر کی طرف سے۔ (درمختار وشامی)

۳۔ البتہ مردوں پر جس طرح اپنی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب ہے، اسی طرح نابالغ اولاد کی طرف سے بھی صدقہ فطر دینا واجب ہے۔ اگر اولاد مالدار ہو تو باپ کے ذمہ اپنے مال سے دینا واجب نہیں بلکہ اولاد کے مال میں سے ادا کرے اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی دینا واجب نہیں۔ البتہ اگر کوئی بالغ لڑکا، لڑکی مجنون ہو تو اس کی طرف سے اس کا والد صدقہ فطر ادا کرے۔ (درمختار وشامی)

۴۔ **صدقہ فطر واجب ہونے کا وقت**:۔ عید کی صبح صادق کے وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے تو اگر کوئی شخص فجر کا وقت آنے سے پہلے فوت ہو گیا ہو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں، اس کے مال میں سے نہ دیا جائے اسی طرح جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔ (درمختار) یہی حکم ہے اس شخص کا جو صبح صادق سے پہلے فقیر ہو گیا ہے کہ اس شخص پر صدقہ فطر واجب نہیں۔

۵۔ مستحب یہ ہے کہ عید کے دن نماز سے پہلے یہ صدقہ فطر دیا جائے اور اگر عید کے دن نہ دیا جائے تو معاف نہیں ہوا۔ اب کسی دن اس کی قضا کرنی لازمی ہے۔ اور اگر اس کو رمضان المبارک میں ہی ادا کر دیا تب بھی ادا ہو گیا۔

۶۔ جس شخص نے کسی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی یہ صدقہ واجب ہے۔ (عالمگیری)

۷۔ **صدقہ واجب کی مقدار**: صدقہ فطر میں اگر گیہوں یا گیہوں کا آٹا، ستو

دیا جائے تو نصف صاع یعنی پونے دو سیر احتیاطاً دو سیر دے دینا چاہیے۔ اور اگر گیہوں اور جو کے علاوہ کوئی اور غلہ دینا چاہے جیسے چنا، چاول تو اتنا دیوے کہ اس کی قیمت نصف صاع گندم یا ایک صاع جو کے برابر ہو جائے اور اگر غلہ کی بجائے اس کی قیمت دی جائے تو سب سے افضل ہے۔ (درمختار)

۸۔ ایک آدمی کا صدقہ فطر کئی فقیروں کو اور کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک فقیر کو دینا جائز ہے۔ (درمختار)

۹۔ **صدقہ کے مستحق:** ۔صدقہ فطر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں، یعنی ایسے غریب لوگ جن کے پاس اتنا مال نہیں ہے جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔

۱۰۔ صدقہ دینے میں اپنے غریب رشتہ داروں اور دینی علم کے سیکھنے سکھانے والوں کو مقدم رکھنا افضل ہے۔ (درمختار)

۱۱۔ جن لوگوں سے یہ پیدا ہوا ہے جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی اور اس طرح جو اس کی اولاد ہے جیسے بیٹی بیٹا، پوتا پوتی، نواسا نواسی ان کو صدقہ فطر نہیں دے سکتا ایسے ہی بیوی اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو بھی صدقہ نہیں دے سکتا۔ (درمختار) ان رشتہ داروں کے علاوہ جیسے بھائی بہن، بھتیجا بھتیجی، بھانجا بھانجی، چچا چچی، پھوپھا پھوپھی، خالہ خالو، ماموں مامی، ساس خسر، سالہ، بہنوئی، سوتیلی ماں، سوتیلا باپ سب کو صدقہ فطر دینا درست ہے۔ (شامی)

۱۲۔ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیلؓ اور حضرت عباس بن عبدالمطلب یا حارث بن عبدالمطلب کی اولاد کو صدقہ فطر دینا درست نہیں۔ (درمختار)

۱۳۔ صدقہ فطر سے مسجد، مدرسہ، سکول، غسل خانہ، کنواں، نلکا اور مسافر خانہ، پل، سڑک، غرضیکہ کسی طرح کی عمارت بنانا یا کسی میت کے کفن دفن میں خرچ کرنا یا کسی میت کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی غریب کو اس کا مالک بنا دیا جائے، پھر وہ اگر چاہے تو اپنی طرف سے کسی تعمیر یا کفن دفن وغیرہ میں خرچ کر دے تو جائز ہے۔ (درمختار)

۱۴۔ کسی نوکر، خدمت گار، امام مسجد وغیرہ کو ان کی خدمت کے عوض تنخواہ کے حساب میں صدقہ فطر دینا درست نہیں ہے۔

۱۵۔ جب تک کسی شخص کے صدقہ فطر کے مستحق ہونے کی تحقیق نہ ہو جائے اس وقت تک اس کو صدقہ نہیں دینا چاہیے۔ اگر بے تحقیق دیدیا پھر معلوم ہوا کہ وہ غریب ہی ہے تب تو ادا ہو گیا ورنہ دیکھو کہ دل کیا گواہی دیتا ہے۔ اگر دل اس کے غریب ہونے کی گواہی دے تو ادا ہو گیا

ورنہ پھر سے ادا کرے۔ (شامی)

۱۶۔ایک شہر سے دوسرے شہر میں صدقہ فطر بھیجنا مکروہ ہے ہاں اگر دوسرے شہر میں اس کے غریب رشتہ دار رہتے ہوں یا وہاں کے لوگ زیادہ محتاج ہوں یا وہ لوگ دین کے کام میں لگے ہوئے ہوں۔ تو ان کو بھیج دیا تو مکروہ نہیں۔ کیونکہ طالب علموں اور دین دار غریب عالموں کو دینا بڑا ثواب ہے۔ (درمختار)

عید الفطر

جاننا چاہئے کہ اسلام نے سال بھر میں عید کے صرف دو دن مقرر کئے ہیں۔ ایک عید الفطر کا دن اور دوسرا عید الاضحیٰ کا اور ان دونوں عیدوں کو ایسی اجتماعی عبادات کا صلہ قرار دیا ہے۔ جو ہر سال انجام پاتی ہیں۔ اس لئے ان عبادات کے بعد ہر سال یہ عید کے دن بھی آتے رہتے ہیں۔

عید الفطر تو رمضان المبارک کی عبادات فاضلہ صوم وصلوٰۃ وغیرہ کی انجام دہی کے لئے توفیق الٰہی کے عطا ہونے پر اظہار تشکر ومسرت کے طور پر منائی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ اس وقت منائی جاتی ہے جبکہ مسلمانان عالم اسلام کی ایک عظیم الشان اجتماعی عبادت یعنی حج کی تکمیل کر رہے ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ عبادات کے اختتام اور انجام پانے کی خوشی کوئی دنیوی خوشی نہیں ہے جس کا اظہار دنیاوی رسم ورواج کے مطابق کر لیا جاتا ہے۔ یہ ایک دینی خوشی ہے اور اس کے اظہار کا طریقہ بھی دینی ہی ہونا چاہئے۔ اس لئے اس میں اظہار مسرت اور خوشی منانے کا اسلامی طریقہ یہ قرار پایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالا یا جائے اور بطور شکر کے عید الفطر کے دن صدقہ فطر ادا کیا جائے اور عید الاضحیٰ میں بارگاہ خداوندی میں قربانی پیش کی جائے اور اپنے خالق کی کبریائی اور عظمت وتوحید کے گیت گاتے ہوئے عیدگاہ میں جمع ہو کر اجتماعی طور پر سجدہ ریز ہو جائے اور اس طرح اپنے مالک کی توفیق وعنایات کا شکر ادا کیا جائے۔ اس اسلامی طریقہ پر عید منانے کا طبعی اثر یہ ہونا چاہئے کہ مسلمان اپنی مسرت وخوشی کے اظہار میں بے لگام ہو کر نفسانی خواہشات کے تابع پڑنے سے باز رہے اور دوسری قوموں کی طرح اس دن میں عیش ونشاط کی محفلیں آراستہ کرنے اور لذت وسرور میں بدمست ہو کر خدا فراموشی سے پرہیز واجتناب کرے۔

مقصد یہ ہے کہ عید کا دن مسلمانوں کے لئے ہنود و یہود اور عیسائیوں وغیرہ اقوام عالم کے قومی تہواروں کی طرح کا کوئی تہوار نہیں ہے اور نہ ایک دفعہ پیش آنے والے کسی تاریخی واقعہ کی

یادگار کے طور پر ہر سال منایا جاتا ہے۔ جیسا کہ عموماً دوسری قوموں کے تہوار ایسے ہی واقعات تاریخیہ کی یادگار ہوتے ہیں بلکہ یہ دن مسلمانوں کی عبادت کا ہے اور اس کو منانے کے لئے خاص شان وصفت کی عبادت نماز کو مقرر کیا گیا ہے یہاں تک کہ جو مسلمان اس دن میں عمدہ لباس پہنتا اور ظاہری زیبائش وآرائش کرتا ہے اس کا مقصد اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ عیدگاہ میں پہنچ کر شکرانہ کے طور پر عبادت کا ادا کرنا ہی ہوتا ہے اور اس کی اس ساری زینت وآرائش کی غرض بھی ایک عبادت کی تکمیل اور اس کو عمدہ طریقہ پر ادا کرنا ہی ہوتا ہے افسوس کہ ہم دوسری قوموں کی نقالی میں آکر رفتہ رفتہ عید کے اس اسلامی تصور اور اس کے حقیقی مقصد کو فراموش کرتے جا رہے ہیں اور دوسروں کی دیکھا دیکھی ہم نے بھی عید کو ایک قومی تہوار اور محض کھیل تماشہ اور تھیٹر، سینمابینی کا دن سمجھ لیا ہے۔ اس لئے ہم بھی اس عبادت کو اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق منانے لگے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض جگہ تو عبادت کے لئے عیدگاہ میں جاتے ہوئے اور واپسی کیلئے ڈھول وغیرہ لے جاتے ہیں اور اس کو اظہار خوشی کا جائز طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ طریقہ بالکل غیر اسلامی اور روح عبادت کے خلاف ہے۔ دوسری قوموں کے تہواروں اور رسومات میں تو ایسے طریقے ہوتے ہیں مگر جس اسلامی عید کے منانے کا حکم سرور دوعالم ﷺ نے دیا ہے اس عید میں کھیل تماشا اور ڈھول تماشہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ فکر سے کام لیا جائے تو عید کے اس اسلامی جشن مسرت میں تو قدم قدم پر احساس دلایا جاتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے کا ہم کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ عید کے دن سنت کے مطابق غسل کرنا، عمدہ لباس پہننا اور عیدگاہ کے راستہ میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی کا اعلان اللہ اکبر الخ کے ذریعے کرتے جانا اور پھر دوگانہ نماز میں عام نمازوں سے چھ مرتبہ زیادہ اللہ اکبر سے اللہ کی بڑائی کا اقرار کرنا، اظہار خوشی کے اس اسلامی طریقہ پر عمل کرنے کے بعد کیا کسی ہوشمند انسان کے لئے یہ بات رہ جاتی ہے کہ وہ عیش ونشاط اور کھیل تماشہ کی مجلسوں میں شریک ہو اور خدا فراموشی کا مظاہرہ کرے۔

غرضیکہ شریعت اسلامیہ نے اس عید الفطر کو عبادت کے طور پر مقرر فرمایا ہے اور اس میں اظہار خوشی کا طریقہ بھی عبادت کی صورت میں ہی مقرر کیا گیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو عید الفطر کے متعلق اس کے خاص خاص احکامات وہدایات کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ زیر نظر مضمون میں فقہ کی معتبر کتابوں سے عیدین کے ضروری احکام کو اسی غرض سے پیش کیا جارہا ہے تاکہ عید

الفطر کے منانے کا اسلامی طریقہ معلوم کر کے مسلمان اس پر عمل پیرا ہوں اور ثواب آخرت کے مستحق قرار پائیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عنایت فرماویں۔ فقط

عیدالفطر کے احکام

۱۔ عیدالفطر کی شب میں زیادہ عبادت کرنا مستحب ہے اور دن میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

۲۔ عیدالفطر کے دن نماز کی دو رکعتوں کا بطور شکریہ کے ادا کرنا واجب ہے۔

۳۔ اگر عید جمعہ کے دن ہو تو جمعہ اور عید دونوں کی نمازیں پڑھی جائیں گی۔

۴۔ جمعہ کی نماز کے صحیح اور واجب ہونے کے لئے جو شرطیں فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھی ہیں وہی سب شرطیں عید الفطر کی نماز کے لئے بھی ضروری ہیں۔ البتہ نماز جمعہ سے پہلے تو خطبہ کا پڑھنا فرض اور شرط ہے اور عید کی نماز کے بعد خطبہ سنت ہے لیکن سننا اس خطبہ کا بھی جمعہ کے خطبہ کی طرح ہی واجب ہے۔ خطبہ کے وقت کلام وغیرہ سب حرام ہے۔ (درمختار)

ف: خطبہ میں خاموش بیٹھے رہنا واجب ہے جو لوگ شور وغل مچاتے ہیں وہ گناہ گار ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ خطبہ چھوڑ کر چل دیتے ہیں وہ بھی برا کرتے ہیں اور بعض بیٹھنے والے بھی صف کا خیال نہیں رکھتے۔ حالانکہ صف باندھے رہنا چاہئے۔ (افادۃ العلوم) ترجمہ خطبات الاحکام

۵۔ جمعہ کی نماز کی طرح عید کی نماز کے صحیح ہونے کے لئے بھی شہر وقصبہ یا ایسے بڑے گاؤں کا ہونا شرط ہے جس میں کثرت سے دکانیں ہوں اور اس کی آبادی قصبہ کے برابر ہو۔ (درمختار شامی) مثلاً اس کی آبادی چھوٹے بڑے مرد وعورت سب کا شمار تین ہزار نفوس تک پہنچ جاتا ہے۔ (بہشتی زیور)

ف: جو گاؤں اتنا بڑا نہ ہو کہ اس میں جمعہ یا عید کی نماز درست نہیں، تو اس لئے اس میں نماز ظہر ادا کرنا لازم ہے اور چونکہ ایسے گاؤں میں یہ نفلی نماز ہوگی اور نفلی نماز کا اہتمام کے ساتھ با جماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور دن کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کا کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے اس وجہ سے ایسے گاؤں میں جمعہ یا عید کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار)

عید کی سنتیں

عید کے دن تیرہ چیزیں سنت ہیں۔

۱۔ شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا۔

۲۔ غسل کرنا۔

۳۔ مسواک کرنا۔

۴۔ حسب طاقت عمدہ کپڑے پہننا

۵۔ خوشبو لگانا

۶۔ صبح کو بہت جلد اٹھنا

۷۔ عیدگاہ میں بہت جلد جانا

۸۔ عید الفطر میں صبح صادق کے بعد عیدگاہ میں جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا مستحب ہے۔

۹۔ عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا۔

۱۰۔ عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا بغیر عذر شہر کی مسجد میں نہ پڑھنا۔

۱۱۔ ایک راستہ سے عیدگاہ میں جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔

۱۲۔ عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں

اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر، لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد.

عید الفطر میں آہستہ آہستہ کہتے ہوئے جانا۔

۱۳۔ سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ میں جانا۔ (نور الایضاح)

ف ۱: مستحب یہ ہے کہ وہ میٹھی چیز چھوارے ہوں اور ان کا عدد طاق ہو۔

ف ۲: عام طور پر عید الفطر کی صبح کو بھی سحری کے وقت صبح صادق کے بعد کھائے۔ (مراقی الفلاح)

یوم عید کی بدعات: منجملہ اور رسوم کے ہمارے قصبات میں ایک یہ رسم ہے کہ عید کے دن سحری کے وقت اذان فجر کا انتظار کرتے ہیں اور اذان کے وقت کہتے ہیں کہ روزہ کھول لو پھر کچھ کھاتے ہیں تو ان کے نزدیک اب تک رمضان ہی باقی تھا شوال کی پہلی رات بھی گذار لی اور ان کے یہاں ابھی روزہ ہی ہے۔ حدیث شریف **اَفْطِرُوْ لِرُؤْیَتِہٖ** ہے اور ان کے یہاں ایک شب اور گزرنا چاہئے۔

کوئی یہ نہ کہے کہ افطروالرویۃ پر تو عمل ہو گیا چاند دیکھ کر افطار کر لیا تھا اب رات میں کھانا نہ کھانا اور اذان کے وقت کھانا اپنا فعل ہے میں کہتا ہوں کہ انکار اکل یا عدم اکل پر نہیں بلکہ یہاں عقیدہ میں فساد ہے چنانچہ اس کو روزہ کھولنے سے تعبیر اس کی دلیل ہے اور زیادت فی الدین نہیں تو کیا ہے؟! ایسے موقع پر تو بالقصد رسم توڑنے کے لئے فجر سے پہلے ہی کھانا چاہئے۔

بعض کا خیال یوں ہے کہ عقیدہ بدل دو اور درست کردو لیکن اعمال کے بدلنے میں عام مخالفت ہوتی ہے اگر عمل باقی رہے جو کہ مباح ہے اور عقیدہ درست ہو جاوے تو کیا حرج ہے لیکن یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ ثابت ہوتا ہے تجربہ سے کہ جیسا کہ عقیدہ کو اثر ہے عمل میں ایسا ہی اس کا عکس بھی ہے ایک مدت تک میں اس خیال میں رہا کہ علماء کیوں پیچھے پڑے ہیں نکاح ثانی کے جائز ہی تو ہے کیا کیا نہ کیا نہ کیا پھر سمجھ میں آیا کہ حرج صدر سے نہیں نکلتا مگر عمل کو ایک مدت تک بدل دینے سے اس لئے رسوم میں عمل کی تبدیلی بھی ضروری ہے۔

میرا یہ مطلب نہیں کہ عید کی شب میں کھانا فرض ہے بلکہ اخراج حرج کے لئے ایسا کرنے سے ضرور ماجور ہوگا اس کی نظیریں حدیث شریف میں موجود ہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ منع فرمایا بعض روغنی برتنوں میں نبیذ بنانے سے پھر فرماتے ہیں کُنتُ نهيتكم عن الدباء و الحنتم فانبذوا فيها فان الظرف لا يحل شيئاً ولا يحرم یعنی پہلے میں نے منع کردیا تھا اب اس میں نبیذ بنایا کرو اور علت ارشاد بیان فرماتے ہیں کہ برتن نہ کسی چیز کو حرام کرتا ہے اور نہ حلال کرتا ہے پھر باوجود اس کے بھی منع فرمادیا تھا صرف وجہ یہ تھی کہ لوگ شراب کے عادی ہیں تھوڑے سے نشہ کو محسوس نہ کرسکیں گے اور ان برتنوں میں پہلے شراب بنائی جاتی تھی اس لئے خمر سے پورا اجتناب نہ کرسکیں گے اور گنہگار ہوں گے پس پورے اجتناب کا طریقہ یہی ہے کہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے مطلقاً روک دیا جائے جب طبیعتیں خمر سے بالکل نفور ہو جائیں اور ذرا سے نشہ کو پہچاننے لگیں تو پھر اجازت دے دی جائے۔

اسی طرح ان رسموں کی حالت ہے کہ ظاہری اباحت دیکھ کر لوگ ان کو اختیار کرتے ہیں اور ان منکرات کو پہچانتے نہیں جو ان کے ضمن میں ہیں تو اس کے لئے اصلاح کا کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا سوائے اس کے کہ چندروز اصل عمل ہی کو ترک کردیں اور یہ بات کہ اصل عمل باقی رہے اور منکرات عام طور سے دور ہو جائیں سو ہمارے امکان سے تو باہر ہے جب رسول اللہ ﷺ ہی نے یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا تو ہم کیا ہیں اس کے سوا اور تدبیریں اختیار کرتے پھریں اور جب ایک تدبیر عقلاً بھی مفید معلوم ہوتی ہے اور نقلاً ثابت ہو چکی تو ضرورت ہی کیا ہے کہ اس سے عدول کیا جائے۔

سویوں کی تخصیص

ایک رسم عید کے دن ایک کھانے کی تعین کی ہے کہ سویاں ہی پکائی جاتی ہیں اس میں ایک

مصلحت ہے جس کی وجہ سے اس کو اختیار کیا گیا ہے وہ یہ کہ اس کی تیاری میں زیادہ بکھیڑے کی ضرورت نہیں اور دن کو عید کا کام کاج ہوتا ہے اور مستحب ہے کہ کچھ کھا کر عید گاہ کو جانا اس لئے سہل الحصول چیز کو اختیار کرلیا بعد ازاں دوست احباب کے یہاں بھیجنے کا رواج ہو گیا اس کی نظیر میں تہادی الی العروس کو پیش کیا جاتا ہے یہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہوا ہے کہ جیسے دولہا کے پاس خوشی کا دن دیکھ کر ہدیہ بھیجنا مستحسن ہے اسی طرح عید کا دن بھی خوشی کا ہے احباب کے پاس کیوں نہ تحفے بھیجے جائیں۔

میں کہتا ہوں کہ مقیس علیہ ہی کو دیکھ لیجئے کہ ہر چند کہ تہادی الی العروس فی نفسہ موجب زیادتی محبت ہے لیکن واللہ بطریق رسم بھیجنا بغض کو بڑھاتا ہے تجربہ اس پر دال ہے ہاں خلوص کے ساتھ بھیجنے سے محبت بڑھتی ہے جیسا کہ دو دوست آپس میں ہدیہ کبھی کبھی بھیج دیا کریں اور رسم سے تو محبت بڑھتی نہیں محبت اور خلوص کا جو اعلیٰ فرد ہے اس کو دیکھئے کہ رسم کو دخل دینے سے کیا حقیقت اس کی رہ جاتی ہے اور وہ فرد وہ محبت ہے جو پیر و مرید میں ہوتی ہے کہ ایسی کہیں دو شخصوں میں نہیں پائی جاتی کہ جان سے زیادہ عزیز مرید کے نزدیک شیخ ہوتا ہے اور مال تو کیا چیز ہے اور کبھی کبھی شیخ کی خدمت میں نذر گزارا کرتے ہیں اور اس سے خلوص بڑھ جاتا ہے مگر جب اسی نذر کو رسم قرار دے دیا تو دیکھ لیجئے کہ زمانہ کی پیری مریدی کا کیا حال ہے خلوص تو کیسا جس جگہ پیر صاحب پہنچ گئے مرید اپنے آپ کو چھپانے لگے کہ ایسا نہ ہو کہ چندہ کی فہرست آ پہنچے دعائیں مانگنی پڑتی ہیں کسی طرح پیر صاحب جلدی ٹلیں اب فرمایئے کہ فی نفسہ تو شیخ کو ہدیہ دینا موجب محبت تھا یہاں موجب بغض کا ہے یہ ہو گیا صرف رسم سے میرے ایک دوست کا قصہ ہے کہ ایک مدت تک انہوں نے حضرت حاجی صاحب کے پاس خط نہیں بھیجا میں نے ان سے وجہ پوچھی تو کہا میں اس عرصہ میں خالی ہاتھ تھا فکر میں ہوں کچھ روپیہ کہیں سے مل جائے تو عریضہ لکھوں میں نے کہا اس خیال میں مت پڑو اب تو ضرر بلا ہدیہ خط بھیجو اب دیکھ لیجئے کہ ایک عرصہ تک اس خیال نے ان کو استفادہ سے روک دیا فی نفسہ حسن ہو مگر قید رسم سے قبح آ گیا۔

ایسے ہی عید کے دن کے ہدایا ہیں اور اگر غور کیجئے گا تو ان ہدایا کو قرض پایئے گا۔ کیونکہ دیتے وقت یہ ضرور نیت ہوتی ہے کہ اس کے یہاں سے بھی آئے گا اور اگر ایک مرتبہ نہ آئے تو ادھر سے بھی بند ہو جاتا ہے اور ہدیہ کی تعریف میں بلا عوض کی شرط ماخوذ ہے پس یہ ہدیہ بھی نہ رہا پھر قرض دار ہونے یا قرض دار کرنے سے کیا فائدہ؟

عید الفطر کی نماز کے احکام

عید الفطر کی نماز کا وقت بقدر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے کے بعد (جس کا اندازہ پندرہ بیس منٹ ہے) اشراق کی نماز کے وقت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے اور زوال یعنی سورج کے ڈھلنے تک رہتا ہے۔ (درمختار)

نماز عید سے پہلے اس روز کوئی نفلی نماز پڑھنا عیدگاہ میں بھی اور دوسری جگہ بھی مکروہ ہے اور نماز عید کے بعد صرف عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے نماز عید کے بعد دوسری جگہ نفل پڑھی جا سکتی ہے یہ حکم عورتوں اور ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھ سکیں۔ (شامی)

شہر کی مسجد میں اگر گنجائش ہو تب بھی عیدگاہ میں نماز عید ادا کرنا افضل ہے اور ایک شہر کے کئی مقامات پر بھی نماز عید کا پڑھنا جائز ہے۔ (درمختار)

نماز عید سے پہلے نہ اذان کہی جاتی ہے نہ اقامت (بحر، درمختار)

نماز کا طریقہ: پہلے اس طرح نیت کرے کہ میں دو رکعت واجب نماز عید چھ واجب تکبیروں کے ساتھ پڑھتا ہوں اور مقتدی امام کی اقتدا کی بھی نیت کرے۔ نیت کے بعد تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لے اور سبحانک اللھم آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے اور دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دے اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر توقف کیا جائے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔ ہاتھ باندھنے کے بعد امام۔ اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اور مقتدی خاموش رہے پھر رکوع سجدہ کے بعد دوسری رکعت میں پہلے امام فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور اس کے بعد رکوع سے پہلے تین مرتبہ پہلی رکعت کی طرح تکبیریں کہی جائیں۔ اور تیسری تکبیر کے بعد بھی ہاتھ نہ باندھے جائیں، پھر ہاتھ اٹھائے اور پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کیا جائے۔ مقتدی بھی امام کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہے اور باقی نماز دوسری نمازوں کی طرح پوری کی جائے۔ (مراقی الفلاح)

چونکہ عموماً ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لئے نماز عید کے بعد تو دعا مانگنا مسنون ہوگا، مگر خطبہ کے بعد مسنون نہ ہوگا۔ (امداد الفتاوی)

امام نماز کے بعد دو خطبے پڑھے۔ خطبہ کو تکبیر سے شروع کرے۔ پہلے خطبہ میں نو مرتبہ تکبیر

کہے اور دوسرے خطبہ میں سات مرتبہ اور دونوں خطبوں کے درمیان میں خطبہ جمعہ کی طرح اتنی دیر تک بیٹھے جس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جاسکے۔ عید الفطر کے خطبہ میں صدقہ فطر کے احکام بیان کئے جائیں بہتر یہ ہے کہ جو شخص نماز پڑھائے خطبہ بھی وہی پڑھے۔ (درمختار)

اگر امام عید کی تکبیر بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ بغیر ہاتھ اٹھائے حالت رکوع میں ہی تکبیریں کہہ لے قیام کی طرف نہ لوٹے، اگر قیام کی طرف لوٹ آیا تب بھی نماز ہو جائے گی فاسد نہ ہوگی اور ہر حال میں بوجہ کثرت اژدحام کے سجدہ، سہو نہ کرے۔ (درمختار و شامی)

اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت شریک ہوا کہ امام عید کی تکبیروں سے فارغ ہو گیا ہو تو اب اگر قیام میں شریک ہوا ہے تو نیت باندھنے کے فوراً بعد تکبیریں کہہ لے۔ اگر چہ امام قرات شروع کر چکا۔ اگر رکوع میں شریک ہوا تو اگر گمان غالب ہو کہ تکبیریں کہنے کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر پہلے تکبیریں کہہ لے، اس کے بعد رکوع میں جائے اور اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور حالت رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے مگر اس حالت میں تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر تین مرتبہ تکبیریں کہنے سے پہلے ہی امام رکوع سے سر اٹھائے تو یہ مقتدی بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہوں، وہ اس سے معاف ہیں۔ (درمختار و شامی)

اگر کسی کی عید کی ایک رکعت رہ گئی ہو تو امام کے سلام کے بعد جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قراۃ کرے اس کے بعد یہ تکبیریں کہے۔ اگر دونوں رکعتیں رہ گئی ہوں۔ یعنی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد کوئی شخص شریک ہوا تو امام کے سلام کے بعد وہ اسی طرح عید کی نماز ادا کرے جس طرح امام نے ادا کی ہے یعنی پہلی رکعت میں سبحانک اللھم کے بعد قرات سے پہلے تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد کہے۔ (درمختار)

اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو یعنی امام کے سلام کے بعد آیا ہے تو وہ شخص تنہا عید نہیں پڑھ سکتا۔ بلکہ جو شخص نماز عید میں شریک ہو گیا ہو۔ اور پھر کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہو اس پر بھی اس کی قضا واجب نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ کچھ اور آدمی بھی شریک ہو جائیں تو پھر پڑھنا واجب ہے۔ (درمختار)

اگر کسی عذر سے پہلے دن نماز عید نہ پڑھی جاسکی ہو تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن کے زوال تک پڑھی جاسکتی ہے۔ (درمختار)

عذر کی مثالیں

کسی وجہ سے امام نماز پڑھانے نہ آیا ہو اور اس کے بغیر نماز پڑھنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو، یا بارش ہو رہی ہو، یا چاند کی تاریخ کی تحقیق نہ ہوئی ہو۔ اور زوال کے بعد جب نماز کا وقت جاتا رہا تو چاند کی تحقیق ہوئی ہو۔ (درمختار وشامی)

امام نے نماز عید پڑھائی، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ بغیر وضو پڑھائی گئی اب اگر لوگوں کے متفرق ہونے سے پہلے معلوم ہو گیا تو امام وضو کرے اور لوگوں کو دوبارہ نماز پڑھائے اور اگر لوگ متفرق ہو چکے ہوں تو نماز کا اعادہ نہ کیا جائے وہی نماز جائز ہوگی۔ (شامی صفحہ ۸۳ ے جلد ا)

جس شخص کو عیدگاہ میں وضو کرنے سے نماز عید کے نہ ملنے کا خوف ہو تو وہ تیمم کر کے نماز میں شریک ہو جائے۔

عظمت قرآن

فرمایا: اگر طلباء کسی جلسے میں قرآن مجید غلط پڑھیں تو ان کو اسی وقت ٹوک دینا چاہیے۔ محض مدرسہ کی سبکی یا بچوں کی توہین کے خوف سے احکم الحاکمین کا کلام غلط پڑھنے پر خاموش رہنا کیسے جائز ہوگا۔..... فرمایا: جوتے پر پالش کی چہرے پر ماش کی مکان پر پلستر کی ضرورت ہے۔ ہر جگہ جمال مطلوب ہے مگر قرآن پاک کے جمال اور صحت سے پڑھنے کی فکر نہیں۔..... فرمایا: جب توراۃ پر عمل نہ کرنے والوں کو قرآن پاک میں گدھا قرار دیا گیا تو قرآن پاک جو توراۃ سے افضل ہے اس کے علم رکھنے کے بعد بے عمل ہونے والا کیا مستحق وعید نہ ہوگا۔..... فرمایا: ایک جگہ حاضری ہوئی مسجد بہت شاندار لیکن امام صاحب نے جب نماز پڑھائی تو بے حد افسوس ہوا۔ امام صاحب نے سورۃ الناس اس طرح پڑھائی من الجنات والنس۔ حروف کی صحت نہایت ضروری ہے۔ اب تو بیعت کرتے وقت احقر عہد لیتا ہے کہ تلاوت مع الصحت کروں گا۔..... فرمایا: آج کل مجمع اکٹھا کرنے کیلئے جلسوں میں پہلے قرآن پاک پڑھا جاتا ہے کیونکہ مقرر صاحب کہتے ہیں آدمی تھوڑے ہیں کیا دل لگے گا۔ تقریر میں کوئی قاری صاحب تلاوت کریں تاکہ لوگ آجائیں۔ توبہ توبہ قرآن پاک کو کس مقصد کیلئے استعمال کیا۔ فرمایا اسی وجہ سے ہمارے یہاں طلبہ کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ جب مجمع میں قرآن پاک کی تلاوت کریں تو اولاً اس کے فوائد و آداب بیان کر دیا کریں تاکہ اصل مقصد واضح ہو جائے پھر تلاوت کریں تاکہ تلاوت کا پورا نفع ہو۔..... فرمایا: اب نئی دکان پر قرآن خوانی کا رواج شروع ہو گیا ہے۔ یہ سب رسم ہے قابل اصلاح ہے کیا قرآن دکانوں کے افتتاح کیلئے نازل ہوا ہے۔ برکت کیلئے صرف ۲ رکعات صلوۃ الحاجت پڑھکر دعا کر کے شروع کر دیجئے۔..... فرمایا: آج قرآن پاک کی عظمت کی بہت کمی ہے۔ الماریاں میں گرد و غبار ہوتا ہے وہاں بھی قرآن پاک یوں ہی رکھ دیا جاتا ہے۔ اپنے بچپن میں کوئی قرآن پاک بغیر جزدان کے نہیں نظر آتا تھا۔ (مجالس ابرار)

اَصلی گھر اور دَرسِ عبرت

حافظِ عصر
حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ — بہرِ[۱] افگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ — چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو نے منصب بھی اگر پایا تو کیا — گنجِ[۲] سیم و زر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصرِ[۳] عالی شان بھی بنوایا تو کیا — دبدبہ بھی اپنا دِکھلایا تو کیا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

قیصر[۴] اور اسکندر[۵] و جم[۶] چل بسے — زال[۷] اور سہراب و رستم چل بسے
کیسے کیسے شیر[۸] و ضیغم چل بسے — سب دکھا کر اپنا دم خم چل بسے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

---

۱ سر جھکانا خدا کے سامنے ۲ سونے چاندی کا خزانہ ۳ محل ۴ بادشاہِ روم ۵ سکندرِ اعظم ۶ جمشید بادشاہ ۷ زالؔ، سہرابؔ، رستمؔ، مشہور پہلوانوں کے نام۔ ۸ شیر، مراد بہادر۔

کیسے کیسے گھر اُجاڑے موت نے / کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
پیلتن[1] کیا کیا پچھاڑے موت نے / سرو قد[2] قبروں میں گاڑے موت نے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کوچ ہاں اے بیخبر ہونے کو ہے / تابکے غفلت، سحر[3] ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ سفر ہونے کو ہے / ختم ہر فرد بشر ہونے کو ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

نفس اور شیطاں ہیں خنجر در بغل / وار ہونے کو ہے اے غافل! سنبھل
آنہ جائے دین و ایماں میں خلل / باز آ، ہاں باز آ اے بدعمل

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفعتہً سر پر جو آپہنچے اجل / پھر کہاں تُو اور کہاں دار العمل
جائے گا یہ بے بہا[4] موقع نکل / پھر نہ ہاتھ آئے گی عمرِ بے بدل

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تجھ کو غافل! فکرِ عقبیٰ[5] کچھ نہیں / کھا نہ دھوکا، عیشِ دنیا کچھ نہیں
زندگی چند روزہ کچھ نہیں / کچھ نہیں اس کا بھروسہ کچھ نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

---

[1] ہاتھی سے بدن والا یعنی قوی [2] سرو کا سا قد، مراد سیدھا، سڈول [3] صبح [4] قیمتی [5] آخرت کی فکر

ہے یہ لطفِ عیشِ دُنیا چند روز ؛ ہے یہ دورِ جام و مینا چند روز
دارِ فانی میں ہے رہنا چند روز   اب تو کر لے کارِ عقبےٰ چند روز

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عشرتِ دنیائے فانی ہیچ ہے   پیشِ عیشِ جاودانی ہیچ ہے
مٹنے والی شادمانی ہیچ ہے   چند روزہ زندگانی ہیچ ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہو رہی ہے عُمر مثلِ برف کم   چُپکے چُپکے رفتہ رفتہ دم بدم
سانس ہے اک رہروِ مُلکِ عدم   دفعتاً اِک روز یہ جائے گا تھم

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن   قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دن
مُنہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن   اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سب کے سب ہیں رہ روِ کوئے فنا   جا رہا ہے ہر کوئی سوئے فنا
بہہ رہی ہے ہر طرف جوئے فنا   آتی ہے ہر چیز سے بوئے فنا

لہ پیالہ ۲ہ صراحی شراب کی ۳ہ مٹنے والا گھر یعنی دُنیا ۴ہ عیش و آرام ۵ہ بمقابلہ ۶ہ ہمیشہ کا ۷ہ خوشی ۸ہ آہستہ آہستہ ۹ہ آخرت ۱۰ہ چلنے والا ۱۱ہ گلی ۱۲ہ ندی۔

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

چند روزہ ہے یہ دُنیا کی بہار — دل لگا اس سے نہ غافل زینہار[1]
عمر اپنی یوں نہ غفلت میں گذار — ہوشیار اے محوِ غفلت[2] ہوشیار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور — جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ اک دن گذرنی ہے ضرور — قبر میں میّت[3] اترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی — جان ٹھہری جانے والی، جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی — تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

توسنِ[4] عمرِ رواں[5] ہے تیز رو[6] — چھوڑ سب فکریں لگا مولیٰ سے لو[7]
گندم از گندم بروید جو ز جو[8] — از مکافاتِ عمل غافل مشو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

---

[1] ہرگز [2] غفلت میں ڈوبا ہوا [3] مُردہ [4] گھوڑا [5] گذرنے والی [6] تیز دوڑنے والا [7] تعلق و محبت [8] گیہوں بونے سے گیہوں اُگتا ہے جو بونے سے جو، یعنی جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے۔

بزمِ عالم[1] میں فنا کا دور ہے ۔۔۔ جائے عبرت ہے مقامِ غور ہے
تو ہے غافل کیا یہ تیرا طور ہے ۔۔۔ بس کوئی دن زندگانی اور ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سخت سخت امراض گو تو سہہ گیا ۔۔۔ چارہ گر[2] گو سخت جاں بھی کہہ گیا
کیا ہوا کچھ دن جو زندہ رہ گیا ۔۔۔ اِک جہاں سیلِ[3] فنا میں بہہ گیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

لاکھ ہو قبضہ میں تیرے سیم و زر ۔۔۔ لاکھ ہوں بالیں[4] پہ تیرے چارہ گر
لاکھ تو قلعوں کے اندر چھپ مگر ۔۔۔ موت سے ہرگز نہیں کوئی مفر[5]

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

زور یہ تیرا نہ بل کام آئے گا ۔۔۔ اور نہ یہ طولِ اَمل[6] کام آئے گا
کچھ نہ ہنگامِ اجل[7] کام آئیگا ۔۔۔ ہاں مگر اچھا عمل کام آئے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سرکشی زیرِ فلک[8] زیبا[9] نہیں ۔۔۔ دیکھ! جانا ہے تجھے زیرِ زمیں
جب تجھے مرنا ہے اک دن بالیقیں ۔۔۔ چھوڑ فکرِ اِین و آں[10]، کر فکرِ دیں

---

[1] مجلس [2] حکیم، ڈاکٹر، [3] سیلاب [4] سرہانے [5] بھاگنے کا موقع۔ [6] لمبی اُمیدیں [7] موت کے وقت [8] آسمان کے نیچے یعنی دُنیا [9] اچھی [10] اِدھر اُدھر کا فکر چھوڑ اور دیں کا فکر کر۔

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بہرِ غفلت یہ تری ہستی نہیں — دیکھ! جنّت اِس قدر سستی نہیں
رہ گذرِ[1] دُنیا ہے یہ بستی نہیں — جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش کر غافل نہ تو آرام کر — مال حاصل کر نہ پیدا نام کر
یادِ حق دُنیا میں صبح و شام کر — جس لیے آیا ہے تو، وہ کام کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مال و دولت کا بڑھانا ہے عبث[2] — زائد از حاجت کمانا ہے عبث
دل کا دُنیا سے لگانا ہے عبث — رہ گزر کو گھر بنانا ہے عبث

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش و عشرت کے لئے انساں نہیں — یاد رکھ تو بندہ ہے مہماں نہیں
غفلت و مستی تجھے شایاں[3] نہیں — بندگی کر تو، اگر ناداں نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حسنِ ظاہر پر اگر تو جائے گا — عالمِ فانی سے دھوکا کھائے گا

---

[1] راہ و گذرگاہ
[2] فضول [3] مناسب نہیں۔

یہ منقّش[1] سانپ ہے ڈس جائے گا رہ نہ غافل، یاد رکھ پچھتائے گا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفن خود صد ہا کیے زیرِ زمیں پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقیں
تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غافل نہیں کچھ تو عبرت چاہیے نفسِ لعیں[2]
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یوں نہ اپنے آپ کو بے کار رکھ آخرت کے واسطے تیار رکھ
غیرِ حق سے قلب کو بیزار رکھ موت کا ہر وقت استحضار[3] رکھ
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو سمجھ ہرگز نہ قاتل موت کو زندگی کا جان حاصل موت کو
رکھتے ہیں محبوب عاقل موت کو یاد رکھ ہر وقت غافل موت کو
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو ہے اس عبرت کدہ[4] میں بھی مگن گو ہے یہ دار المحن[5] بیت الحزن[6]
عقل سے خارج ہے یہ تیرا چلن چھوڑ غفلت عاقبت اندیش[7] بن
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

---

[1] نقش و نگار والا سانپ یعنی دنیا کا عیش و آرام [2] قابلِ لعنت [3] دھیان [4] عبرت کی جگہ مراد دُنیا [5] محنتوں کی جگہ [6] غم کا گھر [7] انجام سوچنے والا۔

یہ تری غفلت یہ بے عقلی بڑی　　مسکراتی ہے قضا سر پر کھڑی
موت کو پیشِ نظر رکھ ہر گھڑی　　پیش آنے کو ہے یہ منزل کڑی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

گرتا ہے دُنیا پہ تُو پروانہ وار　　گو تجھے جلنا پڑے انجام کار
پھر یہ دعوٰے ہے کہ ہم ہیں ہوشیار　　کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار[1]

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حیف[2] دنیا کا تو ہو پروانہ، تُو　　اور کرے عقبیٰ کی کچھ پروا، نہ تُو
کس قدر ہے عقل سے بیگانہ تو　　اِس پہ بنتا ہے بڑا فرزانہ[3]، تُو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دارِ فانی کی سجاوٹ پر نہ جا　　نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا　　اِنَّهٗ قَدْ فَازَ فَوْزًا مَنْ نَجَا[4]

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کج رُوؤں[5] کی یہ چٹک اور یہ مٹک　　دیکھ کر ہرگز نہ رستے سے بھٹک
ساتھ ان کا چھوڑ ہاتھ اپنا جھٹک　　بھول کر ہرگز نہ پاس اُن کے پھٹک

---

[1] طریقہ [2] افسوس [3] عقلمند [4] وہ یقیناً کامیاب ہوگیا جس نے نجات حاصل کرلی۔ [5] غلط راہ پر چلنے والے مُراد بے دین۔

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تری مجذوب حالت اور یہ سِن[1] ہوش میں آ، اب نہیں غفلت کے دن
اب تو بس مرنے کے دن ہر وقت گِن کس کمر درپیش[2] ہے منزل کٹھن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کر تو پیری[3] میں نہ غفلت اختیار زندگی کا اب نہیں کچھ اعتبار
حلق پر ہے موت کے خنجر کی دھار کر لے بس اب اپنے کو مُردوں میں شمار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ترک اب ساری فضولیات کر یوں نہ ضائع اپنے تو اوقات کر
رہ نہ غافل، یادِ حق دن رات کر ذکر و فکرِ ہاذمِ اللذّات[4] کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

---

[1] عمر [2] آنے والی [3] بڑھاپا۔ [4] لذتوں کو مٹانے والی یعنی موت۔

درسِ عبرت

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے　　مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بُو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے　　جو معمور[۱] تھے وہ محل اب ہیں سونے[۲]

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے　　مکیں ہو گئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے　　زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

زمیں کے ہوئے لوگ پیوند کیا کیا　　مُلوک[۳] و حضور و خداوند کیا کیا
دکھائے گا تُو زور تا چند کیا کیا　　اجل نے پچھاڑے تنومند[۴] کیا کیا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

اجل[۵] نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا۔　　اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا۔
ہر اک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا　　پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا

---

۱ آباد ۲ ویران ۳ بادشاہ ۴ طاقتور ۵ موت۔

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

یہاں ہر خوشی ہے مُتبدِّل[1] بہ صد غم — جہاں شادیاں تھیں وہیں اب ہیں ماتم
یہ سب ہے طرف انقلاباتِ[2] عالم — تری ذات ہی میں تغیّر ہیں ہر دم

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا — جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں[3] بنایا
بڑھاپے نے پھر آکے کیا کیا ستایا — اَجل تیرا کر دے گی بالکل صفایا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

یہی تجھ کو دُھن ہے رہوں سب سے بالا — ہو زینت نرالی، ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا؟ — تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل[4] بھی — جہاں تاک میں کھڑی ہو اجل بھی
بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی — یہ طرزِ معیشت[5] اب اپنا بدل بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

---

[1] تبدیل ہونیوالی۔
[2] تبدیلیاں [3] دیوانہ [4] جگہ [5] زندگی کا طریقہ۔

یہ دنیائے فانی ہے محبوب[1] تجھ کو — ہوئی واہ کیا چیز مرغوب[2] تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوب تجھ کو — سمجھ لینا اب چاہیئے خوب تجھ کو

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

بڑھاپے نے پاکر پیغامِ[3] قضا بھی — نہ چونکا نہ چیتا نہ سنبھلا ذرا بھی
کوئی تیری غفلت کی ہے انتہا بھی — جنوں[4] تا بکے ہوش میں اپنے آ بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

نہ دلدادۂ[5] شعر[6] گوئی رہے گا — نہ گرویدۂ شہرہ[7] جوئی رہے گا
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا — رہے گا تو ذکرِ نکوئی[8] رہے گا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

جب اس بزم[9] سے اٹھ گئے دوست اکثر — اور اٹھتے چلے جارہے ہیں برابر
یہ ہر وقت پیشِ نظر جب ہے منظر — یہاں پر ترا دل بہلتا ہے کیونکر

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

جہاں میں کہیں شورِ ماتم بپا[10] ہے — کہیں فقر و فاقہ سے آہ و بکا ہے
کہیں شکوۂ جور[11] و مکر و دغا ہے — غرض ہر طرف سے یہی بس صدا ہے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ∴ یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

---

[1] پیاری [2] پسندیدہ [3] موت کا پیغام [4] دیوانگی کب تک [5] عاشق [6] شعر کہنا [7] شہرت طلب کرنا [8] اچھا ذکر [9] محفل یعنی دنیا [10] بلند [11] ظلم۔

جنات سے نجات کا مسنون عمل

(۲) ابو دجانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ! میں ایک مرتبہ رات کو اپنے بستر پر سونے کیلئے لیٹا تو میں نے ایک خوفناک آواز سنی اور بجلی کی سی چمک نظر آئی میں نے باہر کی طرف دیکھا تو مجھے صحن میں ایک سایہ حرکت کرتا ہوا نظر آیا میں اس کی طرف بڑھا تو اچانک آگ کا ایک شعلہ میری طرف لپکا، مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مجھے جلادے گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابو دجانہ رضی اللہ عنہ وہ کوئی جن ہوگا۔'' یہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ اور قلم دوات طلب کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حسب ذیل فرمانِ مبارک لکھنے کا حکم فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. ھذا کتاب من محمد رسول رب العلمین الی من طرق الدار من العمار و الزوار و الصالحین الا طارق یطرق بخیر یا رحمن. اما بعد! فان لنا ولکم فی الحق سعة فان تک عاشقا مولعا او فاجرا مقتحما او راعیا حقا مبطلا ھذا کتاب اللہ ینطق علینا و علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ماکنتم تعملون و رسلنا یکتبون ما کنتم تمکرون اترکو اصاحب کتابی ھذا وانطلقوا الی عبدۃ الاصنام و من یزعم ان مع اللہ الھا اخر لاالہ الا ھو کل شیء ھالک الا وجھہ لہ الحکم و الیہ ترجعون تغلبون حم لا تنصرون حمعسق تفرق اعدآء اللہ و بلغت حجة اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم محمد رسول اللہ

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رات کو اس نامہ مبارک کو تکیے کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا میں نے ایک آواز سنی، کوئی کہہ رہا تھا کہ ''اے ابو دجانہ رضی اللہ عنہ! لات و عزیٰ کی قسم تم نے تو ہمیں جلا دیا، اگر تم یہ تحریر اپنے تکیے کے نیچے سے نکال لو تو اس کے لکھنے والے کی قسم ہے ہم پھر کبھی تمہارے گھر یا پڑوس میں نہیں آئیں گے۔'' ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''میں نے صبح کو بارگاہِ اقدس میں یہ واقعہ عرض کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ابو دجانہ رضی اللہ عنہ! اس تحریر کو نکال لو، ورنہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے رسول اللہ بنا کر بھیجا ہے، قیامت تک جنوں کی قوم عذاب میں مبتلا رہے گی۔

ہر مرض سے شفاء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بارش کا پانی لے کر اس پر سورۃ فاتحہ (ستر بار) آیت الکرسی (ستر بار) قل ہو اللہ احد (ستر بار) اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) (ستر بار) پڑھ کر دم کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا: کہ حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور مجھے خبر دی کہ جو شخص یہ پانی سات روز تک متواتر پیئے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے جسم سے ہر بیماری دور فرما دیں گے اور اسے صحت و عافیت عطاء فرمائیں گے اور اس کے گوشت پوست اور اس کی ہڈیوں سے بلکہ تمام اعضاء سے تمام بیماریاں نکال دیں گے۔ (الدر النظیم صفحہ نمبر ۱۱)

انتباہ: جس طرح خمیرہ مروارید کا پورا فائدہ اس شخص پر مرتب ہوتا ہے جو زہر کھانے سے احتیاط کرتا ہے۔ اسی طرح ان فضائل کا کامل نفع انہی کو ہوتا ہے جو گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اگر کبھی احیاناً خطا ہوگئی تو فوراً استغفار و توبہ سے اس کی تلافی کرتے ہیں۔ لہٰذا ان اوراد و وظائف کے نفع کامل کے لئے گناہوں سے بچنے کا اہتمام اشد ضروری ہے۔ (ارشاد: عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ)

کیا آپ 24 گھنٹے میں صرف 9 منٹ اپنے مرحومین کو دے سکتے ہیں؟ یقیناً تو آیئے!

ایصال ثواب کا آسان طریقہ: اگرچہ سارا قرآن مجید پڑھنے کی جو فضیلت ہے اس کی برابری تو ممکن نہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا امت محمدیہ ﷺ پر ایک خاص کرم یہ بھی ہے کہ انہوں نے چند چھوٹی چھوٹی سورتوں کے پڑھنے پر بہت بڑی فضیلت دے رکھی ہے۔ امید قوی ہے کہ جو ذات پاک قرآن مجید کے مختصر سے حصوں کی تلاوت پر اتنا بڑا انعام عطا فرما سکتی ہے وہ سارے قرآن مجید کی تلاوت پر بے حساب اجر دے گی۔ آمین۔ بہر حال اگر کوئی مسلمان اتنا پڑھ لے تو (9) قرآن شریف اور ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کا برابر ثواب مل سکتا ہے۔ یعنی کم سے کم محنت اور زیادہ سے زیادہ انعام۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اس امت محمدیہ ﷺ پر۔ ان سورتوں کو پڑھ کر آپ اپنے خاندان کے مرحومین اور تمام مسلمانوں مرحومین کی ارواح کو ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔

ھدایت: کوئی بھی نفلی فرض کا بدل نہیں ہو سکتا اس لئے تمام فرائض اور بالخصوص نماز کا بہت اہتمام کریں اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے بچیں اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔ اور محض اپنے فضل و کرم سے ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائیں۔ آمین

9 منٹ میں 9 قرآن پاک اور ایک ہزار آیات پڑھنے کا ثواب

سورۃ الفاتحہ تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دو مرتبہ قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۗ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۗ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۠ (تفسیر مظہری)

آیۃ الکرسی چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کے برابر ہے

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِـيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (مسند احمد)

سورۃ القدر چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۭ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ڏ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۭ تَنَزَّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ڏ سَلٰمٌ ڕ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (مسند احمد)

سورۃ الزلزال دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ يَوْمَىِٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۭ يَوْمَىِٕذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ڏ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۭ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (ترمذی)

سورۃ العادیات دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ عَلٰي ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۭ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِيْرٌ (تفسیر مواہب)

سورۃ التکاثر ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۭ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۭ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۭ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ ثُمَّ لَتُسْـَٔــلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (مشکوۃ)

سورۃ الکافرون چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۚ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۭ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (ترمذی)

سورۃ النصر چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے

اِذَا جَاۗءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ڼ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (ترمذی)

سورۃ الاخلاص تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کے برابر ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ڏ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (بخاری)